تاریخِ رفتگاں

صابر براری

نور احمد میرٹھی ———————— کراچی

محترم احمد مرزا قادری گلستانِ سخن میں صابر براری
کے نام سے پہچانے جاتے ہیں۔ آپ مولوی حمید مرزا صاحب
کے صاحبزادے ہیں جو ایک علمی خاندان کے وارث اور
دینی کتابوں کے مؤلف ہیں جن میں "سلکِ گوہر"، "سلکِ
جوہر" اور "گلدستۂ ہدایت" مطبوعہ ہیں۔
محترم صابر براری ۳۰ اکتوبر ۱۹۲۸ء کو ایلچپور ضلع امراؤتی
برار میں پیدا ہوئے۔ جل گاؤں، کھام گاؤں اور امراؤتی
کی درس گاہوں میں تعلیم پائی۔ ادارۂ ادبیات اردو
حیدرآباد دکن سے اردو عالم کی سند حاصل کی۔
کراچی یونیورسٹی سے بی اے اور جامعہ ملیہ کراچی سے
بی ایڈ کیا۔ محترم صابر براری بنیادی طور پر اسی سلسلۂ
محبت و عقیدت سے تعلق رکھتے ہیں جس کا آغاز
حضرت حسانؓ سے ہوتا ہے۔ آپ کا پہلا مجموعۂ نعت
"فردوسِ عقیدت" آپ کی عمرِ عزیز کے تیسویں سال
شائع ہوا۔ "بہشتِ مناقب" اور "انوارِ پنجتنؑ" کے بعد
آپ کی چوتھی تصنیف "جامِ طہور" شائع ہوئی۔
زیرِ نظر کتاب "تاریخِ رفتگاں" اردو ادب
میں ایک خوشگوار اضافہ ہے۔ فنِ تاریخ گوئی سے
واقف صاحبانِ کمال ہی بہتر طور پر محترم صابر براری
کی اس کاوش پر اظہارِ خیال کر سکتے ہیں۔ مجھ ناچیز
کو یہ ایک حساس اور دردمند شاعر کا خراجِ عقیدت
بھی ہے اور وسیع القلبی اور وسعتِ فکر کی دلیل بھی ہے
محترم صابر براری کی یہ تصنیف اس لحاظ سے
بھی قابلِ قدر ہے کہ تاریخ گوئی سے واقف فنکارانِ
ادب کے لئے یہ تجربہ باعثِ طمانیت ہوگا
ممکن ہے کہ اس فن کے فروغ اور استحکام کے لئے
دوسرے دانشورانِ ادب بھی متوجہ ہوں۔ اگر ایسا
ہوا تو یہ کتاب سنگِ میل کی حیثیت سے پہچانی جائیگی
خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔

(۱۹۴۷ تا ۱۹۸۵)

بشکریہ جناب خلیل احمد رانا صاحب

پیشکش محمد احمد ترازی

صابر براری

پیدائش ۔ ۳۰ر اکتوبر ۱۹۲۸ء، ایلیچ پور ضلع امراؤتی برار (انڈیا)

وفات ۔ ۱۵ر مئی ۲۰۰۷ء، کراچی

نام کتاب ——— تاریخِ رفتگاں

مصنف ——— صابر براری

اشاعتِ اوّل ——— فروری سنہ ۱۹۸۶ء

تعداد ——— ایک ہزار

ضخامت ——— ۲۸۸ صفحات

سائز ——— ۲۳ × ۱۸ / ۸

فنِ کتابت ——— محمد اسلام خوشنویس

عملِ سرورق ——— عبید الرحمن عبید

مطبع ——— ایجوکیشنل پریس - کراچی

باہتمام ——— ادارہ فکرِ نو کراچی

قیمت

تیس ۳۰ روپے

ملنے کا پتہ

مکتبہ قادریہ - جے ون - ۵۶ - کورنگی - کراچی

اسلامی کتب خانہ - علامہ اقبال روڈ، سیالکوٹ

مکتبہ عالیہ - ایبک روڈ - انارکلی - لاہور

اس کتاب میں

نگاہِ اوّلیں	صابر براری	5
تاریخِ رفتگانِ پاک	ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان	۷
منفردِ کتاب	حضرت رئیس امروہوی	۹
قابلِ قدر اضافہ	مولانا سید وصی مظہر ندوی	۱۰
روشن چراغ	ریٹائرڈ ایڈمرل - ایم - آئی - ارشد	۱۱
حق اگر سوزی ندارد	پروفیسر سید قوی احمد	۱۲
فہرستِ رفتگاں	———	۱۳
حوالہ واستفادہ	———	۲۸۶

نگاہِ اوّلیں

اصنافِ سخن میں ایک صنف تاریخ گوئی بھی ہے۔ جو مشکل اور محنت طلب ہے۔ اس کے باوجود بے شمار شعرأ نے اس فن میں اپنے جوہر دکھلائے ہیں عام طور پر تاریخ صرف کسی کی وفات پر لکھی جاتی ہے لیکن اکثر تاریخ گو حضرات نے تصانیفِ کتب، ولادت، شادی اور دیگر تقاریب کے مواقع پر بھی تاریخی قطعات کہے ہیں بعض نے نعتیں اور غزلیں بھی ایسی کہی ہیں جس کے ہر مصرعے سے سن برآمد ہوتا ہے۔ تاریخی قطعات نہ صرف اردو فارسی میں کہے گئے ہیں بلکہ قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ سے بھی تاریخیں نکالی گئی ہیں۔ راقم الحروف کو بھی شعر و سخن کے ساتھ ساتھ تاریخ گوئی سے دلچسپی رہی بیشتر تصانیفِ کتب کے لئے تاریخیں لکھیں اور بے شمار مشاہیر کی وفات پر تاریخی قطعات کہے انہیں لوگ اب بھولتے جا رہے ہیں ان میں علماء و مشائخ، سیاسی رہنما، دانشور، ادباء اور شعرأ شامل ہیں یہ قطعات اکثر دینی و ادبی رسائل میں شائع ہوتے رہے ہیں۔

قیام پاکستان ۱۹۴۷ء سے تادمِ تحریر ان قطعات کا کافی ذخیرہ ہوگیا تو اس کی طباعت کی طرف توجہ ہوئی اس کے ساتھ ساتھ مرحومین کے مختصر حالات زندگی بھی ترتیب دئے تاکہ ہماری قوم کے افراد اور نئی نسل اپنے پیش رو بزرگوں کی خدمتِ جلیلہ سے واقف ہو سکیں اور ان کی یاد کو تازہ رکھ سکیں یقین ہے کہ آج نہیں تو کل وہ اس کی افادیت کا احساس کریں گے اور تاریخ و ادب سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کے لئے یہ ایک دستاویز ثابت ہوگی۔

اس کتاب میں سادہ تاریخوں کے علاوہ بیشتر صنعتوں مثلاً صنعتِ ترصیع، صنعتِ تضاعف، صنعتِ تضادب، صنعتِ تناصب، صنعتِ منقوط، صنعتِ غیر منقوط میں قطعات کہے گئے ہیں جو عام طور پر مروّج ہیں اور آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہیں۔ کہیں کہیں تخرجہ اور تعمیہ سے بھی کام لیا گیا ہے حالاتِ رفتگاں کے عنوان سے بھی سالِ وفات ہجری یا عیسوی برآمد ہوتا ہے۔

ان مرحومین کی طویل فہرست میں میرے بزرگ بھی ہیں کرم فرما بھی، ہمعصر بھی ہیں اور احباب بھی لیکن ان کے حالاتِ زندگی مرتب کرنے میں کہیں ذاتی روابط کو اجاگر نہیں کیا گیا ہے اور کسی قسم کی جانبداری نہیں برتی گئی ہے خواہ وہ

کسی مکتبۂ فکر سے وابستہ رہے ہوں ان کی خدماتِ جلیلہ کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے حتی الامکان یہ سعی کی گئی
ہے کہ کسی حلقہ کی دلآزاری نہ ہو۔ بیشتر حالات ان کے متعلقین سے حاصل کئے گئے ہیں جن کتب اور جرائد
سے استفادہ کیا گیا ہے آخری صفحات پر اس کا حوالہ دیا گیا ہے اس قدر احتیاط کے باوجود اگر کہیں فروگذاشت
پائیں تو مطلع کریں تاکہ دوسری اشاعت میں اس کی تصحیح کی جاسکے۔

اس کتاب کی تیاری میں استاذِ محترم پروفیسر قمر ساحری صاحب کا بے پایاں خلوص اور گرانقدر مشورے شامل ہیں
میں ان کا بے حد ممنون ہوں اسی طرح اس کی ترتیب، تدوین اور مرحومین کے حالاتِ زندگی فراہم کرنے میں
جناب بابا رفیق عزیزی، جناب ڈاکٹر وفا راشدی، جناب مجید کھام گانوی، جناب نور احمد میرٹھی، جناب سید انتخاب علی
کمال، جناب خورشید عالم بھٹی، جناب سکندر نامی، جناب سید ظہیر حسن رضوی، جناب حنیف عابد، جناب
شیر خان صاحب، جناب محمد یعقوب انصاری، جناب عبدالرحمٰن جنید اور جناب شفیع برہانپوری صاحب نے مجھ سے بھرپور
تعاون فرمایا ہے میں ان احباب کا بھی تہہِ دل سے شکرگزار ہوں۔

امسال اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اس گنہگار کو طوافِ بیت اللہ اور زیارتِ روضۂ رسول اللہ کی
سعادت بخشی۔ اس مبارک موقع پر سعودی عرب میں مقیم بھارت اور پاکستان کے احباب نے اس کتاب کے مسودہ کو قدر کی
نگاہ سے دیکھا اور ممکنہ تعاون کا یقین دلایا ان کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں ان میں جناب مولانا
حفیظ اللہ ندوی اور جناب سعید بن صالح (ریاض) جناب ظہور احمد (مکہ مکرمہ) مولانا مظہر علی خان مدنی
اصطفےٰ منزل (مدینہ منورہ) جناب حاجی ہارون رشید، جناب سعید مرزا اور جناب صوفی محمد قاسم قادری
(جدہ) قابلِ ذکر ہیں۔

آخر میں ان بزرگوں اور دانشوروں کا بھی سپاس گزار ہوں جنہوں نے اپنی گرانقدر آراء سے میری حوصلہ
افزائی اور فنِ تاریخ کی قدر افزائی فرما کر اس کتاب کی افادیت کو دوچند کر دیا۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء

صابر براری
۱۴ اگست ۱۹۸۵ء

ایوانِ ادب
جے ون - ٥٦ - کورنگی - کراچی

تاریخِ رفتگانِ پاکؒ

۱۴۰۵ھ

پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفٰے خان

سندھ یونیورسٹی

اسلام سے پہلے یہودیوں اور اہلِ فارس میں ابجد کے اعداد کا شمار پایا جاتا ہے کچھ یہودی لوگ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے سورۃ البقرہ کی تلاوت شروع فرمائی ان لوگوں نے الٓمٓ کے اعداد ۷۱ شمار کر کے کہا ہم لوگ ایسے دین میں کس طرح داخل ہونا چاہیں گے جو حساب ۷۱ سال رہے گا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے المٓصٓ، الٓرٰ، المٓرٰ کا ذکر بھی فرمایا تو وہ لوگ سخت حیران ہوئے۔

مدت ہوئی راقم الحروف نے اپنے استاد پروفیسر ضیاء احمد بدایونی علیہ الرحمہ (مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ "فردوسی اور شاہنامہ" دونوں تاریخی نام معلوم ہوتے ہیں کیونکہ فردوسی نے ۳۶۰ھ میں شاعری شروع کی تھی اور شاہنامہ ۴۰۲ھ میں مکمل کیا تھا استاد مرحوم بہت خوش ہوئے لیکن فرمایا "بیٹے! اس صدی میں ایسے اعداد کا رواج نہیں ملتا۔ پھر چھٹی صدی ہجری میں سید حسن غزنوی اور انوری وغیرہ کے یہاں کچھ حرف کا شمار پایا جاتا ہے بعد میں ساتویں صدی ہجری سے برصغیر پاک و ہند میں تاریخی فقروں کا رواج پایا جانے لگا اور شاہانِ مغلیہ اور شاہانِ آصفیہ کے زمانے سے اس کا رواج زیادہ ہو گیا اور شمالی ہند اور دکن وغیرہ کے علمی علاقوں میں مسلسل تاریخی مصرعوں کے قطعات بھی لکھے جانے لگے اور یہ باقاعدہ فن بھی بن گیا۔

عزیز گرامی صابر براری نے بھی تاریخِ رفتگاں کے نام سے یہ مجموعہ اہم شخصیات سے متعلق تیار کیا ہے

اور یہ شخصیات وہ ہیں جن سے صابرؔ صاحب کا بلاواسطہ یا بالواسطہ تعلق بھی رہا ہے ان میں قوم کے رہنما بھی ہیں علما بھی ہیں اور ادبا بھی ۔ ان مشاہیر کی تاریخوں کو محفوظ کرنا اور محفوظ رکھنا بھی ایک قومی اور ملّی خدمت ہے ۔ صابرؔ صاحب نے پہلے صفحہ میں تاریخی عنوانات کے ذیل میں ان حضرات کے مختصر حالات دیئے ہیں پھر دوسرے صفحے میں ان کے لئے تاریخی قطعات تحریر کئے ہیں ۔ یہ حضرات خواہ کسی مکتبۂ فکر سے تعلق رکھتے ہوں بہر حال وہ ہماری قوم میں سے ہیں اور انہوں نے ایک نمایاں مقام حاصل کیا ہے صابرؔ صاحب کی ان سے وابستگی بھی اسی لئے ہے ۔

تاریخی فقروں یا مصرعوں میں اعداد کی کمی بیشی کی وجہ سے کثیر تخرجہ بھی کرنی پڑتی ہے لیکن صابرؔ صاحب نے بعض تاریخیں برجستہ کہی ہیں جن سے ان کی فنّی مہارت کا ثبوت ملتا ہے مثلاً ۔

جماعت علی شاہ پیرِ حقیقی (۱۳۷۰ھ)

کہے صابرؔ ظفر علی خاں ہے (۱۹۵۶ء)

شاعر قمر جلالوی دلکش بہار تھے (۱۹۶۸ء)

ہیں در قصرِ جنت سلیمان ندوی (۱۹۷۳ء)

فردوس سایہ حضرت بہزاد لکھنوی (۱۹۷۴ء)

اک عارفِ زماں تھے مفتی شفیع صاحب (۱۹۷۶ء)

ہیں اب جلوسِ خلد میں بابا ذہین شاہ (۱۹۷۸ء)

شعورِ منفرد صوفی تبسم (۱۹۷۸ء)

ملالِ احتشام الحق ملالِ احتشام الحق (۱۹۸۰ء)

جانِ حبیبِ ایزدیا مصطفٰے رضا خاں (۱۹۸۱ء)

آج ہے عابدہ جنت میں خدیجہ مستور (۱۹۸۲ء)

قصرِ جناں میں ہیں شفیع اوکاڑوی خطیب (۱۹۸۴ء)

حضرت یوسف دہلوی شاد کام (۱۹۸۵ء)

ہیں عندلیبِ جنت مفتی جلیل احمد (۱۹۸۵ء)

میری دعا ہے کہ اللہ تعالٰی صابرؔ براری کو دینی، ادبی اور قومی خدمات کے لئے تادیر سلامت باکرامت رکھے ۔ آمین

منفرد کتاب

حضرت رئیس امروہوی

جناب صابر براری نثر و نظم کا کلاسیکی ذوق رکھتے ہیں اور اپنے رنگ میں پختہ کار ہیں خاص طور سے موصوف کو نعت گوئی سے شغف ہے اور اس مبارک و مسعود شغل کو توشۂ آخرت سمجھ کر انہوں نے اپنا مقصدِ حیات بنا لیا ہے صابر صاحب کی منظومات کا ایک مجموعہ جو نعت و منقبت پر مشتمل ہے شائع ہو کر قبولِ عام حاصل کر چکا ہے اب موصوف نے "تاریخ رفتگاں" کے نام سے نثر اور نظم میں ایک دلچسپ اور مفید کتاب تصنیف کی ہے تاریخ رفتگاں میں ۱۹۴۷ء سے ۱۹۸۵ء تک، جتنے مشاہیر ملت کی وفات ہوئی ہے ان میں سے اکثر و بیشتر کے بارے میں صابر براری نے نثر و نظم میں اظہار جذبات کیا ہے ہر بزرگ کے مختصر حالات کے ساتھ قطعات تاریخی شامل کئے گئے ہیں۔

اس مجموعے میں بابا یوسف شاہ تاجی رحمۃ اللہ علیہ سے لیکر اب تک جتنے عظیم ادبی و سیاسی اور تہذیبی افراد گزرے ہیں نثر و نظم میں ان کا ذکر بڑے اثر انگیز اور تاثر آمیز لہجے میں کیا گیا ہے اس میں شبہ نہیں کہ صابر صاحب کو تاریخ گوئی سے خاص نسبت ہے انہوں نے مختلف اشخاص و واقعات کے بارے میں جو تاریخی مادے بہم پہنچائے ہیں وہ صاف رواں اور دلنشین ہیں غالباً یہ اس وضع اور رنگ کی منفرد کتاب ہے۔ مجھے امید ہے کہ صابر براری کا یہ مجموعہ بھی قبولِ عام حاصل کرے گا۔

قابلِ قدر اضافہ

مولانا سیّد وصی مظہر ندوی

ممبر قومی اسمبلی
حیدرآباد سندھ

جناب صابر براری صاحب نے دورِ حاضر کی مشغولیت اور مصروفیت کے تقاضوں کو مدِنظر رکھتے ہوئے "تاریخِ رفتگاں" کے نام سے ایسے علماء، مشائخ، سیاسی رہنماؤں، ادیبوں، دانشوروں اور شعراء کے مختصر سوانح حیات جمع کردیے ہیں جو قیامِ پاکستان کے بعد ۱۹۸۵ء تک کے عرصہ میں کسی وقت اس جہانِ خاکی سے عالمِ باقی کی طرف جاچکے ہیں۔

مختصر سوانح حیات کے ساتھ مزید خوبی کی بات یہ ہے کہ صابر صاحب نے ہر مرحوم کے لئے تاریخِ وفات کہنے کا بھی اہتمام کیا ہے اس طرح یہ مجموعہ صحافیوں، طالب علموں اور ادبی و علمی ذوق رکھنے والے ایسے مصروف لوگوں کے لئے نعمتِ غیر مترقبہ ہے جو اپنے ذوق کی تسکین کے لئے زیادہ وقت فارغ نہیں کرسکتے۔

اس زمانے میں جب کہ تصنیف وتالیف کے لئے ندرتِ موضوع یا ندرتِ اسلوب تصنیف کی مقبولیت کے لئے لازمی ہیں جناب صابر براری صاحب قابلِ مبارکباد ہیں کہ انہوں نے ایک بڑے طبقے کی ضرورت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اردو ادب میں ایک قابلِ قدر اضافہ کیا ہے امید ہے کہ یہ تصنیف قدر کی نگاہ سے دیکھی جائے گی اور اس سے استفادہ کرنے والوں کا حلقہ وسیع سے وسیع تر ہوتا رہے گا۔

روشن چراغ

جناب ریئر ایڈمرل ایم - آئی - ارشد صاحب "ستارۂ بسالت"

چیئرمین - کراچی پورٹ ٹرسٹ

جناب صابر براری ایک فاضل استاد، محقق اور علم و آگہی کے شاعر ہیں اور زبان وبیان کی خداداد صلاحیتوں کے مالک ہیں - اس سے قبل آپ کا نعتیہ دیوان "جام طہور" منصۂ شہود پہ جلوہ گر ہو کر مشام جاں کو معطر اور قلب کو منور کر چکا ہے - زیر نظر تصنیف "تاریخ رفتگاں" آپ کی علمی، ادبی اور مذہبی بصیرت کا ایسا مرقع ہے، جو ہمیں اپنے مشاہیر علماء، مشائخ، سیاسی رہنما، ادبا اور شعراء کے حالات زندگی اور ان کے شاندار کارناموں سے روشناس کراتا ہے - یہ اوراق گنجہائے گراں مایہ ۱۹۴۷ء سے ۱۹۸۵ء کے عہد پر محیط ہیں جن کو محفوظ رکھنا نہ صرف ہماری اخلاقی اور قومی ذمہ داری ہے بلکہ اس کا مطالعہ نئی نسل کے لئے بیحد ضروری ہے تاکہ ہم اپنے اسلاف کے کارناموں سے کما حقہ واقف ہوں اور اس کی روشنی میں اپنی علمی، ادبی، تہذیبی اور مذہبی اقدار کو پروان چڑھا سکیں -

صابر براری صاحب نے تاریخ رفتگاں میں اکابرین قوم وملت کی مختصر اور جامع سوانح حیات تحریر کی ہے صابر صاحب نے ان زعماء کو خراج عقیدت اس طرح پیش کیا ہے کہ ہر بزرگ کی تاریخ کہی ہے یہ قطعات تاریخ اس قدر ماہرانہ انداز میں اور عقیدت اور محبت کے ساتھ لکھے گئے ہیں کہ قاری کے دل و دماغ کو تازگی اور روح کو بالیدگی عطا کرتے ہیں تاریخ رفتگاں میں جناب صابر براری کی برسوں کی محنت شاقہ اور عقیدت کے وہ روشن چراغ ہیں جن کی روشنی ہمیں منزل مراد سے ہمکنار کر سکتی ہے -

مجھے امید ہے کہ صابر براری صاحب کی ان پرخلوص کاوشوں کو علمی ادبی اور مذہبی حلقوں میں قدر اور احترام کی نظر سے دیکھا جائیگا میں جناب صابر براری کو تاریخ رفتگاں کی اشاعت پر ہدیہ تہنیت پیش کرتا ہوں -

حق اگر سوزی ندارد حکمت است
شعر میگردد چوں سوز از دل گرفت
(علامہ اقبال)

پروفیسر سیّد قوی احمد

حیدرآباد۔ سندھ

○

حضرت صابر براری ہمارے ملک کے معروف شاعر ہیں شعبۂ درس و تدریس سے خاصے عرصے سے منسلک ہیں حق پرستی ان کا شعار ہے ان کی حق گوئی میں حکمت بھی ہے اور سوزِ دل بھی۔ کئی شعری تصانیف کے مالک ہیں اور اردو ادب کی جس انداز سے خدمت کر رہے ہیں وہ نوجوانوں کے لئے عمدہ مثال ہے۔

صابر براری کی قادر الکلامی کا اندازہ اس امر سے کیا جاسکتا ہے کہ قطعۂ تاریخ لکھنا ایک نہایت ہی مشکل فن ہے اور اب اس فن پر دسترس رکھنے والے اور بھی کم ہوتے جارہے ہیں نہایت ہی خوشی کی بات ہے کہ صابر براری نے قیامِ پاکستان سے سالِ رواں یعنی ۱۹۸۵ء تک فوت ہونے والی سو سے زائد مقتدر شخصیتوں پر ایک کتاب تصنیف کی ہے جس کا نام " تاریخِ رفتگاں " ہے اس کتاب کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ ان علمأ، شائخ سیاسی رہنما دانشور، ادبأ اور شعراکی نہ صرف سوانح حیات دی گئی ہے بلکہ بہترین تاریخی قطعات تحریر فرما کر زبانِ اردو کی بے حد خدمت کی گئی ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ اتنے متنوّع انداز میں اتنے اسماء گرامی تلاش کرنا اور ان کی وفات کے حوالے سے تاریخی قطعات کہنا ایک نہایت ہی مشکل کام تھا جس سے جناب صابر براری نہایت احسن طریقہ پر عہدہ برآ ہوئے

صابر براری صاحب نہایت ہی عمدہ نعت گو شاعر بھی ہیں اور جس دلگدازی کے ساتھ وہ نعتیں کہتے ہیں وہ انہی کا حصہ ہے اللہ پاک نے شعور و آگہی کی جس نعمت سے انہیں نوازا ہے۔ اس کا بھرپور استعمال ان کی شاعری میں ہوا ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ پاک حضرت صابر براری کو زبان اردو کی بہتر سے بہتر خدمت کا موقع عطا کرے اور ان کی زیرِ نظر تصنیف " تاریخِ رفتگاں " کو قبولیتِ خاص و عام عطا کرے آمین

فہرستِ رفتگاں

نمبر شمار	نام	مادۂ تاریخ عیسوی	مادۂ تاریخ ہجری	مدفن	صفحہ
۱	بابا یوسف شاہ تاجی	۱۹۴۷ء	۱۳۶۶ھ	کراچی	۱۸
۲	قائد اعظم محمد علی جناح	۱۹۴۸ء	—	″	۲۰
۳	علامہ شبیر احمد عثمانی	۱۹۴۹ء	—	″	۲۲
۴	علامہ سیماب اکبر آبادی	—	۱۳۷۰ھ	″	۲۴
۵	مولانا حسرت موہانی	۱۹۵۱ء	۱۳۷۰ھ	لکھنو	۲۶
۶	پیر جماعت علی شاہ	۱۹۵۱ء	—	علی پور	۲۸
۷	نوابزادہ لیاقت علی خاں	۱۹۵۱ء	—	کراچی	۳۰
۸	علامہ سید سلیمان ندوی	۱۹۵۳ء	—	″	۳۲
۹	مولانا عبدالعلیم صدیقی	۱۹۵۴ء	۱۳۷۴ھ	مدینہ طیبہ	۳۴
۱۰	خواجہ حسن نظامی	۱۹۵۵ء	—	دہلی	۳۶
۱۱	مولانا ظفر علی خاں	۱۹۵۶ء	—	لاہور	۳۸
۱۲	وحشت کلکتوی	۱۹۵۶ء	۱۳۷۵ھ	ڈھاکہ	۴۰
۱۳	حیدر دہلوی	۱۹۵۸ء	—	کراچی	۴۲
۱۴	سردار عبدالرب نشتر	۱۹۵۸ء	—	″	۴۴
۱۵	مولانا ابوالکلام آزاد	۱۹۵۸ء	۱۳۷۶ھ	دہلی	۴۶
۱۶	ڈاکٹر عمر داؤد پوتہ	۱۹۵۹ء	—	حیدرآباد سندھ	۴۸
۱۷	پیر صاحب مانکی شریف	۱۹۶۰ء	—	مانکی شریف	۵۰
۱۸	جگر مراد آبادی	۱۹۶۰ء	۱۳۷۹ھ	مراد آباد	۵۲
۱۹	راشد برہانپوری	۱۹۶۰ء	۱۳۷۹ھ	کراچی	۵۴
۲۰	شاد بے پوری	۱۹۶۰ء	۱۳۸۰ھ	″	۵۶
۲۱	پیر محمد حسین شاہ	۱۹۶۰ء	۱۳۸۰ھ	علی پور	۵۸
۲۲	امجد حیدرآبادی	۱۹۶۱ء	۱۳۸۰ھ	حیدرآباد دکن	۶۰

۲۳	ہادی مچھلی شہری	۱۹۶۱ء	۱۳۸۱ھ	کراچی	۶۲
۲۴	مولوی عبدالحق	۱۹۶۱ء	۱۳۸۱ھ	"	۶۴
۲۵	محدث اعظم کچھوچھوی	۱۹۶۱ء	۱۳۸۱ھ	کچھوچھہ	۶۶
۲۶	مولانا عبدالقدیر حسرت صدیقی	۱۹۶۲ء	۱۳۸۱ھ	حیدرآباد دکن	۶۸
۲۷	شیر بنگال مولوی فضل الحق	۱۹۶۲ء	-	ڈھاکہ	۷۰
۲۸	مولانا سردار احمد قادری	۱۹۶۲ء	-	فیصل آباد	۷۲
۲۹	علامہ نیاز فتحپوری	۱۹۶۳ء	-	کراچی	۷۴
۳۰	حمید عظیم آبادی	۱۹۶۳ء	۱۳۸۳ھ	پٹنہ	۷۶
۳۱	خواجہ ناظم الدین	۱۹۶۴ء	-	ڈھاکہ	۷۸
۳۲	پروفیسر حامد حسن قادری	۱۹۶۴ء	۱۳۸۴ھ	کراچی	۸۰
۳۳	مولانا محمد یوسف کاندھلوی	۱۹۶۵ء	-	دہلی	۸۲
۳۴	مہر نقوی جے پوری	۱۹۶۶ء	-	کراچی	۸۴
۳۵	اسعد شاہجہانپوری	۱۹۶۶ء	۱۳۸۶ھ	"	۸۶
۳۶	مولانا شاہ مظہر اللہ	۱۹۶۶ء	-	دہلی	۸۸
۳۷	مفتی محمد عمر نعیمی	۱۹۶۶ء	-	کراچی	۹۰
۳۸	نواب میر عثمان علی خاں	۱۹۶۷ء	-	حیدرآباد دکن	۹۲
۳۹	مولانا عبدالسلام باندوی	۱۹۶۸ء	۱۳۸۷ھ	کراچی	۹۴
۴۰	ڈاکٹر ایم۔ ایم۔ احمد	۱۹۶۸ء	۱۳۸۸ھ	مکہ مکرمہ	۹۶
۴۱	استاد قمر جلالوی	۱۹۶۸ء	۱۳۸۸ھ	کراچی	۹۸
۴۲	مخدوم محی الدین	۱۹۶۹ء	-	حیدرآباد دکن	۱۰۰
۴۳	سید قاسم رضوی	۱۹۷۰ء	-	کراچی	۱۰۲
۴۴	شکیل بدایونی	۱۹۷۰ء	-	بمبئی	۱۰۴
۴۵	مولانا عبدالحامد بدایونی	۱۹۷۰ء	۱۳۹۰ھ	کراچی	۱۰۶
۴۶	مولانا ضیاء القادری	۱۹۷۰ء	-	"	۱۰۸
۴۷	سلیمان اریب	۱۹۷۰ء	-	حیدرآباد دکن	۱۱۰
۴۸	مولانا عبدالغفور ہزاروی	۱۹۷۰ء	-	ہزارہ	۱۱۲
۴۹	مولانا قاری غلام رسول قادری	۱۹۷۱ء	۱۳۹۱ھ	کراچی	۱۱۴
۵۰	مولانا غلام معین الدین نعیمی	۱۹۷۱ء	۱۳۹۱ھ	لاہور	۱۱۶

۵۱	مفتی احمد یار خان نعیمی	۱۹۷۱ء	-	گجرات	۱۱۸
۵۲	سراج الدین ظفر	۱۹۷۲ء	-	کراچی	۱۲۰
۵۳	علامہ درد کاکوروی	۱۹۷۲ء	۱۳۹۲ھ	"	۱۲۲
۵۴	علامہ تمنا عمادی	۱۹۷۲ء	۱۳۹۲ھ	ڈھاکہ	۱۲۴
۵۵	حفیظ ہوشیارپوری	۱۹۷۲ء	-	لاہور	۱۲۶
۵۶	مفتی مسعود علی قادری	۱۹۷۳ء	۱۳۹۳ھ	کراچی	۱۲۸
۵۷	مظہر خیری	۱۹۷۳ء	-	"	۱۳۰
۵۸	راجہ صاحب محمود آباد	۱۹۷۳ء	-	لندن	۱۳۲
۵۹	چودھری خلیق الزماں	۱۹۷۳		کراچی	۱۳۴
۶۰	علامہ رشید ترابی	۱۹۷۳ء	۱۳۹۳ھ	کراچی	۱۳۶
۶۱	پیر صاحب گولڑہ شریف	۱۹۷۴ء	-	گولڑہ شریف	۱۳۸
۶۲	ممتاز حسن	۱۹۷۴ء	۱۳۹۴ھ	کراچی	۱۴۰
۶۳	جناب نورالامین	۱۹۷۴	-	کراچی	۱۴۲
۶۴	بہزاد لکھنوی	۱۹۷۴ء	۱۳۹۴ھ	کراچی	۱۴۴
۶۵	نواب صدیق علی خاں	۱۹۷۴ء	-	"	۱۴۶
۶۶	ڈاکٹر محمود حسین خاں	۱۹۷۵ء	-	"	۱۴۸
۶۷	شورش کاشمیری	۱۹۷۵ء	-	لاہور	۱۵۰
۶۸	محوی صدیقی لکھنوی	۱۹۷۵ء	۱۳۹۵ھ	بھوپال	۱۵۲
۶۹	ذکی کیفی	۱۹۷۵ء	۱۳۹۵ھ	لاہور	۱۵۴
۷۰	پیر سید عبدالقادر گیلانی	۱۹۷۶ء	۱۳۹۶ھ	کراچی	۱۵۶
۷۱	قاری احمد پیلی بھیتی	۱۹۷۶ء	۱۳۹۶ھ	"	۱۵۸
۷۲	مفتی محمد شفیع عثمانی	۱۹۷۶ء	۱۳۹۶ھ	"	۱۶۰
۷۳	مولانا محمد یوسف بنوری	۱۹۷۷ء	-	"	۱۶۲
۷۴	ابراہیم جلیس	۱۹۷۷ء	۱۳۹۷ھ	"	۱۶۴
۷۵	ابن انشاء	۱۹۷۸ء	۱۳۹۸ھ	لندن	۱۶۶
۷۶	ڈاکٹر محمد احسن فاروقی	۱۹۷۸ء	-	کراچی	۱۶۸
۷۷	سیدہ عروج مظہر	۱۹۷۸ء	-	"	۱۷۰
۷۸	ماہر القادری	-	۱۳۹۸ھ	مکہ مکرمہ	۱۷۲

نمبر	نام	عیسوی	ہجری	مقام	صفحہ
۷۹	مولانا ابوالبرکات قادری	۱۹۷۸ء	-	لاہور	۱۷۴
۸۰	باباذہین شاہ تاجی	۱۹۷۸ء	-	کراچی	۱۷۶
۸۱	سید آلِ رضا	۱۹۷۸ء	۱۳۹۸ھ	"	۱۷۸
۸۲	صوفی غلام مصطفےٰ تبسم	۱۹۷۸ء	۱۳۹۸ھ	لاہور	۱۸۰
۸۳	قلندر بابا اولیاؒ	۱۹۷۹ء	-	کراچی	۱۸۲
۸۴	خواجہ خان محمد تونسوی	۱۹۷۹ء	-	تونسہ شریف	۱۸۴
۸۵	مولانا ابوالاعلیٰ مودودی	۱۹۷۹ء	۱۳۹۹ھ	لاہور	۱۸۶
۸۶	مولانا عارف اللہ شاہ قادری	-	۱۳۹۹ھ	راولپنڈی	۱۸۸
۸۷	رازق الخیری	۱۹۷۹ء	-	کراچی	۱۹۰
۸۸	مولانا حامد علی خان	۱۹۸۰ء	-	ملتان	۱۹۲
۸۹	اطہر نفیس	۱۹۸۰ء	۱۴۰۱ھ	کراچی	۱۹۴
۹۰	مولانا احتشام الحق تھانوی	۱۹۸۰ء	-	"	۱۹۶
۹۱	ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی	۱۹۸۱ء	-	"	۱۹۸
۹۲	خواجہ قمرالدین سیالوی	-	۱۴۰۱ھ	سیال شریف	۲۰۰
۹۳	اختر الحامدی	۱۹۸۱ء	۱۴۰۱ھ	حیدرآباد سندھ	۲۰۲
۹۴	طرفہ قریشی	۱۹۸۱ء	۱۴۰۱ھ	ناگپور	۲۰۴
۹۵	مولانا ضیاء الدین مدنی	۱۹۸۱ء	-	مدینہ منورہ	۲۰۶
۹۶	مفتی محمد محمود	۱۹۸۱ء	۱۴۰۱ھ	ڈیرہ اسمٰعیل خان	۲۰۸
۹۷	مولانا مصطفےٰ رضا خان قادری	۱۹۸۱ء	۱۴۰۲ھ	بریلی	۲۱۰
۹۸	اصغر گورکھپوری	۱۹۸۱ء	-	کراچی	۲۱۲
۹۹	جوش ملیح آبادی	۱۹۸۲ء	۱۴۰۲ھ	اسلام آباد	۲۱۴
۱۰۰	احسان دانش	۱۹۸۲ء	۱۴۰۲ھ	لاہور	۲۱۶
۱۰۱	خدیجہ مستور	۱۹۸۲ء		لندن	۲۱۸
۱۰۲	مفتی محمد عبداللہ نعیمی	۱۹۸۲ء	۱۴۰۲ھ	کراچی	۲۲۰
۱۰۳	رئیس فروغ	۱۹۸۲ء	-	"	۲۲۲
۱۰۴	ڈاکٹر شیخ محمد ابراہیم خلیل	۱۹۸۲ء	-	حیدرآباد سندھ	۲۲۴
۱۰۵	ظہور الحسن بھوپالی	۱۹۸۲ء	۱۴۰۲ھ	کراچی	۲۲۶
۱۰۶	پیر سائیں گل حسن صدیقی	"	۱۴۰۲ھ	لواری شریف	۲۲۸

۱۰۷	نازش مراد آبادی	۱۹۸۲ء	۱۴۰۲ھ	کراچی	۲۳۰
۱۰۸	شیرِ کشمیر شیخ عبداللہ	۱۹۸۲ء	-	کشمیر	۲۳۲
۱۰۹	حفیظ جالندھری	۱۹۸۲ء	۱۴۰۲ھ	لاہور	۲۳۴
۱۱۰	ساغر نظامی	۱۹۸۳ء	-	دہلی	۲۳۶
۱۱۱	قاری مصلح الدین صدیقی	۱۹۸۳ء	۱۴۰۳ھ	کراچی	۲۳۸
۱۱۲	شرافت نوشاہی	۱۹۸۳ء	-	گجرات	۲۴۰
۱۱۳	اختر حسین	۱۹۸۳ء	۱۴۰۳ھ	کراچی	۲۴۲
۱۱۴	مولانا نیر مدنی	۱۹۸۳ء	۱۴۰۳ھ	"	۲۴۴
۱۱۵	سلیم احمد	۱۹۸۳ء	۱۴۰۳ھ	"	۲۴۶
۱۱۶	ڈاکٹر محمد ایوب قادری	۱۹۸۳ء	۱۴۰۳ھ	"	۲۴۸
۱۱۷	حفیظ الرحمٰن خان بدر	۱۹۸۴ء	-	کھام گاؤں	۲۵۰
۱۱۸	افسر صدیقی امروہوی	۱۹۸۴ء	۱۴۰۴ھ	کراچی	۲۵۲
۱۱۹	خواجہ عبدالغفور	۱۹۸۴ء	-	حیدرآباد دکن	۲۵۴
۱۲۰	مولانا محمد شفیع اوکاڑوی	۱۹۸۴ء	-	کراچی	۲۵۶
۱۲۱	سردار علی صابری	۱۹۸۴ء	-	"	۲۵۸
۱۲۲	نازش حیدری	۱۹۸۴ء	۱۴۰۴ھ	"	۲۶۰
۱۲۳	محمد سرفراز خاں	۱۹۸۴ء	۱۴۰۵ھ	"	۲۶۲
۱۲۴	مرزا ظفر الحسن	۱۹۸۴ء	۱۴۰۵ھ	"	۲۶۴
۱۲۵	فیض احمد فیض	۱۹۸۴ء	۱۴۰۵ھ	لاہور	۲۶۶
۱۲۶	استاد دامن	۱۹۸۴ء	۱۴۰۵ھ	"	۲۶۸
۱۲۷	مفتی برہان الحق قادری	۱۹۸۴ء	۱۴۰۵ھ	جبل پور	۲۷۰
۱۲۸	سید حسین امام	۱۹۸۵ء	۱۴۰۵ھ	کراچی	۲۷۲
۱۲۹	ڈاکٹر موسیٰ عبدالرحمٰن صدیقی	۱۹۸۵ء	۱۴۰۵ھ	"	۲۷۴
۱۳۰	غلام علی الانہ	۱۹۸۵ء		"	۲۷۶
۱۳۱	مولانا غلام رسول گوہر	۱۹۸۵ء	۱۴۰۵ھ	قصور	۲۷۸
۱۳۲	مولانا سعید احمد اکبرآبادی	۱۹۸۵ء	-	کراچی	۲۸۰
۱۳۳	حافظ محمد یوسف دہلوی	۱۹۸۵ء	۱۴۰۵ھ	دہلی	۲۸۲
۱۳۴	مفتی محمد خلیل خاں برکاتی	۱۹۸۵ء	۱۴۰۵ھ	حیدرآباد سندھ	۲۸۴

"میرِ مجلس بابا یوسف شاہ صاحب تاجی"

۱۳۶۶ھ

مولانا عبدالکریم شاہ قادری المعروف "حضرت غوث محمد بابا یوسف شاہ تاجی ۱۸۸۰ء میں جے پور انڈیا میں پیدا ہوئے درسِ نظامی امامِ اہلسنّت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان قادری فاضلِ بریلوی سے حاصل کی۔ اعلیٰحضرت نے کئی علوم و فنون سے مستفید فرمایا شاہ محی الدین نیازی نے آپ کی دستار بندی کی۔

۱۹۱۶ء میں حضرت مولانا سید عبدالحکیم لکھنوی ثم کاموی سے اجمیر شریف میں صابریہ چشتیہ سلسلہ میں بیعت کی انہی کے حکم سے تاج الاولیا حضرت بابا تاج الدین ناگپوری کی خدمت میں حاضر ہوئے تاج بابا کی اک نگاہ سے آپ کی حالت بدل گئی ذہن اور قلب انوارِ علم و معرفت اور اسرارِ باطنی سے معمور اور منور ہو گئے آپ رضائے الہیٰ اور عشقِ رسول میں فنا ہو گئے بابا نے آپ کو یوسف شاہ تاجی کا لقب بخشا ان کے حکم پر کاٹھیاواڑ، یوپی، راجستھان وغیرہ کا سفر کیا اور رشد و ہدایت، علم و عرفان اور وحدت و اخوت کی شمعیں روشن کیں بے شمار علماء، دانشور، روسا اور وزراء آپ سے بیعت ہو کر یوسفی کہلانے لگے۔

حضرت بابا یوسف شاہ تاجی نے اپنی حیات مبارکہ میں حضرت بابا ذہین شاہ تاجی کو اپنا جانشین مقرر فرما دیا تھا قیام پاکستان کے بعد کراچی تشریف لائے لیکن چند روز بعد ہی ۸ اکتوبر ۱۹۴۷ء مطابق یکم ذی الحجہ ۱۳۶۶ھ کو وصال فرمایا۔ آپ کی خانقاہ یوسفیہ تاجیہ مرجعِ خلائق ہے۔

آپ کی تصانیف میں مثنوی اسرارِ تاج، تاج الاولیاء اور رسالہ ثمرِ عشق (فارسی) شامل ہیں۔

○

لے گئی آخر انہیں بھی گردشِ لیل و نہار
جن کے دم سے معرفت کے گلستاں میں تھی بہار

وہ شریعت ہو طریقت ہو حقیقت یا سلوک
تھی ہر اک عنوان سے ان کی فضیلت آشکار

اُن پہ "تاج الاولیاء" کی تھی نگاہِ مہرباں
جن کے سجادہ نشیں تھے حضرتِ والا تبار

تھے کئی عالم، مشائخ، رہنما اُن کے مرید
اولیائے معتبر میں ان کا ہوتا تھا شمار

اُن کا اے صابرؔ ملا ہے سالِ رحلت غیب سے
"زہرۂ فردوس یوسف شاہ تاجی باوقار"

۱۹۴۷ء

رہنمائے قوم محبِّ دانا قائدِ اعظم محمّد علی جناح

۱۹۴۸ء

محمد علی جناح نام اور قائد اعظم قوم کا بخشا ہوا خطاب تھا۔ ۲۵ دسمبر ۱۸۷۶ء کو کراچی میں پیدا ہوئے ان کے والد جناح پونجا ممتاز تاجر تھے۔ سولہ سال کی عمر میں سندھ مدرسہ سے میٹرک کیا اور اعلیٰ تعلیم کے لئے انگلستان چلے گئے وہاں سے بیرسٹری پاس کر کے وطن آئے اور بمبئی میں وکالت شروع کی۔ اس زمانے میں ہمارے ملک پر انگریز حکمران تھے۔

قائد اعظم کے دل میں قوم کا درد تھا مسلمانوں کی سب سے بڑی جماعت مسلم لیگ کے صدر منتخب ہوئے ہندوستانی مسلمانوں کو متحد کیا اور آزادی حاصل کرنے کے لئے ان میں نئی روح پھونکی قائد کے جذبۂ خلوص دیانت داری اور ہمت کے سبب ملک کے تمام مسلمانوں نے ان کا ساتھ دیا۔

۲۳ مارچ سنہ ۱۹۴۰ء میں لاہور کے تاریخی جلسہ میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی اور ۱۴ اگست سنہ ۱۹۴۷ء کو پاکستان کا قیام عمل میں آیا۔ قائد اعظم اس کے پہلے گورنر جنرل ہوئے محنتِ شاقہ اور مصروفیات کے باعث ان کی صحت خراب رہنے لگی۔ اور وہ صرف ایک سال بعد ۱۱ ستمبر سنہ ۱۹۴۸ء کو ملت مسلمہ کو سوگوار چھوڑ کر داعیِ جنت ہوئے۔

کراچی میں ان کا خوبصورت مزار ہے۔

○
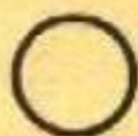
کر گئے ہیں آج قائد انتقال
ملک و ملّت کا انھیں غمخوار لکھ

تھی غلامی سے انھیں نفرت بہت
حرّیت کے تھے علمبردار لکھ

ان کے دامن پر کوئی دھبّہ نہ تھا
واقعی تھے صاحبِ کردار لکھ

آج تک قائم ہے جس کی آب و تاب
ہیں وہ ایسا اِک دُرِ شہوار لکھ

فکر ہے صابرؔ اگر تاریخ کی
قائدِ اعظم تھے نیکو کار لکھ

۱۹۴۸ء

عزّتِ مُلک علّامہ شبیّر احمد عثمانی

۱۹۴۹ء

شیخ الاسلام علّامہ شبیر احمد عثمانی ۱۸۸۹ء مطابق ۱۳۰۵ھ میں یوپی کے شہر بجنور میں ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ دارالعلوم دیوبند سے فقہ، حدیث، فلسفہ، منطق اور ادب کی تعلیم حاصل کی آپ کے اساتذہ میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن اسیر مالٹا بھی تھے علامہ عثمانی نے دیوبند میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ دیوبند اس وقت کانگریس کا گڑھ تھا لیکن علّامہ کی ذات وہ واحد شخصیت تھی جو مسلم لیگ کی حامی تھی۔

علّامہ نے ۱۹۱۱ء میں جنگ بلقان و طرابلس کے موقع پر سیاست میں حصہ لینا شروع کیا تحریک خلافت میں بھی نمایاں خدمات انجام دیں۔ ۱۹۴۲ء میں مسلم لیگ میں شامل ہو کر سرحد کے ریفرنڈم میں سرگرمی سے حصّہ لیا قیام پاکستان کے بعد پرچم کشائی کی تقریب آپکے ہاتھوں انجام پائی۔ علّامہ عثمانی پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کے رکن بھی تھے قرارداد مقاصد کا مسودہ تیار کر کے دستور ساز اسمبلی میں پیش کیا۔

علّامہ نے بہت سی کتابیں لکھیں تراجم کئے اور قرآن پاک کی تفسیر بھی لکھی۔ آپ کی تصانیف میں۔ فتح مسلم العقل و نقل، معجزات و کرامات اور اسلام اور معجزات۔ تمام عالم اسلام کے لئے سرمایہ حیات ہیں۔ قائدِ اعظم کی نماز جنازہ علّامہ عثمانی نے پڑھائی تھی۔ علّامہ کراچی میں ایم اے قریشی کے اصرار پر آرٹس کالج کے احاطہ کے قریب سکونت پذیر تھے۔

۱۳ دسمبر ۱۹۴۹ء کو بھاولپور میں انتقال ہوا آپ کا جسد خاکی کراچی لایا گیا اور اسلامیہ کالج کے احاطہ میں تدفین ہوئی۔
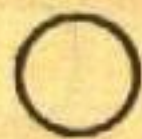
آہ وہ بھی ہو گئے اب راہیِ ملکِ عَدَم
جن سے روشن تھا اندھیروں میں چراغِ آگہی

آپکے سارے مشاغل خدمتِ دینی رہے
آپ نے لکھی کلامِ پاک کی تفسیر بھی

آپنے روشن کیا دُنیا میں نامِ دیوبند
قابلِ تقلید ہے سب کے لئے یہ روشنی

قائدِ اعظم ہوں یا ہوں قائدِ ملّت شہید
سب کے دل میں آپ کی بے انتہا توقیر تھی

جستجو تاریخ کی صابرؔ ہوئی تو غیب سے
"رشکِ فردوسِ بریں علّامہ عثمانی" ملی

۱۹۴۹ء

"خداشناس سیمابؔ اکبر آبادی"

۱۳۷۰ھ

سید عاشق حسین نام اور سیمابؔ تخلص تھا ۱۸۸۰ء کو آگرہ میں پیدا ہوئے حضرت داغ دہلوی سے فیضِ تلمذ حاصل کیا۔ ساری عمر گلشنِ شعر و سخن کی آبیاری کی آپ کے ہزاروں شاگرد ہیں بیشتر کا شمار اساتذہ میں ہوتا ہے۔

ڈاکٹر اقبال علامہ سیمابؔ اکبر آبادی کے ہمعصر اور مداح تھے علامہ کو تصنیف و تالیف کا بے حد شوق تھا تقریباً دو سو نوے کتابیں تصنیف کیں۔ ان کے شعری مجموعوں میں نظموں کا مجموعہ "کارِ امروز" بھی شامل ہے علامہ سیمابؔ اکبر آبادی نے ۱۹۳۰ء میں بمبئی (بھارت) سے علمی، ادبی اور تہذیبی رسالہ ماہنامہ "شاعر" جاری کیا تھا جو آج بھی ان کے نبیرہ افتخار امام صدیقی کی زیرِ ادارت جاری ہے اس کا شمار بھارت کے موقر جرائد میں ہوتا ہے۔

قیامِ پاکستان کے بعد علامہ سیمابؔ اکبر آبادی کراچی میں سکونت پذیر ہو گئے تھے اور یہیں ۱۹۵۱ء مطابق ۱۳۷۰ھ میں وفات پائی۔

○
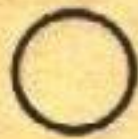
چل بسے جانشینِ حضرتِ داغ
اب کہاں فکر و فن میں اُن کا جواب

اُن کے شاگرد بھی بنے اُستاد
جن کی تعداد کا نہیں ہے حساب

اُن کے ہمعصر ڈاکٹر اقبال
ان کو کہتے تھے علم کا مہتاب

اُن کا ہر شعر، شرحِ علمِ جمال
ہر غزل ان کی اک جہانِ شباب

اُن کی عظمت ہو اور کیا صابرؔ
"آج تاباں ہیں خلد میں سیمابؔ"

۱۳۷۰ ھ

"ہادیِ انام فضل الحسن حسرت موہانی"

۱۹۵۱ء

مولانا حسرت موہانی کا نام سید فضل الحسن اور حسرت تخلص تھا ۱۸۷۵ء میں قصبہ موہان ضلع اناوہ (یوپی) میں پیدا ہوئے ۱۹۰۳ء میں علیگڑھ یونیورسٹی سے بی اے کیا اور رسالہ "اردوئے معلیٰ" جاری کیا مولانا حسرت اردو۔ فارسی عربی اور انگریزی میں کامل عبور رکھتے تھے۔ نثر نگاری اور نظم و تحریر و تقریر میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ حق گوئی اور بے باکی میں اپنی مثال آپ تھے۔ علم و ادب کی خدمت کے ساتھ ساتھ سیاست میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ متعدد بار قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں آپ کا شمار تحریک آزادی کے صف اوّل کے مجاہدین میں ہوتا ہے۔

مولانا حسرت موہانی کو دین سے بھی بے حد لگاؤ تھا۔ مولانا عبدالوہاب فرنگی محلی سے بیعت تھے گیارہ مرتبہ حج کئے اور مدینہ طیبہ کی زیارت کی حضور غوث الاعظم دستگیر کے شیدائی تھے۔ آپ کے کلام نعت۔ مناقب اور غزلیات کے کئی مجموعے شائع ہوئے۔

مولانا حسرت موہانی نے مسلم لیگ کے وفد کے رکن کی حیثیت سے فلسطین کانفرنس میں ہندوستانی مسلمانوں کی نمائندگی کی۔ قائداعظم کو آپ پر مکمل اعتماد تھا اور وہ آپ کی رائے کو ملحوظ رکھتے تھے۔

۱۳ مئی ۱۹۵۱ء مطابق ۱۳۷۰ھ لکھنؤ میں انتقال فرمایا اور اپنے پیرو مرشد مولانا عبدالوہاب فرنگی محلی کے قریب دفن کیے گئے

چل ہی دئے وہ ہنستے ہنستے
اِس دنیا سے سوئے جنّت

شعر و سخن پر اُن کا قبضہ
راہنمائے راہِ سیاست

اُن کی غزل میں دو ہی عنصر
رنگِ سیاست رنگِ محبّت

فکر میں اُن کی رنگِ شوخی
شعر میں اُن کے رنگِ حقیقت

سالِ رحلت کہدے صابرؔ
زاہد حسرت زاہد حسرت

۱۳۷۰ھ

"سرکار پیر جماعت علی شاہ علی پوری"

۱۹۵۱ء

امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری ۱۸۴۵ء میں علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے مولانا عبدالوہاب امرتسری، مولانا غلام قادر بھیروی مولانا فیض الحسن سہارنپوری ۔ مولانا محمد علی ندوی سے علوم عقلیہ نقلیہ میں دسترس حاصل کی پھر حضرت شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی کی خدمت میں حاضر ہو کر اوراد و وظائف کی اجازت حاصل کی حضرت بابا فقیر محمد چوراہی سے خلافت پائی ۔ پیر و مرشد کے فیوض سے آپ کا سلسلہ برصغیر ہندوستان کے علاوہ برما ۔ کابل، سعودی عرب، افغانستان تک پھیلا ، دربار رسالت کے کنجی بردار آغا خلیل، نادر شاہ والیٔ افغانستان، نظام دکن، علامہ اقبال، چودھری غلام عباس اور مولانا ظفر علی خان آپ کے عقیدت مند تھے ۔

محدث علی پوری نے ۱۹۰۸ء میں مرزا غلام احمد قادیانی کو دعوت مباہلہ دی مگر وہ مقابلہ میں نہ آیا ۔ ۱۹۱۰ء میں ترکی کے خلیفہ سلطان عبدالحمید خان کی درخواست پر حجاز ریلوے لائن کی تعمیر کے لئے اپنے مریدین کی طرف سے چھ لاکھ روپے کی امداد کی ۔ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے لئے نواب وقار الملک کو تین لاکھ روپے مرحمت فرمایا ۔ تحریک خلافت میں مولانا شوکت علی کی اپیل پر لاکھوں روپے چندہ دیا ۔ ۱۹۳۵ء میں شہید گنج تحریک کے موقع پر بادشاہی مسجد لاہور سے پانچ لاکھ مسلمانوں کے برہنہ تلواروں کے جلوس کی قیادت کی ، انگریز آپ سے بے حد خائف تھے کبھی آپ کو صوبہ سرحد بدر کیا جاتا کبھی بلوچستان میں داخلہ پر پابندی ہوتی ۔ قوم نے امیر ملت کے خطاب سے نوازا ۔ تحریک پاکستان میں قائد اعظم سے بھرپور تعاون کیا ۔ ۱۹۴۶ء میں ہندوستان کے اکثریتی فرقے اہل سنت کی آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کی صدارت کی اور اپنے لاکھوں مریدین کو مسلم لیگ سے تعاون کرنے کا حکم دیا ۔ جس کا اعتراف قائد اعظم اور قائد ملت نے بھی کیا ہے ۔

۳۱ اگست ۱۹۵۱ء مطابق ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۷۰ھ ، ایک سو سال سے زائد عمر میں وصال فرمایا ۔ علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ میں آپ کا خوبصورت مزار ہے ۔

ہوئے آج راہی وہ خُلدِ بریں کو
علی پور کے تھے جو معروف صوفی

اِدھر پیشوا تھے وہ دینِ ھُدیٰ کے
اُدھر رہنما بھی تھے وہ اک سیاسی

تھی اُن کی بہت ہی پرستارِ ملّت
نہ کیوں ہوتے پھر اُن سے لرزاں فرنگی

کسی طرح چمکے مسلماں کی قسمت
اگر کوئی دھن تھی انہیں تو یہی تھی

صدا آئی باغِ جناں سے یہ صابرؔ
"جماعت علی شاہ پیرِ حقیقی"

۱۳۷۰ھ

"بندۂ کامران نوابزادہ لیاقت علی خاں"

۱۹۵۱ء

یکم اکتوبر ۱۸۹۵ء میں مشرقی پنجاب کے شہر کرنال میں پیدا ہوئے ان کے والد رستم علی خان مشہور نواب تھے علی گڑھ یونیورسٹی سے بی اے اور آکسفورڈ یونیورسٹی سے ایم اے کیا۔ انگلینڈ سے قانونی ڈگری حاصل کی ۱۹۲۲ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کی رکنیت اختیار کی۔ ۱۹۳۶ء میں مسلم لیگ کے جنرل سکریٹری ہوئے آزادی سے قبل ہندوستان کی عبوری حکومت کے وزیر خزانہ رہے۔ قائد اعظم نے انھیں اپنا دست راست قرار دیا اور وہ آزادی کی جد وجہد میں مصروف رہے۔

قیام پاکستان کے وقت قائدِ ملت کو ملک کا پہلا وزیر اعظم مقرر کیا گیا۔ انہیں ملک کی عظمت بجد عزیز تھی۔ ۱۶، اکتوبر ۱۹۵۱ء کو راولپنڈی کے جلسۂ عام میں تقریر کے آغاز پر سید اکبر نامی ایک شخص نے ان پر دو فائر کر دئے انہوں نے کلمۂ طیبہ کا ورد کیا اور ہمیشہ کے لئے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ ان کی زبان پر آخری الفاظ تھے کہ خدا پاکستان کی حفاظت کرے۔

کراچی میں مزارِ قائد اعظم کے احاطہ میں دفن کئے گئے۔

○

جس نے بھی یہ سنا ہے سکتے میں آگیا ہے
پنڈی سے آنے والی ہے میّتِ لیاقت

پہلے وزیر اعظم تھے آپ مملکت کے
اہلِ وطن نے بخشا یہ درجۂ شہادت

بیشک وہ ملک کے اک بے لوث رہنما تھے
ان کو عزیز تر تھی ارضِ وطن کی عظمت

کلمہ کے بعد ان کے لب پہ تھا وقتِ آخر
پروردگار فرما اس ملک کی حفاظت

سالِ وفات ان کا صابرؔ یہی بجا ہے
"ہیں شمعِ طور زیبِ جنت شہیدِ ملت"

۱۹۵۱ء

"ادیب والاجاہ حضرت علامہ سید سلیمان ندوی"

۱۹۵۳ء

علامہ سید سلیمان ندوی ۲۲ نومبر سنہ ۱۸۸۴ء مطابق ۲۳ صفر سنہ ۱۳۰۲ھ کو بمقام دسینہ ضلع پٹنہ بہار میں پیدا ہوئے ندوۃ العلماء لکھنؤ میں تعلیم پائی اور وہیں استاد مقرر ہو گئے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی سے بیعت ہوئے اور خلافت پائی۔ علامہ شبلی ان کے استاد تھے ان کے انتقال کے بعد ان کے جانشین بنائے گئے دار المصنفین کا کام سنبھالا سنہ ۱۹۵۰ء میں پاکستان آ گئے۔ علامہ شبلی نعمانی کی طرح علامہ سید سلیمان ندوی کو بھی تاریخ اور ادب سے خاص لگاؤ تھا۔ انہوں نے سیرت سوانح۔ مذہب زبان و ادب کے مسائل پر تحقیقی کام کیا ہے انہوں نے ماہنامہ معارف جاری کیا اور اس کے ذریعہ دین و ادب کی خدمت کی۔

علامہ سید سلیمان ندوی بلند پایہ عالم مورخ، مصنف اور مدبر تھے انہوں نے علامہ شبلی کی تصانیف مکمل کیں اور ان کے کام کو جاری رکھتے ہوئے اسے خوب ترقی دی۔ ان کی تحریر سادگی، پختگی اور علمیت سے مرصع ہوتی تھی۔ ان کی تصانیف میں سیرت النبی حصہ سوم تا ششم، خطبات مدراس، عرب و ہند کے تعلقات عربوں کی جہاز رانی، سیرت عائشہ، حیات شبلی، خیام اور نقوش سلیمانی شامل ہیں۔ علامہ کو شعر و سخن کا بھی ذوق تھا ان کا شعری مجموعہ "ارمغان سلیمان" کے نام سے شائع ہوا ہے۔

۲۲ نومبر سنہ ۱۹۵۳ء مطابق ۲۲ ربیع الاول سنہ ۱۳۷۳ھ کو کراچی میں انتقال فرمایا اور اسلامیہ کالج کے احاطہ میں علامہ شبیر احمد عثمانی کے قریب مدفون ہیں۔

○
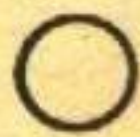
گئے مایۂ نازِ عالم جہاں سے
تھے مشہورِ عالم میں مولانا ندوی

خلیفہ تھے مولانا اشرف علی کے
رہے مہرباں اُن پہ علّامہ شبلی

موقّر جریدہ "معارف" تھا ان کا
حقیقت میں تھے وہ حقیقی صحافی

مورّخ، محقّق، مصنّف، مدبّر
ادب کا خزانہ تصانیف ان کی

صلہ اُن کی خدمات کا ہے یہ صابرؔ
ہیں درِ قصرِ جنّت سلیمان ندوی

۱۹۵۳ھ

"زبدۂ انام مولانا عبدالعلیمؒ صدیقی میرٹھی"

۱۳۷۴ھ

چودہویں صدی کے عظیم مفکرؒ مبلغِ اسلام مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی ۳ اپریل ۱۸۹۲ء مطابق ۱۵ رمضان ۱۳۱۰ھ کو میرٹھ میں پیدا ہوئے اٹاوہ ہائی اسکول سے میٹرک اور میرٹھ کالج سے بی اے کیا دارالعلوم عربیہ قومیہ سے درسِ نظامی کی تکمیل کی مولانا عبدالباری فرنگی محلی لکھنوی سے فیض علم حاصل کیا۔ ۱۹۱۹ء میں دنیائے اہل سنت کے امام اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان قادری فاضلِ بریلوی سے بیعت کی اور خلافت پائی۔ ان کے حکم پر بیرونی ممالک تبلیغ کے لئے تشریف لے گئے ۱۹۱۹ء سے ۱۹۵۴ء تک ساری دنیا کا سفر کیا یورپ، امریکہ اور افریقہ وغیرہ میں تبلیغ اسلام کی۔ بے شمار وکلاء، فلاسفر، ڈاکٹر، سائنس داں اور ہزاروں غیر مسلموں کو مشرف باسلام کیا۔ ۱۹۳۵ء میں مشہور انگریز مفکرؒ ڈاکٹر برنارڈ شا سے مناظرہ کیا

بیرونِ ممالک میں بے شمار مساجد، مکتب، کتب خانے، ہسپتال اور تبلیغی مرکز قائم کئے۔

مولانا بہترین خطیب اور ادیب تھے اردو انگریزی کی کئی کتابوں کے مصنف تھے۔

تحریکِ پاکستان میں بھرپور حصہ لیا۔ مسلم لیگ کی طرف سے عرب ممالک میں نمائندگی کی۔

۲۲ اگست ۱۹۵۴ء مطابق ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۷۴ھ کو مدینہ طیبہ میں وصال فرمایا

آپ کے تبلیغی مشن کے فرائض آپ کے صاحبزادہ مولانا شاہ احمد نورانی انجام دے رہے ہیں۔

○
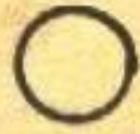
شاہ عبدالعلیم صدیقی
جاں نثارِ حبیبِ ربِّ انام

اعلیٰ حضرت کے نام پہ قرباں
غوثِ اعظم کے بندۂ بے دام

کی جہاں بھر میں دین کی تبلیغ
ہے جہاں بھر میں آج ان کا نام

مل گئی ہے جگہ مدینے میں
اس سے بہتر کہاں ہے کوئی مقام

ہے یہ صابرؔ وصال کی تاریخ
"نیک سیرت مبلغ اسلام"

۱۹۵۴ء

عالی جاہ خواجہ حسنؒ نظامی صاحب

۱۹۵۵ء

شمس العلماء حضرت خواجہ حسن نظامی ۲۵ دسمبر ۱۸۷۸ء کو بستی درگاہ نظام الدین دہلی میں پیدا ہوئے آپ حضرت نظام الدین اولیاء کے خاندان کے چشم و چراغ تھے آپکا سلسلۂ عقیدت برصغیر میں پھیلا ہوا تھا آپ کے رشد و ہدایت سے بے شمار لوگوں نے فیض حاصل کیا سینکڑوں غیر مسلموں نے آپکے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کیا آپکے مریدین و معتقدین میں ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی۔ امراء اور وزراء تک شامل تھے۔

حضرت خواجہ حسن نظامی کو زبان و بیاں پر ید طولیٰ حاصل تھا بے شمار کتابوں کے مصنف تھے اپنی تحریروں کے ذریعے اردو زبان میں چٹکلوں کا مزہ پیدا کیا۔ انسانی جذبات کی تصویر کھینچنے میں ماہر تھے اس لئے انہیں "مصورِ فطرت" کا لقب ملا۔ کئی رسائل و اخبارات نکالے اور برسوں اپنی زندگی کا روزنامچہ لکھتے رہے انگریزی دورِ حکومت میں ان کی ادبی خدمات کے پیشِ نظر شمس العلماء کے خطاب سے نوازا گیا۔

۱۹۵۵ء مطابق ۱۳۷۴ھ دہلی میں وصال فرمایا اور درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین میں دفن کئے گئے
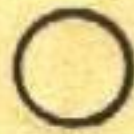
ہم ایسے پیشوا سے محروم ہوگئے ہیں
جاری تھا جن کا ہر سو لطفِ عمیم کہیے

صابر صدا یہ آئی سالِ وفات اُن کا
”خواجہ حسن نظامی طبعِ سلیم“ کہیے

۱۹۵۵

(۲)

وہ ہنستے ہنستے ان کا باتوں میں بات کہنا
آئیگی یاد برسوں حضرت کی خوش کلامی

کہتے ہیں حور و غلماں فردوس میں یہ صابر
ہیں آج زیبِ مجلس خواجہ حسن نظامی

۱۹۵۵

"یادِ ظفر علی خاں"

۱۹۵۶ء

بطلِ حریت مولانا ظفر علی خاں ۱۸۷۳ء میں ضلع سیالکوٹ کی تحصیل وزیر آباد کے قصبے "کوٹ مہرتھ" میں پیدا ہوئے مہاراجہ مہندر کالج پٹیالہ سے میٹرک علیگڑھ سے انٹر اور الہ آباد یونیورسٹی سے بی اے کیا۔ علیگڑھ کی طالب علمی کے زمانے میں علی برادران اور مولانا حسرت موہانی سے دوستانہ مراسم تھے علامہ شبلی نعمانی نے ان کے ادبی ذوق کو جلا بخشی۔

مولانا ظفر علی خاں کی ساری عمر مجاہدانہ سرگرمیوں میں گزری، عرصہ تک حیدر آباد دکن میں ملازمت کی ۱۹۲۰ء میں لاہور سے روزنامہ زمیندار جاری کیا۔ ۱۹۲۷ء میں مسلم لیگ میں شامل ہوئے آپ عظیم سیاسی رہنما قادر الکلام شاعر، مایۂ ناز ادیب، صفِ اوّل کے صحافی اور خطیب تھے۔ تقریر اور تحریر میں اعلیٰ پایہ کی مہارت رکھتے تھے۔ تراجم کے میدان میں فرد فرید تھے۔ کئی فارسی کتابوں کا ترجمہ کیا۔

تصانیف میں بہارستان، نگارستان اور چمنستان مشہور ہیں۔

۲۷ نومبر ۱۹۵۶ء کو لاہور میں انتقال فرمایا۔

○
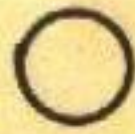
ہے غم بطلِ حرّیت یارو
سارا گلشن جو آج ویراں ہے

وہ صحافی وہ عالم و شاعر
اپنی نظروں سے آج پنہاں ہے

تھا وہ اک نامور خطیب و ادیب
اُس کی تحریر سے نمایاں ہے

تھے پرستار جو ہر و حسرت
اُس کا مدّاح ہر مسلماں ہے

شعر زندہ ہیں آج بھی اس کے
کہتے صابرؔ "ظفر علی خاں ہے"

۱۹۵۶ء

"آہ بندۂ حق وحشت کلکتوی"

۱۳۷۵ھ

سید رضا علی نام اور وحشت تخلص تھا۔ ۱۸؍ نومبر ۱۸۸۱ء ۲۵؍ ذی الحجہ ۱۲۹۸ھ کو کلکتہ میں پیدا ہوئے ان کے آباء واجداد دہلی سے کلکتہ آکر آباد ہو گئے تھے۔

حضرت وحشت کلکتوی نے ۱۹۰۸ء میں مدرسہ عالیہ کلکتہ سے انٹر پاس کیا۔ انہیں مطالعہ کا بے حد ذوق تھا آپ اعلیٰ استعداد کے مالک تھے ۱۹۲۷ء میں اسلامیہ کالج کلکتہ میں اردو اور فارسی کے پروفیسر مقرر ہوئے ان کی علمی و ادبی خدمات کے صلے میں ۱۹۳۱ء میں حکومت برطانیہ نے انہیں "خان بہادر" کے خطاب سے نوازا۔

حضرت وحشت ۱۵ سال کی عمر سے شعر و سخن کی طرف مائل ہوئے محمد مظہر الحق شمس سے فیضِ تلمذ حاصل کیا ان کی طبیعت کو مرزا غالب کا اندازِ بیان پسند تھا اس لئے انہوں نے یہی انداز اپنایا۔ انہیں تاریخ گوئی سے بھی دلچسپی تھی۔

حضرت وحشت کلکتوی کا دیوان "ترانۂ وحشت" مکتبہ جاوید لاہور سے طبع ہوا۔ ۱۹۵۶ء مطابق ۱۳۷۵ھ کو ڈھاکہ (مشرقی پاکستان) موجودہ بنگلہ دیش میں وفات پائی۔

○
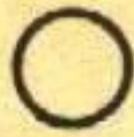
ہے یہی خدماتِ علمی کا صلہ
حشر تک روشن رہے گا اُن کا نام

طرزِ غالب کے تھے دلدادہ بہت
کیوں نہ حاصل ہو انھیں پھر وہ مقام

تھا کتب بینی کا ان کو ذوق و شوق
تا دمِ آخر رہے محوِ کلام

رحلتِ وحشت پہ دل نے یہ کہا
قطعۂ تاریخ کا ہو اہتمام

تعمیہ سے " آ " کے اے صابر کہو
انتقالِ وحشتِ شیریں کلام

۱۹۵۶ء

"گنجِ علم حضرت حیدؔ دہلوی"

۱۹۵۸ء

سید جلال الدین حیدر نام اور حیدؔ تخلص تھا۔ ۱۷ جنوری ۱۹۰۶ء کو دہلی میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم کے بعد مولوی کرامت علی سے عربی اور مولوی مرزا حیرت دہلوی سے فارسی پڑھی۔ ۱۳ سال کی عمر میں مشاعروں میں شرکت شروع کی، شعر و شاعری میں کسی سے اصلاح نہیں لی۔ قادر الکلامی اور خداداد صلاحیت کے سبب بے انتہا شہرت پائی۔ اربابِ علم و فن نے آپ کو "خیام الہند" کے لقب سے نوازا۔ غیر منقسم ہندوستان میں بھی ان کے تلامذہ کا دائرہ وسیع تھا۔ جن میں سے بے شمار اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں۔

قیام پاکستان کے بعد کراچی میں سکونت پذیر ہوئے۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے ممتاز شاگرد جناب انور دہلوی نے ان کے کلام "منظومات اور قطعات" کا مجموعہ "صبح الہام" کے نام سے مکتبۂ حیدری کراچی کے زیرِ اہتمام شائع کیا۔

خیام الہند حضرت حیدؔ دہلوی نے ۱۰ فروری ۱۹۵۸ء کو کراچی میں وفات پائی۔

○
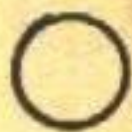
آہ اے خیامِ ہندوستان استادِ ادب
تیری رحلت کر گئی اہلِ سخن کو سوگوار

تیرے دم سے نور افشاں تھا چراغِ علم و فن
تیرے دم سے تھا میسّر فکر و فن کو افتخار

تو نے روشن کر دئے اس بزم میں کتنے چراغ
کتنے شاگردوں نے پایا تیرے فن سے اعتبار

وہ تیری بے ساختہ گوئی بھلا سکتا ہے کون
تیری برجستہ نگاری آج بھی ہے یادگار

چشمِ اہلِ فکر میں زندہ ہیں صابرؔ آج بھی
دیدۂ دلدادگاں حیدرؔ دہلوی ذی وقار

۱۹۵۸ء

سعیدِ ملک سردار عبدالرّب نشتر

۱۹۵۸ء

سردار نشتر ۱۳ جون ۱۸۹۹ء کو پشاور میں پیدا ہوئے پنجاب یونیورسٹی سے بی اے کیا علیگڑھ یونیورسٹی سے قانون کی ڈگری حاصل کی۔ آپ نسلاً پٹھان تھے اور کاکڑ قبیلے سے تعلق رکھتے تھے سیاسی سرگرمیوں کی وجہ سے جیل بھی گئے ۱۹۳۶ء میں قائداعظم نے انھیں مسلم لیگ کونسل کا ممبر منتخب کیا پھر وہ تا دمِ حیات مسلم لیگی رہے ۱۹۳۷ء سے ۱۹۴۳ء تک پنجاب صوبائی اسمبلی کے ممبر رہے ۱۹۴۳ء سے ۱۹۴۵ء تک صوبۂ سرحد میں مسلم لیگ وزارت کے وزیرِ خزانہ رہے۔ ۱۹۴۶ء میں کونسل آف اسٹیٹ کے منتخب ہوئے۔

سردار نشتر قیامِ پاکستان کے بعد ۱۹۴۷ء سے ۱۹۴۹ء تک وزیرِ مواصلات اور اس کے بعد ۱۹۵۱ء تک پنجاب کے گورنر رہے۔ لیاقت علی خان کی شہادت کے بعد مرکزی وزیرِ صنعت ہوئے مگر اختلاف کی وجہ استعفیٰ دیدیا اور پشاور چلے گئے قائداعظم اور شہیدِ ملت کے مخلص ساتھی اور ملک و قوم کے ہمدرد تھے

سردار نشتر کو شعر و سخن سے بھی والہانہ لگاؤ تھا کلام نعت اور غزل کہتے تھے۔ اربابِ سخن کے قدرداں تھے ۱۴ فروری ۱۹۵۸ء کو کراچی میں انتقال ہوا مزارِ قائدِ ملت کے قریب دفن کئے گئے۔

○
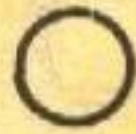
آج اخبار جو دیکھا تو قیامت ٹوٹی
ہائے یہ کیسی ہوئی صبح، منوّر افسوس

تھا جو آزادی کی تحریک کا مخلص قائد
چل دیا سوئے عدم آج وہ رہبر افسوس

حضرتِ قائدِ اعظم کا بہادر ساتھی
اب یہاں کوئی نہیں اس کے برابر افسوس

تھی جسے شعر و سخن علم و ادب سے رغبت
ہو گیا ہم سے جدا اب وہ سخنور افسوس

کہیے اے صابرِ دلگیر یہ تاریخِ وفات
"اب کہاں زیبِ ادب صورتِ اشتر افسوس"

۱۹۵۸ء

"طالب دین امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزاد"

۱۹۵۸ء

امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد کا نام محی الدین تھا ۱۸۸۸ء مطابق ۱۳۰۵ھ کو مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے ان کے والد مولوی خیر الدین نے ان کا تاریخی نام "فیروز بخت" (۱۳۰۵) رکھا تھا ابوالکلام ان کی کنیت اور آزاد تخلص تھا ۱۹۰۱ء میں صحافت کے میدان میں قدم رکھا ۔ ۱۵ سال کی عمر میں "لسان الصدق" کی ادارت کی ، ماہنامہ الہلال اور مخزن کے ساتھ بھی قلمی تعاون کیا ۔

مولانا آزاد ایک نادر روزگار شخصیت تھے اپنے وقت کے جید عالم ، بے مثال خطیب سحر طراز بلند پایہ ادیب اور برصغیر کے ممتاز سیاستداں تھے امام الہند کے لقب سے نوازے گئے شعر و سخن سے بھی دلچسپی تھی اور تاریخ گوئی میں بھی ماہر تھے کئی کتابوں کے مصنف تھے جن میں "غبار خاطر" مطبوعہ ۱۹۴۶ء کو امتیازی شان حاصل ہے ۔

مولانا ابوالکلام آزاد کے دل میں قوم و ملک کی خدمت کا جذبہ تھا ساری زندگی آل انڈیا کانگریس کے ممتاز ممبر رہے آخر زمانے میں بھارت میں وزیر تعلیم کے منصب پر فائز رہے ۔ ۱۹۵۸ء مطابق ۱۳۷۷ھ کو دہلی میں وفات پائی

○

ہائے ابوالکلام بھی دنیا سے چل بسے
عالی مقام بھی تھے وہ اور نیک نام بھی

ان کو امامِ ہند کا بخشا گیا لقب
رہبر کے ساتھ ساتھ تھے وہ اک امام بھی

تاریخ ہند میں ہیں جہاں اور تذکرے
اُن رہنماؤں میں ہے رقم ان کا نام بھی

ہے اختلافِ فکر تو اپنی جگہ مگر
ہے سب کے دل میں ان کا بہت احترام بھی

صابرؔ کہو یہ سالِ وفاتِ ابوالکلام
آزاد آج خلد میں ہیں مستِ جام بھی

۱۳۷۷ھ

"ھدیۂ شمس العلماء ڈاکٹر عمر داؤد پوتہ"

۱۹۵۹ء

سندھ کے ماہر لسانیات اور دانشور ڈاکٹر داؤد پوتہ ضلع دادو کے قصبہ ٹلٹی میں ۱۸۹۶ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد محمد داؤد پوتہ ایک غریب کسان تھے۔ عمر داؤد پوتہ کو تعلیم کا بے حد شوق تھا، لاڑکانہ اور نوشہرو فیروز کے مدارس میں تعلیم پانے کے بعد سندھ مدرسۃ الاسلام کراچی سے ۱۹۱۷ء میں میٹرک کیا اور صوبہ میں اول آئے۔ ۱۹۲۱ء میں ڈی جے کالج سے بی اے اور ۱۹۲۳ء میں بمبئی یونیورسٹی سے ایم اے کیا۔ ۱۹۲۴ء میں حکومت ہند نے وظیفہ دے کر اعلیٰ تعلیم کے لئے لندن یونیورسٹی بھیجا جہاں سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری لی اور سندھ مدرسۃ الاسلام کے پرنسپل ہو گئے۔

۱۹۳۸ء میں عربی، فارسی، اردو اور سندھی کے لئے "بورڈ آف اسٹڈیز" کے ممبر منتخب ہوئے ۱۹۳۹ء میں محکمہ تعلیم میں ڈائرکٹر ہوئے ۱۹۴۰ء میں ڈاکٹر عمر داؤد پوتہ کو شمس العلماء کا خطاب ملا۔ ڈاکٹر صاحب کا اہم کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے قیام پاکستان سے قبل ہی سندھ یونیورسٹی کا چارٹر منظور کرایا ۱۹۵۰ء سے ۱۹۵۶ء تک پبلک سروس کمیشن کے ممبر رہے۔ سندھی ادبی بورڈ کے جریدۂ مہران" کے مدیر رہے۔

ڈاکٹر داؤد پوتہ کی تصانیف میں سندھ کے عظیم صوفی دانشور شاہ عبد اللطیف بھٹائی، سید عبد الکریم اور مخدوم محمد زماں بولری شریف کی سندھی ابیات کے کلام کی اشاعت اور تصوّف کی کتاب منہاج العاشقین کی طباعت سے سندھی ادب کو بے حد تقویت پہنچی اور اسلامی رجحان کو فروغ ہوا۔ ڈاکٹر صاحب نے مقدمہ ابن خلدون کا ترجمہ سندھی میں بھی کیا۔ ۲۲ نومبر ۱۹۵۹ء کو وفات پائی۔

○
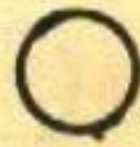
جو بھی دنیا میں رہا ہے پاک باطن پاک دل
بالیقیں جاتا ہے ایسا بندۂ رب خلد میں

جس کے قول و فعل میں ہوتا نہیں کوئی تضاد
بھیجتا ہے ربِ دو عالم اُسے جب خلد میں

منتظر تھے سارے دانشور عمر داؤد کے
ان سے مل کر شادماں ہو جائیں گے سب خلد میں

کہئیے اے صابر یہ تاریخ وفاتِ آنجناب
ہے عمر داؤد پوتا پاک تن اب خلد میں

۱۹۵۹ء

نقوشِ محمد امین الحسنات پیر مانکی شریف

۱۳۷۹ھ

جناب محمد امین الحسنات پیر مانکی شریف ۱۹۲۳ء میں مانکی شریف تحصیل نوشہرہ ضلع پشاور کے مشہور روحانی خانوادے میں پیدا ہوئے صرف ۱۱ سال کی عمر میں اپنے والد حضرت شاہ محمد عبدالرؤف پیر مانکی کے وصال کے بعد سجادہ نشین ہو کر روحانی قیادت سنبھالی۔ ۱۹۴۵ء میں مسلم لیگ سے وابستہ ہوئے آپ کی دعوت پر قائد اعظم نے پشاور اور مانکی شریف کا دورہ کیا۔

پیر صاحب مانکی شریف تحریک پاکستان کے ان مجاہدین میں تھے جنہوں نے ملک کی آزادی اور قیام پاکستان کے لئے بیش بہا خدمات انجام دیں صوبہ سرحد میں سرحدی گاندھی اور خان برادران کے زیر اثر عوام جو قیام پاکستان کے مخالف تھے پیر صاحب نے ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا آخر کار ان کا طلسم ٹوٹا اور ریفرنڈم میں مسلم لیگ کو شاندار کامیابی ہوئی۔ پیر مانکی شریف نے ۱۹۴۶ء میں غیر منقسم ہندوستان کے اہل سنت کی منعقدہ آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس میں بھی ایک وفد کے ساتھ شرکت کی اور نظریۂ پاکستان کی تائید میں قرارداد پاس کرکے سارے ملک میں اس کی حمایت میں دورے کئے۔

۱۹۵۲ء میں پیر مانکی شریف نے سرکاری وفد کے قائد کی حیثیت سے چین میں ہونے والی امن کانفرنس میں شرکت کی اور بھارتی وفد کی موجودگی میں کشمیر کے مسئلے پر پاکستانی موقف کی بڑی جرأت سے ترجمانی کی۔

پیر مانکی شریف ۵ رجنوری ۱۹۶۰ء کو کیمبل پور جاتے ہوئے کار کے حادثے میں شدید زخمی ہو گئے اور ۲۸ رجنوری ۱۹۶۰ء مطابق ۱۳۷۹ھ عالم جوانی میں صرف ۳۷ رسال کی عمر میں وصال فرماگئے آپ کے بعد آپ کے صاحبزادہ محمد روح الامین سجادہ نشین ہوئے۔

○

موجود تھے جہان میں جب پیر مانکی
چہرے پہ اُن کے نور تھا لیکن بہت لطیف

ملتا تھا ان کی بزم میں عشقِ نبی کا درس
خواب و خیال ہو گئی وہ محفلِ عفیف

ٹوٹا ہے اُن سے دشمنِ ارضِ وطن کا زور
حیران ہو کے رہ گئے ملّت کے سب حریف

تھی جستجو کہ قطعۂ تاریخ ہو رقم
آواز مجھکو غیب سے آئی ہے یہ خفیف

صابر ہے فکر کیا تمہیں کہئیے سنِ وفات
"بہجت مکان پیر میاں مانکی شریف"

۱۹۶۰ء

"آئینۂ حضرت جگر مراد آبادی"

۱۹۶۰ء

علی سکندر نام اور جگر تخلص تھا۔ ۱۸۹۰ء میں مراد آباد یوپی (انڈیا) میں پیدا ہوئے شاعری میں پہلے اپنے والد صاحب سے پھر حضرت داغ دہلوی سے ان کے انتقال کے بعد امیر اللہ تسلیم سے اصلاح لی۔ جگر صاحب غیر منقسم ہندوستان کے ممتاز اساتذہ میں شمار کئے جاتے تھے ان کا ترنم نہایت دلآویز تھا اور کلام بلاغت نظام کیف اور وارفتگی سے بھرپور ہوتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کے چپہ چپہ میں انکی شہرت تھی اور ان کی شرکت مشاعروں کی کامیابی کی ضامن سمجھی جاتی تھی۔

جگر صاحب ۵۷-۱۹۵۶ء میں پاکستان بھی تشریف لائے تھے کراچی کے شعراء نے ان کی بے حد پذیرائی کی اور کلام شاعر بزبان شاعر سے لطف اندوز ہوئے۔

حضرت جگر مراد آبادی کی شعری تخلیقات میں۔ داغِ جگر، شعلۂ طور، آتشِ گل، ادب میں قابلِ قدر اضافہ ہیں۔ جگر مراد آبادی کو حکومتِ ہند نے بڑے اعزازات سے نوازا تھا۔

حضرت جگر مراد آبادی نے ۱۹۶۰ء مطابق ۱۳۷۹ھ میں مراد آباد (بھارت) میں وفات پائی۔

○

ہوگئی خاموش ہند و پاک کی ہر انجمن
چل دیا اک شاعرِ شیریں زباں فردوس میں

داغؔ اور تسلیمؔ کے تھے آپ شاگردِ رشید
آج ہوں گے آپ ان کے درمیاں فردوس میں

ارضِ فانی کا مکاں چھوٹا تو یہ بدلہ ملا
مل گیا ہے ان کو صحنِ گلستاں فردوس میں

کیوں نہ ہوں اُن پر ہمیشہ رحمتوں کی بارشیں
ہے خداوندِ تعالیٰ مہرباں فردوس میں

آئی یہ آواز اے صابرؔ سنِ رحلت کہو
ہے مُحبِ حق جگرؔ کا آستاں فردوس میں

۱۳۷۹ھ

"شاعرِ جلیل القدر راشد برہانپوری"

۱۹۶۰ء

سید محمد مطیع اللہ نام اور راشد تخلص تھا ۱۸۹۹ء میں برہانپور (سی پی) کے صوفی خاندان میں پیدا ہوئے ان کا خانوادہ علمی اور روحانی سرچشمہ تھا آپ اسی سے فیضیاب ہوئے عربی، فارسی اور اُردو میں اعلیٰ صلاحیت کے مالک تھے شعر و سخن میں حضرت فخر الدین حاذق سے فیضِ تلمذ حاصل کیا۔ بیشمار حضرات حضرت راشد کے شاگرد ہو کر سی پی برار، خاندیش، مالوہ دکن اور بمبئی تک خدمتِ شعر و ادب میں مصروف ہو گئے۔

حضرت راشد برہانپوری زود گو اور برجستہ گو شاعر تھے تاریخ گوئی میں بھی کمال حاصل تھا اولیاء و مشائخ کی بیشتر تاریخیں احادیث اور آیاتِ قرآنی سے نکالیں آپ کی نثر بھی دلآویز اور شگفتہ ہوتی تھی پنجاب کے ہندو وزیرِ تعلیم کی اردو دشمنی کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اردو زبان کا تحفظ کیا۔ قیامِ پاکستان کے بعد کراچی میں آباد ہوئے اپنے کتب خانہ کا قیمتی سرمایۂ علم و ادب سندھ یونیورسٹی کو وقف کر دیا سندھ کے نامور مورخ پیر حسام الدین راشدی کی تحریک پر "تاریخ اولیائے سندھ" مرتب کی جو سندھ ادبی بورڈ کے اہتمام سے شائع ہونے والی اردو زبان کی پہلی کتاب ہے۔

ان کی تصانیف میں تذکرہ اولیائے سندھ، تذکرہ حضرت شاہ بھکاری، تحفۃ الرسل، ریاض الشہداء، جنگِ زرگری مشہور ہیں۔ ان کے صاحبزادہ سید حفیظ اللہ اسلم راشدی اور برادرزادہ سید محمد حبیب اللہ راشدی نے "بزمِ راشد" قائم کی جو شعر و ادب کی خدمات انجام دے رہی ہے حضرت راشد برہانپوری نے ۱۲ اپریل ۱۹۶۰ء مطابق ۱۹ شوال ۱۳۷۹ھ کو کراچی میں وفات پائی۔

○

چل بسے آہ حضرتِ راشد
تھے وہ سی پی برار کی عظمت

ذکر تاریخ گوئی کا کیا ہے
جملہ صنفِ سخن پہ تھی قدرت

ہیں تصانیف اُن کی سب شاہد
کی ہے اردو زبان کی خدمت

میں تھا اُن کی وفات پر غمگیں
فکر تھی ہو رقم سنِ رحلت

آئی آوازِ غیب یہ صابرؔ
کہئے "راشد ہیں رونقِ جنّت"

۱۳۷۹ھ

"تجلّیاتِ شاد جے پوری"

۱۳۸۰ھ

سید انور علی نام شاد تخلص تھا۔ ۱۸۹۶ء کو سانبھر میں پیدا ہوئے جے پور سے فارغ التحصیل علوم ہوئے اور محکمہ پولس جے پور میں ملازمت کرلی ۱۹۴۶ء میں انسپکٹر پولس کے عہدے سے پنشن لی تقسیم کے بعد کراچی کو مسکن بنایا۔

حضرت شاد دورِ حاضر کے مشّاق تاریخ گو شاعر تھے۔ نعت، منقبت، سلام، غزل، سہرا جو کچھ کہتے ان سے اشعار کا سِنِ تخلیق بھی حاصل ہوا کرتا تھا۔ عموماً تاریخ گوئی کے بارے میں یہ خیال عام ہے کہ یہ فن محض تاریخ وفات کے لئے مخصوص ہے لیکن شاد جے پوری کا کلام اس خیال کو باطل کرتا ہے جناب شاد طرحی مشاعروں کی غزلیں اور نعتیں بھی تاریخی مصرعوں میں کہا کرتے تھے ان کا یہی انداز انھیں دوسرے شاعروں سے منفرد اور ممتاز مقام دلاتا ہے۔ ان کے کلام کا سرسری جائزہ "ذکرِ غم" کے مطالعے سے ہوتا ہے جو ان کی وفات پر تعزیتی پیغامات اور قطعاتِ تاریخ کا مجموعہ ہے۔

حضرت شاد نے ۱۲ دسمبر ۱۹۶۰ء مطابق ۱۳۸۰ھ کراچی میں وفات پائی۔

○
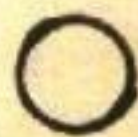
شادؔ جے پوری ہوئے رخصت مگر
ہے مشاہیرِ ادب میں ان کا نام

شاعرِ تاریخ گو تھے بے مثال
عصرِ حاضر میں تھے اس فن کے امام

یا الٰہی مرحمت فرما انہیں
جنّت الفردوس میں اعلیٰ مقام

فکر تھی تاریخِ رحلت کی مجھے
غیب سے آخر ملا ہے یہ پیام

کہئے صابرؔ یہ لب آغاز سے
شادؔ تھے اک شاعرِ شیریں کلام

۱۹۶۰ء

"جناب سراج الملّت پیر سیّد محمد حسین شاہ علی پوری"

۱۹۶۱ء

پیر سیّد محمد حسین شاہ ۱۴؍اپریل ۱۸۷۸ء کو علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے آپ تاجدارِ اہلِ سنّت امیر ملّت پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری کے بڑے صاحبزادہ تھے ابتدائی تعلیم مولانا نور احمد امرتسری سے حاصل کی۔ تفسیر حدیث، فقہ و ادب اور فلسفہ میں مدرسہ امینیہ دہلی سے سند فراغت پائی آپ کے اساتذہ میں دیوبندی مکتبۂ فکر کے علمائے کرام بھی شامل ہیں شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی نے آپ کی دستار بندی کی۔ قوم نے آپ کو سراج الملّت کے لقب سے نوازا۔

سراج الملّت کو عربی اور فارسی میں کافی مہارت تھی فصاحت و بلاغت میں بے نظیر تھے مدرسہ نقشبندیہ علی پور کے مہتمم اور صدر مدرس رہے سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت بابا فقیر محمد چوراہی سے خلافت پائی لاکھوں مسلمان آپ کے علم و عرفان سے متاثر ہو کر سلسلہ میں داخل ہوئے۔

حضرت سراج الملت نے سیاسی تحریکوں میں بھی نمایاں حصہ لیا۔ تحریک پاکستان میں مسلم لیگ سے بھرپور تعاون کیا امیر ملت محدث علی پوری کے جاری کردہ ماہنامہ "انوار الصوفیہ قصور" کے ذریعے گلشن تصوف کی آبیاری کی یہ موقر ماہنامہ اب بھی مولانا غلام رسول گوہر کی زیر ادارت جاری ہے۔ حضرت کی کئی تصانیف ہیں جن میں "افضل الرسل" کے کئی ایڈیشن طبع ہوئے۔

۱۶؍اکتوبر ۱۹۶۱ء مطابق ۶؍جمادی الاوّل ۱۳۸۱ھ علی پور سیداں میں وصال فرمایا۔

○

خُلد آشیاں ہیں آج محمد حسین شاہ
ہر اہلِ حق کے لب پہ ہے آواز آہ آہ

چمکے سراجِ ملّت و دیں بن کے مثل ماہ
ہر راہرو نے پائی ہے جلووں سے ان کے راہ

حق گوئی امتیاز تھا مرحوم پیر کا
کرتے تھے اس ادا پہ مخالف بھی واہ واہ

روشن تھا چہرہ آپ کا بعد از وصال بھی
ظاہر تھی جس سے شانِ ولایت خدا گواہ

صابر سنِ وصال یہ کہتے ہیں اہلِ خُلد
ہیں اک "گلِ شگفتہ محمد حسین شاہ"

۱۳۸۱ھ

ماہنامہ انوار الصوفیہ، قصور
دسمبر ۱۹۶۱ء

"آہ مقبولِ طبع حضرت امجد حیدرآبادی"

۱۹۶۱ء

سید احمد حسین نام، امجد تخلص تھا۔ ۱۸۸۲ء مطابق ۱۳۰۲ھ میں حیدرآباد دکن میں پیدا ہوئے بچپن ہی میں یتیم ہوگئے تھے اس لئے ان کی زندگی نہایت کسمپرسی میں گزری پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل کیا۔ ۱۳۲۶ھ میں موسیٰ ندی کی قیامت خیز طغیانی میں ان کا گھر بار، والدہ، بیوی اور بچی نذرِ آب ہوگئے اس سانحۂ عظیم کا جو صدمہ گزرا اس کی داستان انہوں نے اپنی نظم "قیامتِ صغرا" میں بیان کی ہے امجد صاحب رباعیات کے شہنشاہ کہلاتے تھے رباعی گو شعراء میں انہیں وہی مقام حاصل ہے جو فارسی شعراء میں سرمدِ اور عمر خیام کو حاصل تھا، ان کی بعض نعتیں عرب و عجم تک مقبول ہیں۔ ان کے شعری مجموعوں میں، ریاضِ امجد، نذرِ امجد، رباعیاتِ امجد صبحِ امید، گلستانِ امجد مشہور ہیں۔ ۱۹۶۱ء مطابق ۱۳۸۰ھ حیدرآباد دکن میں وفات پائی۔

ہر سخنور ہے آج نم دیدہ
چھپ گئی آہ صورتِ امجد

منفرد شاعرِ رباعی گو
تھی فقط ذاتِ حضرتِ امجد

اُن کی مقبول نعت کے صدقے
ہے زمانے میں شہرتِ امجد

عشقِ محبوبِ کبریا کے سبب
سب کے دل میں ہے حرمتِ امجد

فیضِ حُبِّ رسول ہے صابر
"ہے مکرّم یہ تربتِ امجد"

۱۳۸۰ھ

"عالی مرتبہ ہادی مچھلی شہری"

۱۳۸۱ھ

سید محمد ہادی نام اور ہادی تخلص تھا ۱۸۹۰ء کو مچھلی شہر ضلع جونپور (یوپی) میں پیدا ہوئے مگر ملازمت کے سلسلے میں زیادہ تر الہ آباد میں رہے ان کے والد مولوی عبدالرزاق بھی شاعر تھے شاکر اُن کا تخلص تھا اور یہ غالب دہلوی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے ہادی مچھلی شہری نے عربی و فارسی کی تعلیم حافظ احمد حسین اور مولوی مظہر حسین سنبھلی سے حاصل کی انکی شاعری کا مستقل دور ۱۹۱۰ء سے شروع ہوا ۔ فصاحت جنگ جلیل مانکپوری سے فیض تلمذ حاصل کیا ۔ حضرت ہادی مچھلی شہری ایک پختہ خیال اور بلند نظر شاعر تھے ۔ تاریخ گوئی میں بھی ماہر تھے اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے آپ کا دیوان "نوائے دل" ۱۹۴۷ء میں الہ آباد سے شائع ہوا ۔ دوسرا مجموعہ مذہبیات اور اخلاقیات سے متعلق ہے جو اُن کے صاحبزادہ محمد وسیم نے طبع کرایا ہے ۔

قیام پاکستان کے بعد کراچی آگئے اور ۱۹۶۱ء مطابق ۱۳۸۱ھ کو کراچی میں وفات پائی ۔

چل بسے ہیں حضرت ہادی بھی اب سوئے عدم
چھا گئی ہے چار جانب تیرگی ہی تیرگی

ان کو حاصل تھا فصاحت جنگ سے فیضِ کمال
کیوں نہ پاتے پھر ادب میں وہ مقامِ برتری

اُن کا دیواں ہے "نوائے دل" ادب میں معتبر
آج بھی روشن ہے جس کے فکر و فن کی روشنی

دسترس حاصل تھی ان کو فکر و فن پر ہر طرح
وہ زباں اردو کی ہو یا ہو زبانِ فارسی

مل گئی ہے غیب سے صابرؔ یہ تاریخِ وفات
ہیں فروزاں خلد میں اب ہادی روحِ شاعری

۱۹۶۱ء

"خورشید رُو بابائے اردو مولوی عبدالحق صاحب"

۱۹۶۱ء

بابائے اردو مولوی عبدالحق ۱۸۷۰ء میں ہاپڑ ضلع میرٹھ (انڈیا) میں پیدا ہوئے ۱۸۹۴ء میں علیگڑھ سے بی اے کیا۔ یہاں سر سید احمد خان، ڈپٹی نذیر احمد، محسن الملک، وقار الملک اور جسٹس سر مسعود جیسے دانشوروں کی صحبت سے مستفیض ہوئے۔

۱۸۹۸ء میں حیدرآباد دکن گئے۔ سررشتہ تعلیمات میں ملازم ہوئے اس کے بعد اورنگ آباد میں صدر مہتمم تعلیمات رہے۔ اورنگ آباد کالج کے پرنسپل ہوئے یہیں پر ۱۹۱۳ء میں انجمن ترقی اردو قائم کی۔ ۱۹۲۵ء میں "نورس" نامی رسالہ جاری کیا۔ ۱۹۳۸ء میں انجمن کا دفتر دہلی منتقل ہوا جہاں مولوی صاحب ۱۹۴۷ء تک قیام پذیر رہے اور ایک مرد مجاہد کی طرح اردو کی خدمت کی اس کے لئے تن من دھن لٹا دیا۔ سارے ہندوستان میں انجمن کی شاخیں قائم ہوئیں۔ انجمن کے زیر اہتمام اردو کی بے شمار کتابیں شائع ہوئیں۔

اردو زبان کو قومی زبان کی حیثیت سے اجاگر کرنا اور قوم کو انگریزوں کی لسانی غلامی سے آزاد کرنا بابائے اردو کا عظیم الشان کارنامہ ہے۔ بابائے اردو کے بے شمار مضامین، ہماری زبان، دکن ریویو، تعلیم نسواں وغیرہ میں شائع ہوتے تھے۔

قیام پاکستان کے بعد کراچی میں سکونت پذیر ہوئے، عظیم الشان اردو کالج بابائے اردو کی زندۂ جاوید یادگار ہے۔ ۱۹۶۱ء میں کراچی میں وفات پائی اور انجمن ترقی اردو کی عمارت کے احاطے میں مدفون ہیں۔

ساقیِ میخانۂ اردو جہاں سے چل بسا
ہائے میخوارانِ اردو جائیں گے اب کس کے پاس

سَر کئے اردو کی خاطر اُس نے صدہا معرکے
خدمتِ اردو تھا اس کے کارناموں کی اساس

اپنا تَن، مَن، دھن لٹایا صرف اُردو کے لئے
لکھ سکے کیا کوئی اس کی زندگی کا اقتباس

دیکھتے ہو کس قدر موزوں ہے کتنا خوشنما
قامتِ اہلِ وطن پر آج اردو کا لباس

کہئے صابرؔ مولوی صاحب کی تاریخِ وفات
ہیں مکینِ فردوس میں بابائے اردو حق شناس

۱۳۸۱ھ

روزِ وصالِ محدّثِ اعظم کچھوچھوی

۱۹۶۱ء

خانوادۂ جہانگیر اشرف سمنانی کے روشن چراغ مولانا سید محمد اشرفی جیلانی ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ کو جائس ضلع بریلی (یوپی) میں پیدا ہوئے مولانا عبد الباری فرنگی محل لکھنؤ مدرسہ نظامیہ فرنگی محل سے علوم عربیہ کی تحصیل کی مفتی لطف اللہ علیگڑھ سے شرح تجوید اور پیلی بھیت میں مولانا عبد المقتدر بدایونی سے حدیث شریف کی سند لی، اپنے نانا شیخ المشائخ سید علی حسین اشرفی سے بیعت ہوئے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان قادری فاضل بریلوی سے بھی شرف تلمذ حاصل کیا اور خلافت پائی۔

محدّثِ اعظم کچھوچھوی بے مثل عالم و فاضل نامور خطیب اور پیر طریقت تھے کئی لاکھ مسلمان آپ کے سلسلہ میں داخل ہوئے تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا اجمیر سنی کانفرنس اور آل انڈیا سنّی کانفرنس بنارس کے صدارتی خطبات میں قیام پاکستان کی پُرزور حمایت کی۔

جمعیت العلماء ہند سے اختلافِ عقائد کے سبب جمعیت العلمائے اہل سنّت بنام "سنّی جمعیت العلماء ہند" تشکیل دی اور تبلیغی جماعت کے مقابلے میں "سنّی تبلیغی جماعت" بناکر اس کی شاخیں ملک کے طول و عرض میں قائم کیں اس طرح مسلمانان اہل سنّت کو منظم کرنے اور اپنے عقائد کے تحفظ کے لئے کوشاں رہے۔

آپ کو شعر و سخن کا بھی ذوق تھا نعتیہ کلام کا مجموعہ "فرش پر عرش" کے نام سے طبع ہوا۔ ۲۵ دسمبر ۱۹۶۱ء مطابق ۱۶ رجب ۱۳۸۱ھ لکھنؤ میں وصال فرمایا اور ان کی وصیت کے مطابق کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد میں مدفون ہوئے

حسرتا وا حسرتا سیّد محمدؐ اشرفی
جاں نثارِ سیّد خیر البشر جاتا رہا

علم و عرفاں کی محافل ہو گئیں بے کیف اب
وہ محدّث وہ خطیبِ نامور جاتا رہا

وہ کچھوچھہ کا محدّث قادری گلشن کا پھول
اپنے مداحوں کو تنہا چھوڑ کر جاتا رہا

پھول جھڑتے تھے دہن سے جس کی ہر تقریر میں
وہ خطیبِ حق بیاں وہ دیدہ ور جاتا رہا

غمزدہ صابر ہے گر تاریخ رحلت کا خیال
صاف لکھ "بحرِ علوم و راہبر جاتا رہا"

۱۳۸۱ھ

مطبوعہ ماہنامہ نوری کرن بریلی
فروری ۱۹۶۲ء

ولیِ زماںؒ بحر العُلوم مولانا عبد القدیر حسرت صدیقی

۱۹۶۲ء

بحر العلوم مولانا عبد القدیر صدیقی المتخلص بہ حسرت ۲۷ رجب ۱۲۸۸ھ مطابق ۱۸۷۱ء کو حیدر آباد دکن کے علمی خانوادہ میں پیدا ہوئے حبیب بو بکر بن شہاب سے عربی علم و ادب مولانا سید قادر الدین سے منطق اور مولانا عبد الصمد قندھاری سے فلسفہ پڑھا۔ دار العلوم حیدر آباد سے فیض علم حاصل کیا۔ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن میں صدر شعبۂ دینیات کے منصب پر فائز رہے۔ مولانا عبد القدیر حسرت صدیقی بہترین محدث فقیہ اور مفسر تھے تفسیر، حدیث، منطق، فلسفہ، علم الرجال، علم البیان میں پچاس سے زیادہ کتابیں تصنیف فرمائیں۔ جن میں معراج النبی، اعجاز القرآن، سلاسل فقراء، طلسم طریقت، مکاتیب عرفاں اور تفسیر قرآن بنامِ تفسیر صدیقی کی جلدیں مشہور و مقبول ہیں۔ ساری زندگی شریعت و طریقت کی تعلیم دی آپ کے مریدین کا حلقہ نہایت وسیع ہے۔

مولانا حسرت صدیقی بہترین شاعر بھی تھے آپ کے نعتیہ کلام کا مجموعہ "زمزمۂ محبت" شائع ہوا ہے۔ حیدر آباد سندھ میں مولانا کے مرید میر حسن علی میر نے "بزم حسرت صدیقی" قائم کی ہے جو دینی و ادبی خدمات انجام دے رہی ہے۔

مولانا حسرت صدیقی نے ۲۴ مارچ ۱۹۶۲ء مطابق ۱۳۸۱ھ حیدر آباد دکن میں وصال فرمایا۔

شیخ الحدیثِ جامعہ عثمانیہ دکن
عبد القدیر عالمِ دینِ منیر تھے

اپنی مثال آپ تھے علم و کمال میں
زہد و ورع میں آپ ہی اپنی نظیر تھے

مشہور تھے جہان میں اللہ کے ولی
روشن ہے اہلِ دل پہ وہ روشن ضمیر تھے

مغموم و غمگسار ہیں یارانِ ہند و پاک
گرویدہ ان کے سارے صغیر و کبیر تھے

نکلا "ہلال" سے یہی صابر سنِ وفات
"بحر العلوم مولوی عبد القدیر تھے"

۱۳۸۱ھ

جلالِ انجمن شیرِ بنگال مولوی فضل الحق

۱۹۶۲ء

مولوی فضل الحق ۲۹ ؍ اکتوبر ۱۸۷۳ء کو سوتریا۔ ضلع باقر گنج باریسال (سابقہ مشرقی پاکستان) میں پیدا ہوئے عربی اور فارسی کی تعلیم اپنی والدہ سے حاصل کی۔ باریسال ہائی اسکول سے میٹرک، کلکتہ یونیورسٹی سے بی اے آنرز اور ۱۸۹۴ء ریاضی میں ایم اے کیا۔ ۱۸۹۶ء میں ایل ایل بی کرکے کلکتہ ہائی کورٹ میں وکالت شروع کی۔

مولوی فضل الحق برصغیر کے نامور سیاسی رہنما ہے۔ حاضر جواب اور قادر الکلامی میں اپنی مثال آپ تھے۔ ۱۹۱۳ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس لکھنو میں شریک ہوئے۔ ۱۹۲۰ء میں خلافت کمیٹی کانفرنس کلکتہ کی صدارت کی۔ ۱۹۲۲ء میں بنگال کی صوبائی کونسل کا انتخاب جیتا۔ ۱۹۲۴ء میں انہیں صوبہ کا وزیرِ تعلیم بنایا گیا۔

مولوی فضل الحق صاحب ۱۹۳۱ء میں مرکزی اسمبلی دہلی کے ممبر ہوئے اسی سال انڈین گول میز کانفرنس لندن میں شریک ہوئے۔ سیاسی خدمات کے سبب ۱۹۳۷ء میں قوم نے شیرِ بنگال کے لقب سے نوازا ۱۹۳۷ء سے ۱۹۴۳ء بنگال کے وزیرِ اعظم رہے۔

۲۳ ؍ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور میں آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں قرارداد پاکستان پیش کیا۔ ۱۹۵۶ء میں مشرقی پاکستان کے گورنر ہوئے۔

مولوی فضل الحق جنگِ آزادی کے نامور مجاہد، محبِّ وطن، جمہوریت کے علمبردار اور قائدِ اعظم کے مخلص رفیقِ کار تھے۔ ۲۶ ؍ مارچ ۱۹۶۲ء کو ڈھاکہ میں وفات پائی۔

○

شیر بنگال تھا لقب جس کا
اب کہاں ہے وہ فضلِ حق افسوس

کس قدر غمزدہ ہیں اہلِ وطن
سب کے چہرے ہیں آج فق افسوس

درسِ جمہوریت جو دیتا تھا
کون اب دیگا وہ سبق افسوس

وہ جو انسانیت کا پیکر تھا
اُس کی باقی نہیں رمق افسوس

سب کی نظروں سے چھپ گیا صابرؔ
مردِ رخشندہ مردِ حق افسوس

۱۹۶۲ء

آہ حامی دین محدثِ پاکستان مولانا سردار احمد صاحب

۱۹۶۲ء

ابوالفضل مولانا سردار احمد ۱۸۹۹ء کو موضع دیال گڑھ ضلع گورداسپور میں پیدا ہوئے بٹالہ ہائی اسکول سے میٹرک کیا۔ اہل سنت کے مشہور دارالعلوم بریلی (انڈیا) سے فارغ التحصیل ہوئے سلسلہ چشتیہ میں شاہ سراج الحق گورداسپوری سے اور سلسلہ قادریہ میں حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں قادری سے خلافت حاصل کی۔ جامعہ رضویہ بریلی میں دارالافتاء کی ذمہ داری سنبھالی، جامعہ عثمانیہ معینیہ اجمیر شریف میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے تحریک پاکستان کے سلسلے میں آل انڈیا سنی کانفرنس منعقدہ بنارس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

۱۹۴۹ء میں لائل پور (فیصل آباد) میں جامعہ رضویہ کی بنیاد رکھی جو اہلسنت کی مشہور دینی درسگاہ ہے مولانا سردار احمد قادری عظیم المرتبت عالم، مفسر، محدث۔ فقیہ، خطیب اور مناظرِ اسلام کی حیثیت سے مشہور ہیں آپ کے اساتذہ میں مولانا حامد رضا خان قادری اور صدر الشریعۃ مولانا امجد علی مصنف بہارِ شریعت جیسے مشہور علماء تھے۔

مولانا کے مریدین کا سلسلہ کافی وسیع ہے اور ان کے شاگرد دنیائے اسلام میں مسلکِ اہل سنت کی تبلیغ اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے علمی و تجدیدی کارناموں کی نشر و اشاعت میں مصروف ہیں۔

۲۹ دسمبر ۱۹۶۲ء مطابق یکم شعبان ۱۳۸۲ھ کو کراچی میں وصال فرمایا۔ ان کی میت لائل پور لے جائی گئی اور وہاں سنی رضوی جامع مسجد میں تدفین ہوئی۔

○
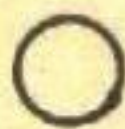
بزمِ جہاں سے سوئے جناں آج چل دیے
شاہِ رضا کے فیض سے جو ذی وقار تھے

دنیائے علم و فضل کے تھے آپ آفتاب
اربابِ حق میں باعثِ صد افتخار تھے

عاشق تھے جان و دل سے وہ سرکارِ غوث کے
محوِ ولائے پنجتن و چار یار تھے

اربابِ حق کو ناز تھا جن کے وجود پر
دورِ رواں کے آپ ہی وہ تاجدار تھے

صابر سنِ وصالِ ابوالفضل لکھ یہی
سردار احمد قادریِ عالی تبار تھے

۱۹۶۲ء

ماہنامہ رضائے مصطفےٰ۔ گوجرانوالہ (جنوری ۱۹۶۳ء)

تاجورِ صحافت نیاز فتحپوری

۱۹۶۳

علامہ نیاز فتحپوری کا نام نیاز محمد خان اور تخلص نیاز تھا۔ ۱۸۸۴ء مطابق ۱۳۰۲ھ کو فتحپور ہسوہ (یوپی) میں پیدا ہوئے ان کے والد محمد امیر خان نے ان کا تاریخی نام لیاقت علی خان (۱۳۰۲ھ) رکھا تھا۔ ۱۹۰۱ء سے دنیائے صحافت میں قدم رکھا کئی رسائل کی ادارت کی اور مشہور مصنّف، انشا پرداز، صاحب طرز صحافی اور بلند پایہ ادیب کی حیثیت سے شہرت پائی ۱۹۱۰ء میں اخبار زمیندار کے، ۱۹۱۱ء میں توحید کے معاون مدیر رہے ۱۹۱۹ء میں اخبار "رعیّت" کے چیف ایڈیٹر مقرر ہوئے۔

علّامہ نے ۱۹۲۲ء میں بھوپال سے ماہنامہ "نگار" جاری کیا۔ ۱۹۳۶ء سے ۱۹۶۲ء تک نگار کے کئی ادبی تاریخ کے خاص نمبر شائع کئے جن میں مصحفی نمبر، نظیر نمبر، ریاض نمبر، اردو شعراء نمبر، تنقید نمبر، جدید شاعری نمبر۔ انتقاد نمبر، اصناف سخن نمبر، افسانہ نمبر، داغ نمبر، حسرت نمبر، غالب نمبر، اقبال نمبر خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

علّامہ نیاز فتحپوری نے دارالعلوم ندوہ اور مدرسہ عالیہ رامپور میں تعلیم پائی آپ کو اردو، فارسی، عربی، ترکی، ہندی انگریزی میں دسترس حاصل تھی اور فقہ، حدیث، فلسفہ، نجوم، علم الکلام، منطق، موسیقی، تاریخ، نفسیات میں بھی عبور حاصل تھا۔ ۱۹۶۲ء میں حکومت ہند نے "پدما بھوشن" کا خطاب بخشا تھا۔

علّامہ نیاز فتحپوری نے کراچی سے بھی "نگار" جاری کیا جو آج بھی جناب ڈاکٹر فرمان فتحپوری کی زیر ادارت جاری ہے۔ علّامہ نے ۳۰ اپریل ۱۹۶۳ء کو کراچی میں وفات پائی۔

ہائے نیاز صاحب رخصت ہوئے جہاں سے
ہے آج ان کے غم میں ہر شخص آبدیدہ

گفتار میں مکمل کردار میں مکمل
انسانیت کی خدمت ان کا زرِ عقیدہ

دنیائے علم میں ہے روشن "نگار" ان کا
ہے یادگار اُن کی یہ بے بہا جریدہ

اس کے تمام نمبر تاریخ بن گئے ہیں
ہر سطر علم افزا ہر باب چیدہ چیدہ

آئی صدائے غیبی تاریخ ہے یہ صابر
فخرِ ادب نیازِ سرمست برگزیدہ

۱۹۶۲ء

"دریائے دانش حمید عظیم آبادی"

۱۹۶۳ء

حضرت حمید عظیم آبادی ۱۸۹۶ء پٹنہ میں پیدا ہوئے اپنے وقت کے بہترین اسپورٹس مین تھے فٹبال کے بہترین کھلاڑیوں میں شمار ہوتا تھا۔ شاعری میں پہلے مبارک عظیم آبادی سے اور بعد میں حضرت شاد عظیم آبادی سے شرفِ تلمّذ حاصل رہا۔ آپ کو فنِ عروض پر کامل دسترس حاصل تھی۔ قیامِ پاکستان کے بعد سکھر میں آباد ہو کر ایک رسالہ ماہنامہ "جامِ جم" نکالا۔

تصانیف میں جامع العروض۔ رمزِ عروض، مفتاح العروض اور "بہار میں اردو" مشہور ہیں ان کے صاحبزادگان حسن حمیدی اور عزیز حمیدی نے کراچی میں "بزمِ حمید" قائم کی جو شعر و ادب کی خدمات انجام دے رہی ہے۔

۱۹۶۳ء میں چند روز کے لئے عظیم آباد گئے تھے آپ کا انتقال ہوگیا۔
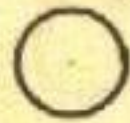
ہوئے آج بزم زمانہ سے رخصت
مکرم جو تھے بزمِ اہلِ یقیں میں

ملے کیوں نہ ان کو زمانے میں شہرت
تھے وہ شاد کے حلقۂ خوشہ چیں میں

تھی ان کی غزل میں جو شیریں کلامی
نہیں پاتیں وہ لذتیں انگبیں میں

دمِ نزع تھا ان کا رُخ سوئے طیبہ
تڑپ تھی محمد کی قلبِ حزیں میں

ملی ان کی تاریخ رحلت یہ صابر
"حمید آج ہیں نورِ خلدِ بریں میں"

۱۳۸۲ھ

عالی مزاج خواجہ ناظم الدین صاحب

۱۹۶۴ء

خواجہ ناظم الدین صاحب ۱۹ جولائی ۱۸۹۴ء کو ڈھاکہ (سابق مشرقی پاکستان) میں پیدا ہوئے ان کے والد خواجہ نظام الدین معروف نواب تھے۔ خواجہ صاحب نے ابتدائی تعلیم ڈھاکہ میں پائی۔ ایم اے او کالج علیگڑھ اور کیمبرج یونیورسٹی سے اعلیٰ اسناد حاصل کیں۔ ۱۹۲۳ء سے ۱۹۲۶ء تک ڈھاکہ یونیورسٹی کی مجلس انتظامیہ کے رکن اور ۱۹۳۲ء سے ۱۹۳۴ء تک اس کے چیرمین رہے۔ ۱۹۳۷ء میں بنگال کی صوبائی حکومت کے وزیر اعلیٰ بنائے گئے۔

خواجہ صاحب ۱۹۴۵ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے رکن بنائے گئے قیام پاکستان کے بعد ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو مشرقی پاکستان کے وزیر اعلیٰ بنے اور قائد اعظم کی وفات کے بعد پاکستان کے گورنر جنرل بنائے گئے۔ ۱۹۵۱ء میں قائد ملت لیاقت علی خان وزیر اعظم پاکستان کی شہادت کے بعد خواجہ صاحب کو ان کی جگہ پاکستان کا وزیر اعظم بنایا گیا۔ اس عہدے پر خواجہ صاحب دو سال فائز رہے۔

خواجہ ناظم الدین نہایت نیک، منکسر المزاج، شریف النفس اور محب وطن رہنما تھے ملک کے بیشتر صاحب اقتدار لوگوں نے ان کے وقار کو مجروح کیا۔ مگر خواجہ صاحب کو ملک کی سالمیت بے حد عزیز تھی انہوں نے سب نہایت خندہ پیشانی سے گوارا کیا۔

خواجہ ناظم الدین آخری دم تک کونسل مسلم لیگ کے صدر رہے۔

۲۲ اکتوبر ۱۹۶۴ء کو ڈھاکہ میں وفات پائی۔

○

خواجہ صاحب اگرچہ ہم میں نہیں
بعدِ رحلت بھی جانِ ملّت ہیں

بالیقیں پیکرِ شرافت تھے
بالیقیں شاد زیرِ تربت ہیں

تھے وہ اک نیک خُو سیاستداں
معترف صاحبِ بصیرت ہیں

نیک طینت تھے نیک سیرت تھے
آج تاریخ کی امانت ہیں

ان کی عقبیٰ سنور گئی صابر
ناظم الدّین قرینِ جنّت ہیں

۱۹۶۴ء

روزِ وصال پروفیسر حامد حسن قادری

۱۳۸۴ھ

پروفیسر الحاج مولانا حامد حسن قادری ۲۵ مارچ ۱۸۸۶ء کو بچھراؤں ضلع مرادآباد میں پیدا ہوئے پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل اور اُردو فاضل کیا سینٹ جانس کالج آگرہ میں پروفیسر رہے اور وظیفہ پر سبکدوش ہوئے دین سے بے حد لگاؤ تھا اولیائے کرام کے عقیدت مند تھے امیرِ ملت پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری کے خلیفۂ مجاز تھے۔ پروفیسر حامد حسن قادری کئی کتابوں کے مصنف اور مؤلف تھے اردو ادب کی دنیا میں صاحبِ طرز نقاد بلند پایہ مورخ۔ ممتاز شاعر اور افسانہ نگار اور دانشور کی حیثیت سے معروف تھے تاریخ گوئی میں کمال حاصل تھا۔ برجستہ اور فی البدیہہ تاریخ لکھنا ان کا خاص حصہ تھی۔ بے شمار تاریخیں قرآنی آیات اور احادیث سے نکالیں۔ وفات کی تاریخوں کے علاوہ جنگ و فساد، صحت و مرض، شادی، دعوتِ رخصتی، مسجد مقبرہ اور تقسیم ہند کے متعلق بھی نہایت دلچسپ تاریخیں لکھیں۔

پروفیسر قادری صاحب کی تصانیف میں داستانِ تاریخ اردو، تاریخ و تنقید اردو ادب میں قابلِ قدر ہیں قیامِ پاکستان کے بعد کراچی میں سکونت پذیر ہوئے ۶ جون ۱۹۶۴ء مطابق ۱۳۸۴ھ کراچی میں وفات پائی۔

①

آہ ہم سے آج رخصت ہو گئے حامد حسن
تھے ادیبِ عہدِ حاضر شاعرِ روشن دماغ

سالِ غم ہے ان کا صابہ "عالمِ دانا" کے ساتھ
بجھ گیا علم و ادب کا آج نورانی چراغ

۱۹۶۴

②

حضرتِ حامد حسن تاریخ داں
کرد سفر سوئے ریاضِ جناں

سالِ وصالش بہ زباں آمدہ
مسکنِ خلد ہست ادیبِ زماں

۱۳۸۴ھ

مطبوعہ ماہنامہ انوار الصوفیہ
اگست ۱۹۶۴ء

وجودِ پاک حضرت جی مولانا محمد یوسف کاندھلوی

۱۹۶۵

مولانا محمد یوسف ۲۰ مارچ ۱۹۱۷ء مطابق ۲۵ جمادی الاوّل ۱۳۳۵ھ کو کاندھلہ (یوپی) میں پیدا ہوئے ان کے والد حضرت مولانا محمد الیاس تبلیغی جماعت کے بانی اور مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے مدرس تھے مولانا محمد یوسف نے دس سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کیا مدرسہ کاشف العلوم بستی نظام الدین میں عربی پڑھی قاری معین الدین سے تجوید اور حافظ مقبول حسن گنگوہی سے فقہ پڑھا ان کے اساتذہ میں مولانا جمیل احمد تھانوی اور حضرت مولانا محمد زکریا شیخ الحدیث بھی شامل ہیں۔

حضرت مولانا محمد الیاس کے انتقال کے بعد مولانا محمد یوسف امیرِ تبلیغی جماعت ہند مقرر کئے گئے اور حضرت جی کے نام سے مشہور ہوئے۔ "تبلیغی جماعت ہند" کی شاخیں ہند و پاکستان کے علاوہ دنیا کے ہر ملک میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اس جماعت میں عرب علما بھی شریک ہو کر مختلف ممالک میں تبلیغ کے لئے گشت اور چلے پورے کرتے ہیں سعودی حکمران اسے بے حد قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

مولانا محمد یوسف کے اس عظیم الشان کارنامے کا اعتراف مولانا منظور نعمانی، مولانا ابو الحسن علی ندوی مولانا حسین احمد مدنی جیسے اکابرِ دیوبند نے بھی کیا ہے۔ مولانا محمد یوسف کو ادبی ذوق بھی بے حد تھا حضرت جی تبلیغی اجتماع میں لاہور تشریف لائے تھے کہ یہاں علیل ہو گئے اور ۲ / اپریل ۱۹۶۵ء مطابق ۲۹ / ذیقعدہ ۱۳۸۴ھ کو وفات پائی ان کا جسدِ خاکی دہلی (انڈیا) پہنچایا گیا اور ان کے والد مولانا محمد الیاس کے پہلو میں (بستی نظام الدین) تدفین کی گئی۔

○
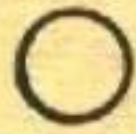
کوئی جاتا ہے یہاں سے کوئی آتا ہے یہاں
ہے ازل سے بس یہی دستورِ بزمِ آب و گل

تھے وہ تبلیغی جماعت کے امیرِ مقتدر
دین کی تبلیغ ہی تھا اُن کا شغلِ مستقل

آج وہ بھی چل دیئے دنیائے فانی چھوڑ کر
اُن کے غم میں ہو گئی ہے سب کی حالت مضمحل

کتنے طوفاں آئے ان کی زندگانی میں مگر
ایک لمحے کو بھی وہ ہونے نہ پائے مشتعل

کیوں نہ ہونگے آج صابر رونقِ خلدِ بریں
"حضرتِ مولانا یوسف نیک مومن پاک دل"

۱۹۶۵

"قمر خُلد مہر تقوی جے پوری"

۱۹۶۶ء

سیّد خورشید علی نام مہر تخلص تھا۔ برصغیر کے ممتاز تاریخ گو شاعر شاد جے پوری کے فرزند اکبر تھے ۱۹۰۲ء میں جے پور میں پیدا ہوئے۔ تحصیل علوم شرقی و غربی کے بعد پولس میں ملازم ہو گئے۔ ذوق شعری اور ذوقِ تاریخ گوئی انہیں ورثہ میں ملا۔ ان کی تصانیف میں ترجمان بیخودی علامہ اقبال کی فارسی مثنوی رموز بیخودی کا منظوم اردو ترجمہ بے حد مقبول ہے۔ اس کے علاوہ تذکرہ "دُرفشاں" کے نام سے دنیا بھر کے ایک ہزار شعراء کا تذکرہ مرتب کیا جو بے مثال تحقیق ہے افسوس کہ ابھی تک شائع نہ ہو سکا اس کا قلمی نسخہ ان کے صاحبزادے انتخاب علی کمال کے پاس محفوظ ہے۔

حضرت مہر تقوی کا دوسرا مجموعہ "ذکرِ غم" مطبوعہ ہے جو حضرت شاد جے پوری کی وفات پر تعزیتی پیغامات قطعات اور حالات پر مشتمل ہے۔

۷ مئی ۱۹۶۶ء مطابق ۱۵ محرم ۱۳۸۶ھ کراچی میں وفات پائی۔

○

چل دیا سوئے جناں وہ شاعرِ تاریخ گو
مرتبہ حاصل تھا جس کو اہلِ فن میں بالیقیں

دی یہ ہاتف نے صدا صابر کہو سالِ وفات
عبد آقا مہر تقوی ساکنِ خلدِ بریں

۱۹۶۶ء

(در صنعتِ منقوط)

آہ وہ شیریں بیاں، شیریں زباں رخصت ہوا
زندگی بھر تھی جسے تاریخ گوئی کی لگن

اس طرح تاریخ منقوطہ کہی صابر نے آج
"مہر تقوی شاعرِ تاریخ جانِ انجمن"

۱۹۶۶ء

نکتہ چین سخن اسعد شاہجہانپوری

۱۹۶۶ء

محمد صدیق حسن نام اور اسعد تخلص تھا ۱۸۸۴ء کو شاہجہانپور، یوپی بھارت میں پیدا ہوئے میٹرک پاس کرنے کے بعد علوم شرقیہ کے امتحانات پاس کئے۔ زود گو شاعر تھے۔ ہر صنفِ سخن میں بے شمار کلام کہا تحریک پاکستان کے زمانے میں مسلم لیگ کے جلسوں میں جوشیلی نظمیں پڑھتے جس سے مسلمانوں میں بیداری پیدا ہوتی۔

قادیانی تحریک کے خلاف محاذ قائم کیا اور بے شمار قادیانیوں کو مشرف بہ اسلام کیا قیام پاکستان کے بعد کراچی میں سکونت پذیر ہوئے ان کے کئی شاگردوں کو اساتذہ کا مقام حاصل ہے ان کے جانشین درد اسعدی نے بزم اسعد پاکستان قائم کی ہے جو شعر و سخن کی گرانقدر خدمات انجام دے رہی ہے۔ مولانا اسعد شاہجہانپوری کا مجموعہ کلام "وجدانِ سلیم" طبع ہو چکا ہے اردو اور فارسی کے غیر مطبوعہ کلام کا ذخیرہ ان کے صاحبزادے جناب حنیف اسعدی کے پاس محفوظ ہے۔ ان کی ایک تصنیف "قادیانیوں کے باطل مذہب کا محاکمہ" بھی برائے اشاعت موجود ہے۔ حضرت اسعد نے ۲۲ جولائی ۱۹۶۶ء کو کراچی میں رحلت فرمائی۔

○

(در صنعتِ غیر منقوط)

آہ وہ علّامہ اسعد راہیِ مُلکِ عدم
اہلِ درد و اہلِ دل، اہلِ ولا، اہلِ کلام

وہ سدا محوِ ولائے سرورِ عالم رہا
حاملِ احکامِ اسلامی رہا دل سے مدام

کہئے اُس کو اک عطائے مالکِ ہر دو سرا
وہ مکرّم اور علم و آگہی کا ہے امام

اُس کی دوری سے ہوئے واللہ سارے سوگوار
اس کے حامی اُس کے ہمدم اُس کے مائل لاکلام

"مطلع" کے ہمراہ لکھا اس طرح سالِ وصال
ہے مرصّع کار اسعد کا محل دار السّلام

۱۳۸۶ھ

"مولوی شاہ محمد مظہر اللہ نقشبندی دہلوی"

۱۹۶۶ء

حضرت مفتی اعظم مولانا شاہ محمد مظہر اللہ ۲۱ اپریل ۱۸۸۶ء مطابق ۱۵ رجب ۱۳۰۳ھ کو دہلی میں پیدا ہوئے قاری حبیب اللہ دہلوی سے قرآن کریم حفظ کیا ممتاز علماء سے علوم نقلیہ و اصلیہ حاصل کئے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں سید صادق علی شاہ گورداسپوری سے بیعت کی ان کے وصال کے بعد مولانا شاہ رکن الدین الوری سے تمام سلاسل میں اجازت و خلافت پائی۔

جامع مسجد فتحپوری دہلی میں امامت و خطابت کا سلسلہ شروع کیا جو تا دم آخر قائم رہا۔ یہاں علم و عرفان کا فیضان جاری تھا روحانی اور اخلاقی تربیت ہوتی تھی۔ اس جگہ سیاسی رہنما بھی آتے تھے زیادہ تر مسلم لیگ کے اجلاس ہوتے اور مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ اس سے تعاون فرماتے چنانچہ دوسرے لوگ آپ کے دشمن ہو گئے مگر آپ نے سب خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔

قیام پاکستان کے بعد آپ دو دفعہ پاکستان تشریف لائے علماء و مشائخ نے آپ کی بے حد پذیرائی کی آپ کے بے شمار مریدین ہیں پاکستان میں آپ کے جانشین پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ہیں جو نامور ماہر تعلیم اور ادیب ہیں۔ ۲۸ نومبر ۱۹۶۶ء مطابق ۱۴ شعبان ۱۳۸۶ھ کو دہلی میں وصال فرمایا جامع مسجد فتحپوری کے احاطے میں آپ کا مزار ہے۔

○
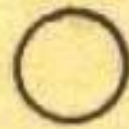
نقشِ روشن مظہر اللہ نقشبندی دہلوی
آج عالم سے سدھارے سوئے گلزارِ جناں

عالم و فاضل، محدّث، مفتیِ اعظم تھے آپ
علمِ بے پایاں کے تھے لاریب بحرِ بے کراں

عارفِ کامل بھی تھے اور زاہدِ اکمل بھی تھے
راہِ عرفاں میں نظر آتے تھے خضرِ سالکاں

نقشبندی سلسلے نے آپ سے پایا فروغ
تھے مجدد الف ثانی آپ پر سایہ کناں

فکرِ تاریخ کی صابر نے، آئی یہ صدا
"مفتیِ اعظم فقیہ مسلمیں" تھے بے گماں

۱۹۶۶ء

مفتی محمد عمر نعیمی اشرفی مُرادآبادی

۱۹۶۶ء

تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی ۱۸۹۳ء کو مرادآباد (یوپی) انڈیا میں پیدا ہوئے جامعہ نعیمیہ مرادآباد سے سندِ فراغت حاصل کی حضرت صدرالافاضل مولانا نعیم الدین نے دستار بندی فرمائی مفتی صاحب بیحد ذہین تھے چنانچہ صدرالافاضل نے اپنے جامعہ میں تدریس فتاویٰ نویسی کے فرائض ان کے سپرد کئے جو قیام پاکستان تک نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیتے رہے حضرت صدرالافاضل نے آپ کو "تاج العلماء" کا لقب بخشا۔

تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی اشرفی سلسلہ میں شیخ المشائخ حضرت سید علی حسین اشرفی سے بیعت تھے تحریک پاکستان میں فعّال کردار ادا کیا۔ صدرالافاضل نے ۱۹۲۴ء میں مرادآباد سے ہفت روزہ "السّوادِ اعظم" جاری کیا تھا جو اہل سنّت کا ترجمان تھا مفتی صاحب عرصہ دراز تک اس کے معاون رہے۔ قیام پاکستان کے بعد کراچی میں قیام فرمایا اور مخزن العلوم عربیہ کی بنیاد رکھی تادم آخر اس کے شیخ الحدیث رہے بے شمار علماء آپ کے درس سے مستفیض ہوئے آپ نہایت سادہ مزاج تھے۔

۱۹۶۶ء مطابق ۱۳۸۶ھ کو کراچی میں وفات پائی آپ کے صاحبزادہ مولانا محمد اطہر نعیمی کو جانشین مقرر کیا گیا جو جامعہ نعیمیہ کراچی میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں

ہو کیوں نہ چشم حق میں یوں اشکبار صابرؔ
عالم سے اٹھ گئے ہیں اک عالمِ قدیمی

تھا ان کا فیض جاری دنیائے علم دیں میں
تھا ان کی عطر پاشی خوشبوئے صد شمیمی

شیخ الحدیث تھے وہ اس دورِ حاضرہ کے
اسلافِ ذی شرف کے مجموعۂ عمیمی

سالِ وصال صابرؔ یہ غیب سے ملا ہے
تھے عارفِ نعیمی مفتی عمر نعیمی

۱۹۶۶ء

مطبوعہ ہفت روزہ سوادِ اعظم لاہور
۱۵ مئی ۱۹۶۶ء

"عالی فہم نواب میر عثمان علی خان"

۱۹۶۷ء

نظام دکن اعلیٰ حضرت نواب میر عثمان علی خاں ۶ اپریل ۱۸۸۶ء کو حیدرآباد دکن میں پیدا ہوئے آپ دکن کے آخری فرمانروا اور سلطنت آصفیہ کے ساتویں حکمران تھے ۱۹۱۱ء میں اپنے والد میر محبوب علی خان کی وفات کے بعد تخت نشین ہوئے اردو، عربی، فارسی اور انگریزی میں ماہر تھے ان کی ریاست تقریباً دو کروڑ کی آبادی چار صوبے اور سولہ ضلعوں پر مشتمل تھی ڈاک تار، فوج اور ریلوے کے معاملے میں خود مختار تھی ۔ سرکاری زبان اردو تھی ۔ تحریک اسلامی کا مرکز اور علمی و ادبی سرگرمیوں کا گہوارہ تھی ۔ مقامی و بیرونی علماء و مشائخ ادباء و شعراء کو نظام دکن کی سرپرستی حاصل تھی اور ان کے وظائف مقرر تھے ۔ نظام دکن غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک تھے ان کے دور حکومت میں جو اصلاحی، علمی و ادبی کام ہوئے اس کی مثال دیگر اسلامی ممالک میں نہیں ملتی سرکار نظام کئی مدارس، دینی درسگاہوں، مساجد، خانقاہوں اور تعلیمی اداروں کی مالی استعانت کرتے رہتے ۔ علیگڑھ یونیورسٹی کے قیام میں بڑا حصہ لیا ۔ دنیا کے ہر حصے میں اتحاد اسلامی کے لئے مالی امداد فراہم کی جاتی ۔ حیدرآباد میں "دار الترجمہ" قائم کیا جہاں سے ہزاروں کتابوں کے اردو تراجم ہوئے "دار المعارف" کے ذریعہ دینی تصانیف اور مختلف زبانوں میں قرآن کریم کے ترجمے شائع ہوئے ۔ جامعہ عثمانیہ دکن، جامعہ ازہر کے بعد سب سے بڑی جامعہ تھی ۔ اعلیٰ حضرت آصف جاہ سابع نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے اپنی حکمرانی میں کبھی سزائے موت کی توثیق نہیں کی بلکہ ۱۹۴۷ء میں جب ان پر قاتلانہ حملہ ہوا تو انہوں نے اپنے ملزم کو بھی معاف کر دیا آخری دور میں پاکستان کی خطیر رقم سے مالی امداد کی ۔ ستمبر ۱۹۴۸ء میں ہندوستان کی فوج کشی کے بعد ریاست کا تشخص ختم ہوگیا ۔

تاجدار دکن اردو اور فارسی کے بہترین شاعر تھے ۔ کئی برس علیگڑھ یونیورسٹی کے چانسلر رہے ۔ بے شمار اہل علم اور اہل فکر و فن ان سے فیض یاب ہوئے ۔ ۲۴ فروری ۱۹۶۷ء مطابق ۱۳۸۶ھ کو حیدرآباد دکن میں وفات پائی ۔

○

چل دیا ہے گلشنِ فردوس میں وہ تاجدار
جس کے تھے زیرِ نگیں ارضِ دکن ارضِ برار

خانقاہیں ہوں مساجد ہوں کہ ہوں دارالعلوم
سب اِداروں پر تھے احسانات اُس کے بے شمار

جس کے ہاتھوں میں تھی ترتیب اُمورِ مذہبی
گلشنِ علم و ادب میں جس کے دَم سے تھا نکھار

آہ آصفجاہ سَابع، آہ سلطانِ دکن
ہیں مسلمانانِ عالم تیرے غم میں اشکبار

لکھ دے اے صابرؔ سنِ رحلت نظام الملک کی
"اب ہیں بہرہ یاب جنت میر عثماں باوقار"

۱۹۶۷ء

رفیع مقام مولانا محمد عبدالسلام قادری باندوی

۱۳۸۷ھ

الحاج مولانا سید محمد عبدالسلام قادری ۱۹۰۶ء میں باندہ یو پی میں پیدا ہوئے آپ علمی خانوادے کے چشم و چراغ تھے اپنے والد ماجد مولانا شاہ سید امانت علی قادری سے دینی تعلیم حاصل کی برادر بزرگ مولانا سید عبدالرب قادری جبلپوری سے فنِ تجوید اور قرأت میں استفادہ کیا دینی تبلیغ کا سلسلہ جاری کیا اپنے زورِ خطابات اور مخصوص اندازِ بیاں کے سبب واعظ شیریں بیاں کی حیثیت سے مشہور ہو گئے علمائے کرام نے "ناصر الاسلام" کے لقب سے نوازا۔

مولانا عبدالسلام قادری باندوی قیام پاکستان کے بعد کراچی میں آباد ہو گئے۔ انجمن امانت الاسلام کی تشکیل کی جس کے زیرِ اہتمام بے شمار تبلیغی کتابیں شائع کیں اہل سنت والجماعت کی ترجمان جمعیت العلمائے پاکستان کے نائب ناظم مقرر ہوئے۔ تصنیف و تالیف اور شعر و سخن کا بے حد ذوق تھا نعتیہ کلام کا مجموعہ "پیام و سلام" کے نام سے شائع کیا دیگر نثری تصانیف میں عماد الدین۔ فیوضِ امانت، میلاد و سلام تذکرۂ خیر الانام، میلادِ انیس الخواتین شامل ہیں۔

مولانا باندوی نے اپنی حیات میں صاحبزادہ مولانا سید نور الاسلام قادری کو جانشین مقرر فرمادیا تھا اور مولانا سید عبدالحمید فانی سلامی کو خرقۂ خلافت سے نوازا تھا۔ ۶ جنوری ۱۹۶۶ء مطابق ۱۳۸۷ھ کراچی میں وصال فرمایا۔

دارِ فانی سے ہوئے وہ راہیِ ارضِ بقا
مدح گوئے اہلِ بیتؓ و واعظِ شیریں کلام

تھا مبارک اہلِ سنتؓ کیلئے ان کا وجود
اتباعِ سرورِ کونین تھا ان کا پیام

"ناصر الاسلام" کا پایا تھا حضرت نے لقب
عالمانِ دینِ حق کرتے تھے اُن کا احترام

یاد آتے ہی رہیں گے ان کے الطاف و کرم
فیض و شفقت سے نوازا آپ نے سب کو مدام

ہاتفِ غیبی نے صابر سالِ رحلت یہ کہا
آہ مردِ نیک واعظ مولوی عبد السلامؒ

۱۹۶۸ء

مطبوعہ ہفت روزہ سوادِ اعظم لاہور
مارچ ۱۹۶۸ء

"ذکرِ مسعودِ ڈاکٹر محمدؐ محمود احمد"

۱۹۶۸ء

ڈاکٹر ایم ایم احمد ۵، جنوری ۱۹۰۶ء کو صوبۂ بہار ضلع گیا میں پیدا ہوئے ۱۹۲۹ء میں ایم اے کیا دو سال وکالت کی اس کے بعد مسلم یونیورسٹی علیگڑھ میں استاد ہوئے جہاں ۱۹۴۲ء تک رہے ماربرگ یونیورسٹی جرمنی سے ۱۹۳۷ء میں پی ایچ ڈی کیا ان کے ڈاکٹریٹ کے مقالے کا نام "تصورِ خیرِ اعلیٰ بوجدانِ مذہبی" تھا ۱۹۴۲ء سے ۱۹۴۶ء تک رائل انڈین آرمی میں آرمی ایجوکیشن افسر رہے ۱۹۴۷ء سے ۱۹۵۱ء تک لفٹننٹ کرنل چیف ایجوکیشن آفیسر ملٹری اکاڈمی کاکول رہے ۱۹۵۲ء سے ۱۹۶۶ء تک کراچی یونیورسٹی میں شعبۂ فلسفہ کے صدر رہے اس دوران بارہا قائم مقام وائس چانسلر بننے کے موقع ملے ڈاکٹر صاحب بزرگانِ دین اور اولیائے کرام کے بے حد معتقد تھے حضرت بابا ذہین شاہ تاجی یوسفی سے خلافت پائی تھی۔

ڈاکٹر محمود احمد ۱۹۶۶ء سے بیروت یونیورسٹی میں پروفیسر رہے ۲، ستمبر ۱۹۶۸ء مطابق ۸، جمادی الثانی ۱۳۸۸ھ جدہ میں وفات پائی ان کی نماز جنازہ حرم شریف میں ادا کی گئی اور جنت المعلیٰ میں اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے مزار کے قریب دفن کئے گئے۔

○
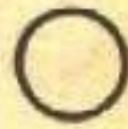
ڈاکٹر محمود احمد کی ہے رحلت کا ملال
میری آنکھوں سے نہیں ہٹتی ہے غم کی تیرگی

وہ علیگڑھ میں کراچی میں کبھی بیروت میں
تھے جہاں کی درسگاہوں میں مسلّم فلسفی

اُن کی عظمت میں اضافہ دن بدن ہوتا رہا
جب ہوئی دربارِ یوسف شاہ سے وابستگی

مہرباں تھے ان پہ بے حد حضرتِ بابا ذہین
تھا نمایاں ان کے قول و فعل سے عشقِ نبی

شادماں ہیں آج وہ جنّت میں صابرؔ دیکھنا
"آئینہ رُخ صاف دل محمود احمد یوسفی"

۱۳۸۸ھ

"مہرِ انور استاد قمر جلالوی"

۱۳۸۸ھ

سید محمد حسین نام اور قمر تخلص تھا۔ ۱۸۸۷ء قصبہ جلال ضلع علیگڑھ میں پیدا ہوئے ان کے والد سید غلام سجاد حسین زمیندار تھے۔ اردو، عربی اور فارسی کی تعلیم اپنے بزرگوں سے حاصل کی۔ نوجوانی میں علیگڑھ کے مشاعروں میں شریک ہو کر داد سخن حاصل کرتے کئی شعراء اپنا کلام بغرض اصلاح آپ کو دکھانے لگے اس سے متاثر ہو کر آپ نے حضرت امیر مینائی کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا اور بہت جلد استاد کی حیثیت سے شہرت حاصل کر لی۔

کراچی مقیم ہونے کے بعد بھی باوقار اور مسلّم استاد مانے جاتے تھے۔ سادگی خوش طبعی اور بزلہ سنجی ان کا خاصہ تھی۔

۱۹۵۹ء سے حکومت پاکستان نے ان کی ادبی خدمات سے متاثر ہو کر ان کا ماہانہ وظیفہ مقرر کیا تھا جو تاحیات جاری رہا۔

تصانیف میں سلاموں کے مجموعے غمِ جاوداں اور عقیدتِ جاوداں۔ غزل کے مجموعے رشکِ قمر، اوجِ قمر اور تجلیاتِ قمر ہیں۔

۲۴ اکتوبر ۱۹۶۸ء کو کراچی میں وفات پائی۔
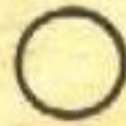
ہو کیوں نہ ان کے ہجر میں ہر شخص غمزدہ
سچ تو یہ ہے کہ ان کے سبھی جاں نثار تھے

استاد کہہ کے آپ سے کرتے تھے سب خطاب
اربابِ اہلِ فن میں وہ عالی وقار تھے

ان کے خیال و فکر میں ہیروں کی آب و تاب
ان کے تمام شعر دُرِ آبدار تھے

ان کا کلام اور ترنّم تھا بے مثال
ہر بزم میں وہ باعثِ صد افتخار تھے

صابر ہے ان کی مدح بھی سالِ وفات بھی
شاعر قمر جلالوی دلکش بہار تھے

۱۹۶۸ء

"آہ شمعِ سخن مخدوم محی الدّین"

۱۹۶۹

مخدوم محی الدّین نام اور مخدوم تخلص تھا ۱۹۰۸ء میں حیدر آباد دکن میں پیدا ہوئے ۱۹۲۹ء میں سنگاریڈی ہائی اسکول سے میٹرک پاس ہوئے۔ جامعہ عثمانیہ دکن سے ۱۹۳۶ء میں ایم اے اردو کیا۔ شاعری کا آغاز ۱۹۳۲ء سے کیا ان کی پہلی نظم "طور" مجنون گورکھپوری کے رسالہ "ایوان" میں ۱۹۳۲ء میں شائع ہوئی اور پہلا مجموعہ "دو شالہ" مزاحیہ نظموں پر مشتمل شائع ہوا۔ اس سے انکی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔

۱۹۳۶ء میں مسز سروجنی نائیڈو، قاضی عبدالغفار اور ڈاکٹر اختر حسین رائے پوری کے اشتراک سے انجمن ترقی پسند مصنفیں کی بنیاد ڈالی اور ۱۹۳۷ء میں طلباء کی تحریک کا آغاز کیا۔ مخدوم محی الدّین ۱۹۲۹ء سے ۱۹۴۱ء تک سٹی کالج حیدر آباد میں اردو کے استاد رہے ۱۹۴۲ء میں ریلوے ورکرز یونین میں کام شروع کیا اور اسی کے چیف وائس پریسیڈنٹ منتخب ہوئے ۱۹۴۵ء میں "دکن بٹن فیکٹری" کے مزدوروں کی ٹریڈ یونین قائم کی اور ان کے حقوق کے تحفّظ کے لئے جدوجہد کی۔

مخدوم محی الدّین نے بے باک شاعر، مزدور لیڈر اور مخلص رہنما کی حیثیت سے ملک گیر شہرت پائی ان کی انقلابی نظموں کا پہلا مجموعہ "سُرخ سویرا" ہے دوسرا مجموعہ "گل تر" ۱۹۶۱ء میں اور تیسرا مجموعہ "بساطِ رقص" ۱۹۶۶ء میں شائع ہوا

۲۵ اگست ۱۹۶۹ء کو حیدر آباد دکن میں وفات پائی۔

○
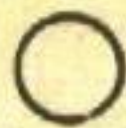
ہر لمحہ رہی فکر غریبانِ وطن کی
مصروف اسی کام میں وہ شام و سحر تھا

بس ایک ہی رستے پہ رواں تھا وہ شب و روز
اوروں کی طرح وہ نہ اِدھر تھا نہ اُدھر تھا

دنیائے سیاست ہو کہ دنیائے ادب ہو
ہر بزم میں وہ مرکزِ اربابِ نظر تھا

تاروں کی طرح سب ہی چمکتے رہے لیکن
وہ مثلِ قمر مثلِ قمر مثلِ قمر تھا

صابرؔ یہ حقیقت ہے، نہیں اس میں تعلّی
مخدوم اپنے وقت کا آگاہِ ہنر تھا

۱۹۶۹ء

"حمیت مند مجاہد دکن سید قاسم رضوی"

۱۹۷۰ء

سید قاسم رضوی ۲۱ مئی ۱۹۰۲ء کو ناتور۔ حیدرآباد دکن میں پیدا ہوئے ان کے آباد واجداد حجاز مقدس سے ہجرت کر کے کشمیر اور لکھنؤ کے بعد حیدرآباد دکن میں آباد ہو گئے تھے۔ سید قاسم رضوی نے دینی تعلیم مدرسہ نظامیہ فرنگی محل لکھنؤ میں حاصل کی ۱۹۲۶ء میں علیگڑھ یونیورسٹی سے بی اے اور ۱۹۲۹ء میں ایل ایل بی کیا اس کے بعد دکن میں وکالت شروع کی اور ممتاز وکلاء میں شمار ہونے لگے وہ بہترین طالبعلم مشہور اسپورٹس مین، بلند پایہ مقرر اور قوم کے محبوب قائد تھے دینی ملی اور فلاحی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے سید قاسم رضوی۔ نواب بہادر یار جنگ کے مخلص اور بہادر ساتھی تھے ان کی خدمات کے پیش نظر قوم نے انہیں صدیقِ دکن شیرِ دکن رہبر ملت اور مجاہدِ دکن کے القابات سے نوازا ۱۹۴۶ء سے ۱۹۴۸ء تک مجلسِ اتحاد المسلمین کے صدر رہے اس دوران ریاستی خزانے سے غلام محمد وزیر خزانہ اور سید زاہد حسین وزیر مالیات کے ذریعے پاکستان کی گرانقدر مالی استعانت کی۔

ریاست دکن پر بھارتی افواج کی فوج کشی کے بعد ۱۹ ستمبر ۱۹۴۸ء کو بھارتی فوج کے ہاتھوں گرفتار کر گئے اور ۱۹۵۷ء تک قید و بند کی سختیاں برداشت کیں۔ ۹ ستمبر ۱۹۵۷ء کو رہائی کے بعد ۱۱ ستمبر ۱۹۵۷ء کو پاکستان آکر اپنی دختر ڈاکٹر سرور سلطانہ کے پاس مقیم ہوئے۔ پاکستانی عوام نے ان کا والہانہ خیر مقدم کیا سیاسی جماعتوں نے انہیں اپنی جماعت میں شرکت کی دعوت دی مگر انہوں نے سیاست سے کنارہ کشی اختیار کی۔

۱۵ جنوری ۱۹۷۰ء کو کراچی میں وفات پائی۔
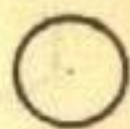
ہائے صدیقِ دکن، فخرِ دکن، شیرِ دکن
چل بسے دہر سے وہ رہبرِ ملت لقبی

مر مٹے اپنے گلستاں کے تحفظ کیلئے
رہ گیا دنگ جہاں دیکھ کے جرأت اُن کی

تھا مشن اُن کا فقط خدمتِ ملک و ملت
سامنے اُن کے رہی صرف فلاحِ ملی

کس قدر عشق تھا اس پاک زمیں سے ان کو
جان و دل سے ہی نہیں مال سے بھی خدمت کی

ظاہراً ہم سے وہ رخصت ہوئے لیکن صابر
باطناً راہیِ جنت ہوئے قاسم رضوی

۱۹۷۰ھ

"تاریخ مرگِ جناب شکیل بدایونی"

۱۹۷۰ء

شکیل احمد قادری ۳ اگست ۱۹۱۶ء میں بدایوں میں پیدا ہوئے والد کے انتقال کے بعد مولانا ضیاء القادری بدایونی نے ان کی پرورش کی ۱۹۳۶ء میں علیگڑھ یونیورسٹی سے بی۔ اے کیا۔ ابتدا میں سیماب اکبرآبادی سے مشورۂ سخن کیا بعد میں اپنے عم محترم مولانا ضیا القادری کے شاگرد ہوئے نعت۔ غزل۔ مناقب لکھے۔ ۱۹۴۶ء میں فلمی دنیا سے وابستہ ہوگئے بے شمار فلمی گیت اور نغمے لکھے۔ جگر مرادآبادی کے رنگ تغزل سے بہت متاثر تھے۔

تصانیف میں صنم و حرم، رعنائیاں، شبستان اور نغمۂ فردوس مشہور ہیں۔ ۲۰ اپریل ۱۹۷۰ء میں بمبئی میں وفات پائی۔

○
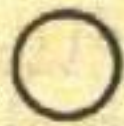
بزم جہاں سے سوئے جناں چل دیا شکیل
باغِ ادب میں تھا گلِ خنداں، نہیں رہا

کہتے تھے لوگ طوطیِ باغِ سخن جسے
وہ آبروئے حسنِ گلستاں نہیں رہا

جھڑتے تھے پھول بزم میں جس کی زبان سے
افسوس ہم میں اب وہ غزل خواں نہیں رہا

وہ تیرے عمِ محترم وہ حضرتِ رضیا
رنجور ہیں کہ نورِ دل و جاں نہیں رہا

صابر سنِ وصال بصد رنج و غم کہو
تھا دلنشیں شکیل سخنداں، نہیں رہا

۱۹۷۰ء

"آہ جنت نشاں الحاج مولانا محمد عبد الحامد قادری بدایونی"

۱۳۹۰ھ

مجاہد ملت مولانا عبد الحامد بدایونی ۱۸۹۶ء مطابق ۱۳۱۸ھ کو بدایوں (یوپی) انڈیا میں پیدا ہوئے ان کے بچپن ہی میں ان کے والد مولانا عبد القیوم ریل کے حادثے میں شہید ہو گئے تھے اس لئے ان کی پرورش ان کے برادر بزرگ مولانا عبد الماجد بدایونی نے کی جو بے مثال خطیب تھے مولانا بدایونی نے مدرسہ شمس العلوم بدایوں سے سند فراغت حاصل کی اور مولانا شاہ مطیع الرسول اور مولانا عبد المقتدر بدایونی سے خلافت پائی۔ ایک عرصہ تک جامعہ شمس العلوم میں مدرس و مفتی کے فرائض انجام دئے۔

سیاسی زندگی کا آغاز تحریک خلافت اور تحریک فلسطین سے کیا۔ ۱۹۱۸ء میں آل انڈیا مسلم لیگ سے وابستہ ہوئے ۱۹۴۰ء میں لاہور میں قائد اعظم کی صدارت میں منعقدہ اجلاس میں شرکت کی اور قرارداد پاکستان کے حق میں ولولہ انگیز تقریر کی مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی اور نواب اسمٰعیل خاں کے شانہ بشانہ قومی خدمت انجام دی آپ کو فن خطابت میں کمال حاصل تھا۔ ۱۹۴۶ء میں غیر منقسم ہندوستان کی سواد اعظم اہلسنت کی منعقدہ سنی کانفرنس بنارس میں اس کے بعد قائد اعظم کے حکم پر صوبہ سرحد کے ریفرنڈم کے مواقع پر نمایاں خدمات انجام دیں جس پر قائد اعظم نے فاتح سرحد کے خطاب سے نوازا۔

۱۹۴۶ء میں نوابزادہ لیاقت علی خاں کی خواہش پر نظام دکن نواب میر عثمان علی خان سے ملکر قائد اعظم سے ملاقات پر راضی کیا ایک عرصہ تک جمعیت العلمائے پاکستان کے صدر رہے ۵۳ء میں تحریک ختم نبوت کے ضمن میں قید و بند کی سختیاں بھی برداشت کیں۔ کراچی میں جامعہ تعلیمات اسلامیہ قائم کیا۔

ان کی تصانیف میں تصحیح العقائد، فلسفہ عبادات اسلامی، اسلام کا زراعتی نظام، اسلام کا معاشی نظام اور سوشلزم مشہور ہیں۔ ۲۱ جولائی ۱۹۷۰ء مطابق ۱۴ جمادی الاول ۱۳۹۰ھ کراچی میں وفات پائی۔

○
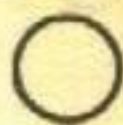
آہ مولانا بدایونی عدم کو چل دیے
آپ کی فرقت میں ہے مغموم ہر خرد و کلاں

آپ تھے تحریکِ پاکستان کے اک رہنما
اور تحریکِ خلافت کے بھی تھے روحِ رواں

قائدِ اعظم شہیدِ ملّت و علمائے دیں
آپ کی خدمات کے سب رہنما تھے قدر داں

عظمتِ ختم نبوّت کے تحفّظ کے لئے
آپ نے جھیلی ہیں قید و بند کی بھی سختیاں

اس سے بہتر اور کیا تاریخ ہم صابر کہیں
عالمِ مشہور حامد عازمِ باغِ جناں

۱۹۷۰ء

روزنامہ آغاز۔ کراچی، جولائی ۱۹۷۰ء

دُرِ نایاب لِسانُ الحسّان الحاج مولانا ضیاؔ القادری بدایونی

۱۹۷۰ء

محمد یعقوب حسین نام اور ضیاؔ تخلص تھا قادری سلسلہ میں بیعت تھے اس لئے ضیاؔ القادری کہلانے لگے ۲۶ رجب ۱۳۰۰ھ میں بدایون میں پیدا ہوئے ۴ سال کی عمر میں والدین کے سایہ سے محروم ہو گئے ان کی پرورش اور تربیت ان کے خالو حضرت آسیر بدایونی پروفیسر سینٹ جانسن کالج آگرہ نے فرمائی ۔ ساری زندگی حمد و نعت ۔ مناقب اور سلام لکھے جس کے کئی مجموعے شائع ہوئے ۔ ماہنامہ آستانہ دہلی کے شاعر خصوصی تھے آپ کی شہرت عالمِ اسلام تک پھیل ہوئی تھی ۔ تقسیم سے قبل انڈیا میں لسان الحسان کے خطاب سے نوازے گئے ۔

تحریک خلافت میں مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی کے جلسوں میں نظمیں پڑھتے جس سے نئی رُوح پیدا ہوتی ۔

تحریک پاکستان میں علمائے کرام کے ساتھ جوش و خروش سے حصہ لیا ۔ ان کے پہلے دیوانِ نعت "تجلیاتِ نعت" میں شمس العلما خواجہ حسن نظامی نے دیباچہ لکھا اور مولانا کے کلام کی بے حد تعریف کی ۔

مولانا ضیاؔ القادری سراپا اخلاص ۔ شگفتہ مزاج ۔ تقویٰ اور پرہیز گاری کے لحاظ سے صالحین سلف کا نمونہ تھے ۔ ہندوستان میں آپکے بے شمار شاگرد ہیں ۔ تصانیف میں جوارِ غوث الورا ۔ تجلیات نعت خزینۂ بہشت ، مرقعِ شہادت ، خواجگانِ چشت قابلِ ذکر ہیں ۔ ۱۴ اگست ۱۹۷۰ء کو کراچی میں وصال فرمایا ۔

○
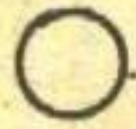
آہ میرے سر سے سایا اٹھ گیا اُستاد کا
فرطِ غم میں اُٹھ رہا ہے دل سے آہوں کا دھواں

ہو گیا رُوپوش وہ علم و ادب کا آفتاب
کیوں نہ پھر تاریک ہو شعر و سخن کا آسماں

آہ سُونی ہو گئی ہے آج بزم معرفت
ہائے اب پائیں کہاں کیفِ شرابِ ارغواں

ان کی فیضِ تربیت کا حال مجھ سے پوچھیے
مجھ سا عاصی بن گیا مدّاحِ شاہِ انس و جاں

سال رحلت ان کا صابرؔ لکھ سرِ الہام سے
"فی امان اللہ ضیاؔ القادری جنّت مکاں"

۱۹۷۰ء

(مطبوعہ انوار الصوفیہ قصور ستمبر ۱۹۷۰ء)

"شاعرِ دکن، فخرِ بلدہ سُلیمان اریب"

۱۹۷۰ء

جناب سلیمان اریب ستمبر ۱۹۲۲ء میں حیدرآباد دکن میں پیدا ہوئے طالبعلمی کے زمانے سے شعر و سخن سے لگاؤ تھا نظم، غزل اور آزاد نظمیں لکھیں ان کا پہلا مجموعہ "پاس گریباں" انجمن ترقی اردو حیدرآباد دکن نے شائع کیا۔

سلیمان اریب نہایت خوش آواز شاعر تھے بہت جلد شعری دنیا پر چھاگئے ریاستِ دکن اور آل انڈیا مشاعروں میں شریک ہوکر دکن کی نمائندگی کرتے رہے۔ حیدرآباد سے ماہنامہ "صبا" جاری کیا برسوں اسکے مدیر رہے ترقی پسند تحریک میں نمایاں حصہ لیا۔ اپنی آزاد نظموں کے ذریعے مزدوروں کی ترقی اور خوشحالی کی جدوجہد کی اس سلسلے میں جیل بھی گئے۔

سلیمان اریب نے "حیدرآباد کے شاعر" کے نام سے تذکرہ شعرائے حیدرآباد کی دوسری جلد مرتب کی ان کے انتقال کے بعد ان کے کلام کا دوسرا مجموعہ "کڑوی خوشبو" کے نام سے شائع ہوا۔

ستمبر ۱۹۷۰ء میں حیدرآباد دکن میں وفات پائی۔

ہائے اب ان کو کہاں پائیں گے ارباب وطن
ہو گئے آج بہت دور جو کل تک تھے قریب

تھے وہ تحریک ترقی کے نمایاں عنصر
اور مزدوروں کے غمخوار تھے وہ درد نصیب

"کرڑی خوشبو" سے کبھی "پاسِ گریباں" سے کبھی
دے گئے قوم کو وہ جدّ و جہد کی ترغیب

اُن کی ہر بات نئے خواب کی تعبیر حسیں
اُن کا ہر شعر تھا پُرنور زمانے کا نقیب

مل گیا غیب سے صابرؔ سنِ رحلت ان کا
نیک انجام ہیں مغفور سلیمان ادیب

۱۹۷۰ء

"ہادیٔ مملکت علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی"

۱۹۷۰ء

ابو الحقائق شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی یکم اپریل ۱۹۱۰ء کو موضع چمبہ ضلع ہزارہ میں پیدا ہوئے ابتدائی کتب اپنے والد ماجد مولانا عبدالحمید ہزاروی سے پڑھیں جامعہ رضویہ بریلی شریف سے درس نظامی کی سند حاصل کی حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان قادری نے آپ پر خاص توجہ فرمائی اور دارالعلوم بریلی میں درس وتدریس کی مسند پر فائز کیا اور ابو الحقائق کا خطاب بخشا۔

حضرت مولانا عبدالغفور ہزاروی بچپن ہی میں پیر مہر علی شاہ گولڑہ شریف سے بیعت ہو گئے تھے پیر صاحب سے اجازت وخلافت بھی حاصل تھی مولانا ہزاروی عالم، مفتی، مناظر، خطیب اور سیاستدان تھے برصغیر کے گوشے گوشے میں آپ کی خطابت کا ڈنکا بجتا رہا۔ تحریک شہید گنج، تحریک نیلی پوش اور مولانا ظفر علی خان کی اتحادِ ملت پارٹی میں بھی شریک رہے ۱۹۳۶ء میں مسلم لیگ سے وابستہ ہوئے اور اتحادِ ملت پارٹی کو اس میں ضم کر دیا ۱۹۴۰ء میں قرارداد پاکستان کے موقع پر لاہور کے اجلاس میں شرکت کی۔

وزیرآباد میں جامعہ نظامیہ غوثیہ قائم کیا اور دورۂ قرآن کا سلسلہ شروع کیا ملک کے ہزاروں علماء اس سے استفادہ کرتے رہے ایک عرصہ تک جمعیت العلمائے پاکستان کے نائب صدر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں ۹ اکتوبر ۱۹۷۰ء مطابق ۷ شعبان ۱۳۹۰ھ کو ایک ٹرک کے حادثہ میں زخمی ہو کر شہادت پائی۔

ہو گئے ہیں آج مولانا شہید
اہلِ حق ہیں ان کے غم میں چُور چُور

بالیقیں تھے واعظِ شعلہ بیاں
شیخِ قرآن حضرتِ عبد الغفور

رہبرِ تحریکِ پاکستان تھے
تھی سیاست میں بھی شہرت دور دور

ہو عطا یا رب انہیں روزِ جزا
دیدِ روئے شافعِ یوم النّشور

فکر ہے صابرؔ اگر تاریخ کی
کہئے "مہتابِ فلک عبد الغفور"

۱۹۷۰ء

"بزرگِ دین قاری غلام رسول"

۱۹۷۱ء

شمس الفقراء الحاج مولانا حافظ قاری غلام رسول قادری المتخلص بہ غلام قادری ۱۸۸۹ء مطابق ۱۳۰۶ھ میں کراچی میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد کے مدرسہ "العلیمیہ قادریہ" سے عربی، فارسی اور درس نظامی کی تکمیل کی۔ اپنے ماموں سائیں عبدالغنی شاہ قادری سے چشتی نظامی اویسی سلسلہ میں بیعت ہو کر خلافت پائی اور سندھ کے گوشے گوشے میں رشد وہدایت کی شمع روشن کی۔ قادری مسجد سولجر بازار کراچی کی بنیاد ڈالی اور تادمِ آخر اس کے خطیب رہے۔ شاہ غلام رسول قادری کو شریعت وطریقت تحقیق وجستجو سے دلی لگاؤ تھا مختلف ممالک کا سفر کیا۔ اکابر اسلام کے مزارات کی زیارت کی، ہر مقام پر علوم و فنون اور معارف اسلامیہ کا مطالعہ کیا وہاں کے علماء ومشائخ سے تبادلہ خیال کیا ان کے افکار ومعارف سے استفادہ کیا۔

قاری شاہ غلام رسول قادری حافظ خطیب اور مفسرِ قرآن وحدیث تھے تجوید وقرات کے فن میں باکمال تھے شعلہ بیان خطیب کی حیثیت سے ملک میں معروف تھے کئی زبانوں کے ماہر تھے شعر وسخن سے بھی رغبت تھی نظم ونثر میں تقریباً تیس ۳۰ کتابوں کے مصنف اور مولف تھے انہیں مکہ معظمہ، مدینہ منورہ۔ بغداد شریف اور بلادِ اسلامیہ کے مقامات پر بھی شعلہ انگیز خطابت کے سبب مقبولیت حاصل تھی۔

۱۳ جولائی ۱۹۷۱ء مطابق ۱۸ جمادی الاول ۱۳۹۱ھ کو کراچی میں وصال فرمایا۔ آپ کا مزار قادری مسجد سولجر بازار کراچی میں مرجع خلائق ہے۔
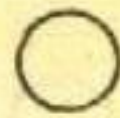
چل دیئے سوئے جناں قاری غلامِ قادری
والہ و شیدا تھے بیشک پنجتن کے آنجناب

عالم و فاضل بھی تھے وہ حافظ و قاری بھی تھے
عصرِ حاضر میں تھے حضرت اک بزرگِ لاجواب

قادری چشتی، نظامی اور اویسی بھی تھے آپ
اس طرح ہر سلسلے میں تھے مثالِ ماہتاب

تھے طرفداران دینِ مصطفےٰ میں پیش پیش
اُن کا ہر نقشِ قدم تھا نقشِ راہِ بوتراب

کی جو فکرِ سالِ رحلت آئی طیبہ سے صدا
لکھ سنِ ہجری میں صابرؔ "زاہدِ غفراں مآب"

۱۳۹۱ھ

مطبوعہ ہفت روزہ المدینہ ۔ کراچی
۱۰ ستمبر ۱۹۷۱ء

"ادیبِ اسلام مولانا حکیم غلام معین الدّین نعیمی"

۱۹۷۱ء

غلام معین الدین نام اور مخدوم کنیت ہے ۲۳ دسمبر ۱۹۲۳ء کو مراد آباد یوپی میں پیدا ہوئے آپ صوفی شاہ صابر اللہ اشرفی کے بڑے صاحبزادے تھے حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین اشرفی کے مدرسہ جامعہ نعیمیہ مراد آباد سے درس نظامی کی سند حاصل کی ۱۹۴۲ء میں دہلی طبیہ کالج سے طب کی سند پائی۔ ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کے منتظم رہے اس طرح تحریک پاکستان میں خدمات انجام دیں۔

۱۹۵۰ء میں لاہور سکونت اختیار کی۔ اہل سنّت کا ترجمان اخبار ہفت روزہ "سوادِ اعظم" جاری کیا۔ مرکزی جمعیت العلمائے پاکستان کے نائب ناظم مقرر ہوئے۔ تصنیف و تالیف کا شوق تھا۔ کئی عربی کتابوں کے ترجمے کئے جن میں فتوح الغیب، مدارج النبوۃ، کشف المحجوب اور الشفا کے تراجم شامل ہیں۔ نعت گوئی اور تاریخ گوئی کا بھی ذوق تھا۔

۴ اگست ۱۹۷۱ء مطابق ۱۲ جمادی آخر ۱۳۹۱ھ کو لاہور میں انتقال فرمایا۔
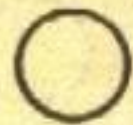
آہ رخصت ہوئے معین الدین
اہلِ حق ان کے ہجر میں ہیں ملول

ہفت روزہ سوادِ اعظمؒ کے
تھے مدیرِ مکرّم و مقبول

جان و دل سے تمام عمر رہے
فرضِ تبلیغِ دین میں مشغول

گلشنِ دہر میں مہکتے ہیں
ان کی تصنیف کے شگفتہ پھول

کہئے صابرؔ وفات کی تاریخ
عارفِ خلد ہے فدائے رسول

١٣٩١ھ

مطبوعہ ہفت روزہ سوادِ اعظم لاہور
جولائی ۷۱ء

علامہ نفیس مفتی احمد یار خاں نعیمیؒ

۱۹۷۱ء

مفسرِ قرآن واعظِ شیریں بیاں علامہ مفتی احمد یار خاں نعیمی المتخلص "سالک" موضع اوجھانی ضلع بدایوں میں ۱۹۰۵ء میں پیدا ہوئے مدرسہ شمس العلوم بدایوں کے بعد جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں صدر الافاضل مولانا نعیم الدین اور علامہ مشتاق احمد کانپوری سے تحصیلِ علم کیا ۱۹۲۵ء میں صدر الافاضل نے آپ کی دستار بندی کی اور آپ کی اعلیٰ صلاحیت کے سبب جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں درس و تدریس اور فتویٰ نویسی کے لئے مقرر فرمایا کچھ عرصہ دھوراجی کے مدرسہ مسکینیہ اور کچھوچھہ شریف کے صدر مدرس رہے۔

۱۹۳۹ء میں پنجاب کے علماً کے اصرار پر گجرات منتقل ہوئے اور یہیں کے ہو کر رہ گئے امیرِ ملت پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری کی خواہش پر ان کے مدرسہ دار العلوم خدام الصوفیہ سے وابستہ ہوئے۔ سوادِ اعظم کے مشاہیر علماً کو آپ سے شرفِ تلمذ حاصل کرنے کا فخر ہے۔

مفتی احمد یار خاں نعیمی کو تصنیف و تالیف اور نعت گوئی کا بے حد ذوق تھا آپ کی تصانیف میں نعتیہ مجموعہ "دیوانِ سالک" اور دیگر تصانیف میں تفسیر نعیمی، مراۃ شرح مشکوٰۃ، جاء الحق و زھق الباطل، شانِ حبیب الرحمٰن، علم المیراث، فتاویٰ نعیمیہ، حضرت امیر معاویہ پر ایک نظر، بے حد مقبول ہیں۔

۲۴ر اکتوبر ۱۹۷۱ء مطابق ۳ر رمضان ۱۳۹۱ھ کو گجرات میں وصال فرمایا۔ ان کے جانشین صاحبزادہ مفتی مختار احمد خاں خطیب سیالکوٹ مسلکِ اہلِ سنت کی تبلیغ میں سرگرداں ہیں۔
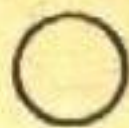
وہ مفسّر وہ مفکّر وہ مدبّر چل دیئے
مظہرِ صدر الافاضل واعظِ شیریں بیاں

مشعلِ راہِ تصوّف ان کی ہر تصنیف ہے
جس کا اک اک لفظ ہے شمعِ ہدایت بے گماں

زندگی بھر مذہبِ اسلام کی تبلیغ کی
مرحبا صد مرحبا اے دینِ حق کے پاسباں

ہاتفِ غیبی نے صابر کہدیا سالِ وصال
بہرہ مندِ گلشنِ فردوس احمد یار خاں

۱۹۷۱ء

"طبعِ منوّر جناب سراج الدّین ظفرؔ"

۱۹۷۲ء

۲۵ مارچ ۱۹۱۲ء کو بمقام جہلم پیدا ہوئے ان کے والد میاں عبدالقادر ریلوے انجنیئر تھے اور والدہ بیگم عبدالقادر ممتاز ادیبہ تھیں۔ جنکی کئی کتابیں مشہور ہیں۔

ظفرؔ نے پنجاب یونیورسٹی سے ایل ایل بی کر کے وکالت کی پھر ائر فورس میں چلے گئے یہ ۱۹۳۰ء میں پہلے نوعمر مسلمان ہوا باز تھے۔ ۱۹۵۰ء میں ریٹائرڈ ہو کر "فیروز سنز" کا کام سنبھالا۔ چالیس کے قریب کتابیں تصنیف و تالیف کیں۔

صاحبِ طرز شاعر تھے، علم نجوم کے بھی ماہر تھے۔ قطعات، رباعیات، مثنوی، نعت و غزل جملہ اصناف سخن میں طبع آزمائی کی۔ مجموعے زمزمۂ حیات اور غزال و غزل ادبی دنیا میں موقر ہیں ——— ۶ رمئی ۱۹۷۲ء کو انتقال فرمایا۔

○
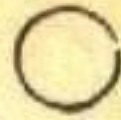
شاعرِ بے بدل سراج الدّیں
کر گئے آج اس جہاں سے سفر

جملہ اصنافِ شعر میں کامل
فن پہ رکھتے تھے ہر طرح کی نظر

زمزمہ ہو کہ ہو غزال و غزل
ہیں یہ دونوں بھی نقشِ خونِ جگر

آج بھی وہ حسین سا چہرہ
گھومتا ہے نگاہ میں اکثر

ہے اگر فکر سالِ رحلت کی
کہئے صابرؔ "حمیدہ خلق ظفر"

۱۹۷۲ء

"روشن طبع ادیبؒ الملک علاّمہ درد کاکوروی"

۱۳۹۲ھ

میر نذر علی نام تھا اور کاکوری ضلع لکھنؤ وطن۔ محسن کاکوروی کے بھتیجے تھے ان کے والد اور بھائی شاعر تھے اس ماحول سے متاثر ہوئے۔ حضرت اخگر کاکوروی اور حضرت شریف کاکوروی نے ان کے ذوق کو جلا بخشی۔

ملازمت کے سلسلے میں برسوں اورنگ آباد دکن میں رہے۔ غیر منقسم ہندوستان میں آپ کا کلام ماہنامہ پیشوا، درویش، ادب لطیف اور آستانہ دہلی میں شائع ہوتا رہا۔

تاریخ گوئی میں ماہر اور کئی ادبی و دینی کتابوں کے مصنف تھے۔

۲۶ رجون ۱۹۷۲ء کو نماز عصر میں سجدہ کی حالت میں حرکتِ قلب بند ہونے کے سبب ۸۲ سال کی عمر میں انتقال فرمایا اور کراچی میں مدفون ہیں۔

○

رحلتِ درد کی خبر سن کر
ہو گئے غم سے سب کے چہرے زرد

جن کو سجدے میں رب کا آیا پیام
ان بزرگوں میں یہ بھی تھے اک مرد

خوش زباں، خوش بیان و خوش اخلاق
حضرتِ درد تھے مرے ہمدرد

تھے مصنّف کئی کتابوں کے
مدحِ سرکارِ کائنات میں فرد

آئی تاریخ لب پہ اے صابر
"حاضرِ خلد ہیں جنابِ درد"

۱۹۷۲ء

(مطبوعہ ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور)
جولائی ۱۹۷۲ء

"شیریں زباں علامہ تمنّا عمادی"

۱۳۹۲ھ

سید محی الدین نام تھا تمنا عمادی کے نام سے ادبی حلقوں میں مشہور تھے ۱۳۰۵ھ میں پھلواری شریف (بہار) میں پیدا ہوئے۔ درس نظامی اپنے والد شاہ سید عزیز الحق سے اور حدیث کی تعلیم مولانا حکیم علی نعمت سے حاصل کی۔ شاعری میں شمشاد لکھنوی کے شاگرد رہے۔ عربی، اردو ادب اور فارسی میں علامہ شبلی نعمانی سے شرف تلمذ رہا۔

علامہ تمنا عمادی غیر منقسم ہندوستان میں حسّان الہند کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے ان کی تصانیف میں جواھر الادب، مذہب العقل، معاش و معاد، لئول موتی، عروض جدید، البدر المنیر فی اصول التفسیر کے علاوہ اردو فارسی کلام کے دیوان ہیں۔

۱۹۷۲ء کو بنگلادیش (سابق مشرقی پاکستان) میں وفات پائی۔
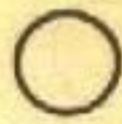
ہو گئے روپوش دنیا کی نگاہوں سے وہ آج
تھے عمادی نیرِ تابانِ پھلواری شریف

اہلِ دل کا میکدہ سُونا ہوا ان کے بغیر
تھے وہ بے شک ساقیِ عرفانِ پھلواری شریف

محفلیں شعر و سخن کی کس قدر ہیں سوگوار
چشم نم ہے حلقۂ یارانِ پھلواری شریف

معترف ہیں اہلِ بنگلہ دیش بھی اس بات کے
اُن کے دم سے تھا یہاں فیضانِ پھلواری شریف

مل گیا صابر سِنِ رحلت انہی کے حسبِ حال
"تھے تمنّا صبحِ ایواں جانِ پھلواری شریف"

۱۹۷۲ء

"آہ سعیدِ ملکت حفیظ ہوشیار پوری"

۱۹۷۲ء

شیخ عبدالحفیظ سلیم نام اور حفیظ تخلص تھا۔ ۵ جنوری ۱۹۱۲ء ضلع جھنگ کے گاؤں دیوان پور میں پیدا ہوئے اسلامیہ ہائی اسکول ہوشیار پور سے میٹرک، گورنمنٹ کالج سے بی اے اور ۱۹۳۶ء میں فلسفہ میں ایم۔اے کیا کچھ عرصہ انجمن ترقی اردو سے وابستہ رہے پھر آل انڈیا ریڈیو میں ملازمت کرلی۔

قیام پاکستان کے بعد ریڈیو پاکستان کے پہلے ڈائرکٹر اور پھر ڈپٹی ڈائرکٹر جنرل ہوئے حضرت حفیظ ہوشیار پوری کو بچپن سے شعر و سخن کا ذوق تھا شاعری میں پہلے اپنے بھائی شیخ عبدالرشید راحل سے اس کے بعد مولانا شیخ غلام قادر گرامی سے فیض حاصل کیا۔ انگریزی شاعری سے بھی رغبت تھی چند انگریزی نظمیں بھی لکھیں۔

غزل ان کی محبوب صنفِ سخن رہی تاریخ گوئی میں بھی کمال حاصل تھا۔ ان کے انتقال کے بعد ان کا مجموعۂ کلام "مقامِ غزل" کے نام سے شائع ہوا۔

۱۹۷۲ء مطابق ۱۳۹۲ھ کو لاہور میں وفات پائی۔

ملا ہے فیضِ انھیں راحل و گرامی سے
تھی ان کو دونوں بزرگوں سے ایک سی نسبت

غزل کے ساتھ لکھا بیشتر کلامِ نعت
رہی ہے دل میں رسولِ کریم کی عظمت

غزل میں ان کو ملا ہے نیا "مقامِ غزل"
رہے گی شعر و سخن میں حفیظ کی شہرت

رہا ہے ان کو خیالِ ترقیٔ اردو
تمام عمر وہ کرتے رہے یہی خدمت

ہیں آج اس لئے مغموم اہلِ فن صابر
جو انڈر رنج ہوئی ہے حفیظ کی رحلت

۱۹۷۲ء

جناب مولانا مفتی سید مسعود علی قادری

۱۳۹۳ھ

مولانا مفتی سید مسعود علی قادری ۱۹۰۹ء میں یوپی کے مشہور شہر علی گڑھ کی ریاست بوڑھا گاؤں میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مارہرہ شریف میں پائی۔ مدرسہ لطیفیہ علیگڑھ۔ مدرسہ عالیہ رامپور سے سند فراغت حاصل کی آپ کے اساتذہ میں علامہ عبدالحق خیرآبادی۔ مولانا وجیہہ الدین اور قاری محی الدین مشہور ہیں۔

مفتی صاحب نے مدرسہ نعمانیہ دہلی، مدرسہ قادریہ بدایوں، مدرسہ عربیہ علیگڑھ میں تدریس وافتاء کے فرائض انجام دئے قیام پاکستان کے بعد ۱۹۵۱ء سے ۱۹۶۰ء تک غزالی دوراں علامہ احمد سعید کاظمی کے قائم کردہ مدرسہ انوار العلوم ملتان میں درس و تدریس کی خدمات انجام دیں ۱۹۶۱ء سے اہل سنّت کے مرکزی دارالعلوم امجدیہ کراچی میں مسندِ تدریس سنبھالی۔ اور صاحبزادہ مولانا سید سعادت علی قادری کے بیرون ملک جانے کے بعد ان کی جگہ مسجد قصاباں صدر کراچی کے خطیب مقرر ہوئے۔

۹ فروری ۱۹۷۳ء مطابق ۵ محرم ۱۳۹۳ھ نماز جمعہ پڑھائی۔ مسجد سے ملحقہ مکان تشریف لے گئے کھانا تناول فرمایا اس کے بعد دل کا دورہ پڑنے سے وصال فرمایا۔

○

ہائے ہائے وہ عالمِ برحق
ہو گئے آج واصلِ معبود

محو رہتے تھے حُبِّ سرور میں
صرف تبلیغ دیں کی تھی مقصود

تھی نہایت ہی سادگی اُن میں
ایسے عالِم جہاں میں ہیں مفقود

پیشوائیِ اہلِ حق کے لئے
تھا ضروری جہاں میں اُن کا وجود

سالِ رحلت یہ کہئے اے صابر
"مایۂ باغِ خُلد ہیں مسعود"

۱۹۷۳ء

ماہنامہ ترجمان اہلسنت کراچی (مارچ ۷۳ء)

آداب مظہر خیریؒ

۱۹۷۳ء

ممتاز صحافی مظہر الحق خیری ۱۹۱۲ء میں دہلی میں مصورِ غم علامہ راشد الخیری کے خانوادہ میں پیدا ہوئے بچپن سے ادب اور صحافت سے لگاؤ تھا زمانہ طالبعلمی میں ہفت روزہ "دہر" نکالا جو ۱۹۳۲ء سے ۱۹۳۶ء تک جاری رہا۔ ۱۹۳۲ء میں روزنامہ باغی نکالا اس کے علاوہ کئی دیگر رسائل اور اخبارات سے وابستہ رہے ۱۹۴۷ء سے ۱۹۵۰ء تک ریڈیو پاکستان سے بحیثیت ڈرامہ نویس وابستہ رہے۔ ۱۹۵۱ء میں کراچی سے ماہنامہ "جام نو" کا اجرا کیا اور اس پودے کو اپنے خونِ جگر سے سیراب کیا۔ جامِ نو کے ذریعے ملک کے بے شمار نئے ادیبوں اور شاعروں کو ادبی دنیا سے متعارف کرایا۔

حضرت مظہر خیری ادب شناس اور ادب کے سرپرست اور مربی تھے انہوں نے اپنی زندگی کی آخری سانس تک ادب کی خدمت کی۔ ماہنامہ جام نو کے کئی نمبر نکالے جن میں قائدِ ملت نمبر، اقبال نمبر، جگر نمبر، دس سالہ نمبر، یادگارِ پاکستان نمبر، شوکت رضا نمبر، ایم اسلم نمبر۔ تاریخ ادب میں یادگار ہیں۔

۱۹ر فروری ۱۹۷۳ء حرکت قلب بند ہوجانے سے کراچی میں وفات پائی۔

کر رہے تھے ادب کی وہ خدمت
کس قدر نیک ذات تھے خیری

سالِ تاریخ اُن کا اے صابر
کہہ "حمیدہ صِفات تھے خیری"

۱۹۷۳ء

(۲)

(در صنعت منقوط)

ہو رہے تھے تشنگانِ علم جس سے فیضیاب
ہائے وہ دُنیا سے رخصت ہو گیا ہے دوستو

صنعتِ منقوط میں تاریخ ہے صابر یہی
"ارتحالِ مظہر خیری مدیرِ جامِ نو"

۱۹۷۳ء

محبوب شہر امیر محمد خاں راجہ صاحب محمود آباد

۱۹۷۳ء

راجہ صاحب ریاست محمود آباد (لکھنؤ یوپی) میں ۱۹۱۵ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد مہاراجہ محمود آباد بیدار مغز، اور محب وطن رہنما تھے اور قائداعظم کے مخلص ترین دوست تھے اس نسبت سے راجہ صاحب قائداعظم کو انکل کہتے تھے۔

راجہ صاحب کو اردو، عربی، انگریزی اور فارسی زبان پر عبور حاصل تھا۔ تاریخ فقہ اور حدیث پر بھی دستگاہ حاصل تھی مذہب سے بھی بے انتہا لگاؤ تھا۔

راجہ صاحب نے ۱۹۳۶ء میں قائداعظم کے حکم پر مسلم لیگ میں شمولیت کی اور سرگرمی سے حصہ لیا ۱۹۳۶ء میں لکھنؤ کے تاریخ ساز اجلاس میں مسلم لیگ کے خازن منتخب ہوکر ۱۹۴۷ء تک اس عہدے پر فائز رہے۔ راجہ صاحب نے تحریک پاکستان میں اور مسلم امت کے اتحاد کیلئے جو خدمات انجام دیں۔ وہ ناقابل فراموش ہیں۔ قیام پاکستان کے بعد ہر دور میں انھیں وزارت اور سفارت کی پیشکش کی گئی مگر آپ نے قبول نہ کیا اور بے لوث خدمت انجام دیتے رہے۔

آخر وقت میں لندن کے اسلامک سینٹر کے ڈائرکٹر تھے ۱۴ اکتوبر ۱۹۷۳ء کو لندن میں انتقال فرمایا۔

چل دیئے ہیں راجہ صاحب بزم فانی چھوڑ کر
اُن کی نظروں میں تھی روشن رہگزارِ پنجتن

اُن کے ماتھے پر نمایاں کربلا کی خاک تھی
وہ کہا کرتے تھے خود کو خاکسارِ پنجتن

اُن کا دل تھا گنجِ تاریخ و حدیثِ معتبر
اُن کو حاصل تھی نگاہِ اعتبارِ پنجتن

پنجتن کے نام سے ہوتی تھی ان کی آنکھ نم
آخری دم تک رہے وہ غمگسارِ پنجتن

سالِ رحلت ان کا اے صابر برادی یہ کہو
راجہ صاحب اہلِ ہوش و جاں نثارِ پنجتن

۱۹۸۳ء

عالی درجات جناب چودھری خلیق الزماں صاحب

۱۹۷۳ء

چودھری خلیق الزماں صاحب ۲۵ دسمبر ۱۸۸۹ء کو قصبہ چنار ضلع مرزاپور میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم لکھنؤ میں پائی۔ علیگڑھ کالج سے بی اے کیا۔ ۱۹۱۶ء میں ایل ایل۔بی کی ڈگری حاصل کی، چودھری صاحب غیر منقسم ہندستان کے ممتاز رہنما، تحریک پاکستان کے صف اوّل کے مجاہد اور قائد اعظم کے قابل اعتماد رفیق کار تھے۔ ۱۹۲۲ء میں مسلم لیگ میں شامل ہوئے۔ سیاسی سرگرمیوں کے سبب ۱۹۱۹ء میں جیل کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔

۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ لاہور میں شیر بنگال مولوی فضل الحق نے قرارداد پاکستان پیش کی۔ چودھری خلیق الزماں نے اس کی تائید میں نہایت مدلل اور پرجوش تقریر کی۔ ۷، ۸ مارچ ۱۹۴۲ء کو راولپنڈی میں مولانا عبدالستار خان نیازی کی قائم کردہ پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے اجلاس ہوئے جسکی صدارت چودھری خلیق الزماں نے فرمائی یہ اجلاس نہایت کامیاب ہوئے۔

چودھری صاحب ۱۹۵۳ء میں سابقہ مشرقی پاکستان کے گورنر بھی رہے جنرل محمد ایوب خان صاحب سابق صدر مملکت پاکستان کے امارت میں ایک عرصہ تک کنونشن مسلم لیگ کے صدر رہے۔

چودھری صاحب نے "شاہراہ پاکستان" نامی ایک تاریخی کتاب لکھی جس کا ترجمہ انگریزی زبان میں بھی شائع ہوا۔ ان کی اہلیہ زاہدہ خلیق الزماں ممتاز شاعرہ اور ادیبہ تھیں۔

چودھری صاحب نے ۱۳ مئی ۱۹۷۳ء کو کراچی میں وفات پائی۔

○
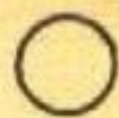
وہ خلیق الزماں نہیں ہم میں
جس نے دکھلائی شاہراہِ نجات

ایک بے مثل رہنمائے وطن
ایک مینارِ نور جس کی ذات

زندگی بھر رہا وطن کا خیال
عمر بھر کی ہے قوم کی خدمات

ایک تاریخ عہدِ حاضر تھا
یاد آئے گی اُس کی اک اک بات

ذکر صابرؔ میں جن کا کرتا ہوں
وہ "خلیق الزمان تھے حسن صفات"

۱۹۷۳ء

"ذاکرِ اہلِ بیت"

۱۳۹۳ھ

"فردِ عصر جناب علّامہ رشید ترابی"

۱۹۷۳ء

خطیبِ اسلام ذاکرِ اہلِ بیت حضرت علّامہ رشید ترابی ۱۹۰۸ء میں حیدر آباد دکن میں پیدا ہوئے۔ ۸ سال کی عمر میں میرانیس کے کلام سے ذاکری کا آغاز کیا ممتاز عالم مولانا سید غلام حسین کی مجالس سے پیش خوانی شروع کی ۱۹۴۲ء میں آگرہ میں حضرت "شاہ ثالث" کے مزار پر تقاریر کیں جس سے آپ کی شہرت ملک میں دور دور تک پھیل گئی۔

نواب بہادر یار جنگ اور خواجہ حسن نظامی کے دوش بدوش تحریکِ آزادی میں بھرپور حصہ لیا۔ سقوطِ حیدرآباد کے بعد پاکستان آکر کراچی میں سکونت پذیر ہوئے۔ اردو کا روزنامہ "المنتظر" جاری کیا ۱۹۵۶ء میں اسلامی ممالک کی فلاسفیکل کانفرنس میں پاکستان کی نمائندگی کی۔ مختلف علوم پر کتابیں لکھیں۔

علّامہ رشید ترابی فقید المثال خطیب تھے انہوں نے فنِ خطابت کو چار چاند لگا دئے غیر معمولی حافظہ کے مالک تھے دورانِ خطابت علامہ اقبال اور میرانیس کے اشعار برجستہ استعمال کرتے انہیں اسلامی علوم پر دسترس تھی ایامِ عزا میں کئی مجالس میں لاکھوں کے اجتماع سے خطاب کرتے تھے ہر سال شامِ غریباں کے موقع پر لاکھوں مسلمان ریڈیو سے ان کی تقریر سننے کے منتظر رہتے تھے آپ کی تقاریر کے سینکڑوں ریکارڈ موجود ہیں۔

علامہ رشید ترابی ممتاز صحافی اور بلند پایہ شاعر بھی تھے۔ ہر مکتبہ فکر کے علماء اور عوام میں مقبول تھے ۱۸ دسمبر ۱۹۷۳ء کو کراچی میں رحلت فرمائی۔

○
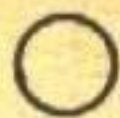
ہو گیا ہے آج علامہ تُرابی کا وصال
جانتے ہو کون! وہ مست ولائے اہلِ بیت

تھے وہ بے شک ذاکرِ آلِ نبی آلِ علی
تا دمِ آخر رہے محوِ ثنائے اہلِ بیت

اُن کا اندازِ خطابت کیوں نہ ہو سب سے الگ
تھا میسّر ان کو اعزاز عطائے اہلِ بیت

پنجتن کی مدحت و نسبت کے صدقے میں ضرور
روزِ محشر ہوں گے وہ زیرِ لوائے اہلِ بیت

واہ کیا نکلی ہے صابرؔ ان کی تاریخِ وفات
تھے ترابی جانِ عالم اور فدائے اہلِ بیت

۱۹۷۳ء

نیک خُو سیّد محی الدّین پیر گولڑہ شریف

۱۹۷۴

حضرت خواجہ غلام سید محی الدین المعروف بابوجی دسمبر ۱۸۹۱ء میں گولڑہ شریف (پنجاب) میں پیدا ہوئے آپ برصغیر کے معروف روحانی پیشوا قبلۂ عالم حضرت پیر مہر علی شاہ کے اکلوتے صاحبزادے تھے قبلۂ عالم نے آپ کی دینی اور دنیوی تعلیم کا معقول انتظام کیا تھا ان کے وصال کے بعد حضرت خواجہ محی الدین سجادہ نشین ہوئے۔

حضرت پیر صاحب گولڑہ شریف فقر و استغنا کا مرقّع جود و سخا کی تصویر، فنافی اللہ اور فنافی الرسول تھے دینی حلقوں میں ان کا بے حد اثر تھا انہوں نے ایک طرف دین اسلام کی سربلندی کے لئے فکر و عمل کی شمع روشن کی دوسری طرف تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا۔ اپنے لاکھوں مریدین کے ساتھ مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے حق خود ارادیت و حریت کا علم بلند کیا۔ ان کے والد ماجد حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑہ شریف نے غلام احمد قادیانی کے دعویٰ نبوت کا ابطال کیا تھا اسی طرح حضرت خواجہ غلام محی الدین نے بھی ان کے مشن کو پوری تندہی سے جاری رکھا۔

۲۲ جون ۱۹۷۴ء مطابق یکم جمادی الثانی ۱۳۹۴ھ کو گولڑہ شریف میں وصال فرمایا۔

○

سنا ہے ہو گئے واصل بحق محی الدیں
سکونِ قلب تپاں گولڑہ شریف کے پیر

وہ پیر مہر علی شاہ کے تھے لختِ جگر
مشائخین کی جاں گولڑہ شریف کے پیر

ہیں اشکبار ہزاروں مرید مرشد کے
رہے ہیں فیض رساں گولڑہ شریف کے پیر

ہر ایک رند ہے اب اپنی تشنگی پہ ملول
کہاں ہیں پیرِ مغاں گولڑہ شریف کے پیر

سنِ وصال یہی کہئے اُن کا اے صابر
مثالِ پیرِ زماں گولڑہ شریف کے پیر

۱۹۷۴ء

"حمیدہ خصال ممتاز حسن"

۱۳۹۴ھ

ڈاکٹر ممتاز حسن ۶ اگست ۱۹۰۷ء کو گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ نامور ادیب۔ دانشور اور ماہر اقتصادیات تھے اسٹیٹ بنک آف پاکستان کے گورنر رہے۔ خوش مزاج۔ بااخلاق۔ ذہین۔ پُرخلوص اور وسیع النظر عربی و فارسی کے علاوہ سنسکرت زبان کے ماہر تھے۔

شعروادب کے حلقوں میں بے حد مقبول تھے۔ سینکڑوں ادبی مذاکروں۔ علمی مجلسوں اور سیمیناروں کی صدارت کی یا مہمان خصوصی کی حیثیت سے رونق بخشی۔ کئی علمی و ادبی اداروں کی سرپرستی کی اور انہیں پروان چڑھایا۔ اربابِ علم و فن کی عزت افزائی میں قلبی سرور محسوس کرتے تھے۔ کئی کتابوں میں مقدمے لکھے۔

انجمن ترقی اردو کے ساتھ ان کا گہرا تعلق تھا وہ غالب، اقبال اور رومی کو اپنا روحانی مرشد تصور کرتے تھے۔ پنجاب یونیورسٹی نے ان کی علمی و ادبی خدمات کے صلے میں انھیں ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگری عطا کی۔ وہ ہماری تہذیب و ثقافت کے روشن مینار تھے۔

۲۸ اکتوبر ۱۹۷۴ء کو کراچی میں وفات پائی۔

○

صد حیف کہ رخصت ہم سے ہوئے مشہورِ زمانہ دانشور
شیدائے ادب، نقادِ سخن ممتاز حسن ممتاز حسن

اخلاق حمیدہ تھے ان کے کردار تھا ان کا پاکیزہ
تھے شیریں زباں، تھے شیریں دہن ممتاز حسن ممتاز حسن

واقف ہیں سبھی ارباب نظر وہ اپنے لہو سے شام و سحر
کرتے ہی رہے تزئینِ چمن ممتاز حسن ممتاز حسن

اردو کی اندھیری دنیا میں ہر سمت اجالا پھیلا ہے
شاہد ہے فضائے بزمِ وطن ممتاز حسن ممتاز حسن

سب اہلِ زباں سب اہلِ سخن قائل ہیں اس کے اے صابر
تھے طبعِ جواں دیوانۂ فن ممتاز حسن ممتاز حسن

۱۹۷۴ء

بزرگ نیک خصلت جناب نورُالامین صاحب

۱۹۷۴ء

جناب نورالامین صاحب ۱۸۹۷ء میں سابق مشرقی پاکستان کے ضلع کومیلا گاؤں جیترا میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم میمن سنگھ میں پائی کلکتہ یونیورسٹی سے قانون کی ڈگری حاصل کی ۱۹۲۴ء سے میمن سنگھ میں وکالت شروع کی۔ ۱۹۳۷ء میں مسلم لیگ سے وابستہ ہوئے۔ ۱۹۴۳ء میں بنگال کی مجلس قانون ساز کے رکن منتخب ہوئے

جناب نورالامین ۱۹۴۸ء میں سابق مشرقی پاکستان کے وزیر اعلیٰ بنائے گئے اور ۶ سال اس منصب پر فائز رہے۔ ۱۹۶۲ء میں ملک کی مختلف سیاسی جماعتوں نے "متحدہ جمہوری محاذ" کی تشکیل کی۔ جناب نورالامین اس کے سربراہ مقرر کئے گئے ۱۹۶۵ء میں مومن شاہی کے حلقے سے قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ جون ۱۹۶۵ء میں قائد حزب اختلاف بنائے گئے۔

۲۱ نومبر ۱۹۷۱ء کو جنرل یحییٰ خان صدر پاکستان نے ملک کی عبوری دور کے لئے جناب نورالامین کو وزیر اعظم مقرر کیا۔ مگر سقوط مشرقی پاکستان کے بعد انہیں ملک کا نائب صدر بنایا گیا وہ اس منصب پر ۱۳ اگست ۱۹۷۳ء تک فائز رہے۔

جناب نورالامین ایک بیباک سیاستداں جمہوریت اور نظریۂ پاکستان کے علمبردار اور قائد اعظم کے مخلص ساتھی تھے۔ ۲ اکتوبر ۱۹۷۴ء کو راولپنڈی میں وفات پائی۔ ان کی میت کراچی لائی گئی اور قائد اعظم کے مزار کے احاطے میں سردار عبدالرب نشتر کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

○

وہ نور الامین پاسدارِ اخوت
تھی پیاری جنھیں ملک کی سالمیت

محبِّ وطن تھے وہ محبوب قائد
بہت پاک تھی ان کی فکر و سیاست

رہے ملک و ملّت کی خدمت میں ہر دم
ہر اک دل میں ہے ان کی تکریم و عزت

نمایاں تھا ہر وصف اُن کے عمل سے
صداقت، شجاعت، دیانت، شرافت

ہے الہام کے سر سے تاریخ صابر
"ہیں نور الامیں بلبلِ باغِ جنّت"

۱۹۷۴ء

"تاریخِ الحاج بہزاد لکھنوی"

۱۳۹۴ھ

سردار احمد خاں نام اور بہزاد تخلص تھا۔ ۱۹۰۰ء میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ تعلیم کے بعد محکمۂ ریلوے میں ملازم ہو گئے مگر اختلاج قلب کی وجہ سے زیادہ عرصہ ملازمت نہ کر سکے۔ ۱۹۳۲ء میں آل انڈیا ریڈیو دہلی سے منسلک ہو گئے۔ قیام پاکستان کے بعد ریڈیو پاکستان کراچی سے آخر عمر تک وابستہ رہے۔

سلسلۂ عالیہ نیازیہ میں صوفی شاہ محمد تقی نیازی بریلوی سے بیعت تھے۔ سچے فدائے رسول تھے غزلیں۔ نعتیں۔ سلام و مناقب لکھے کئی مجموعے شائع ہوئے۔ جن میں چراغِ طور، نغمۂ نور، کیف و سرور، نعت حضور، مشہور ہیں۔

۱۹۷۴ء مطابق ۱۳۹۴ھ رمضان المبارک جمعۃ الوداع کو کراچی میں وصال فرمایا۔

○
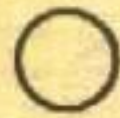
تھا جمعتہ الوداع کو عالم میں شور و شین
رخصت جہاں سے ہو گیا اک عاشقِ نبی

صابرؔ ملا ہے مصرعۂ رحلت یہ غیب سے
" فردوس سایہ حضرتِ بہزاد لکھنوی "

۱۹۷۴ء

(۲)

وہ زائرِ مدینہ وہ مدّاحِ پنجتن
دنیا سے جا کے خُلد میں آباد ہو گئے

صابرؔ بہ فیضِ نعت خدا کی جناب میں
کہہ " مُستجاب حضرتِ بہزاد ہو گئے "

۱۹۷۴ء

ماہنامہ نگار، کراچی
دسمبر ۷۴ء

"نذرِ نواب صدّیق علی خاں"

۱۹۷۴ء

صدیق ملت نواب صدیق علی خاں صوبہ سی پی برار کے دارالحکومت ضلع ناگپور میں پیدا ہوئے بچپن میں والدہ کے سائے سے محروم ہوگئے اس لئے ان کی پرورش ان کے والد نواب غلام محی الدین خاں نے بڑے لاڈ پیار سے کی ۔ فن کشتی اور شہسواری سکھائی نواب صاحب ہاکی اور کرکٹ کے بہترین کھلاڑی تھے ۔

نواب صاحب نے ناگپور پرائمری اور ہائی اسکول میں تعلیم پائی ایک سال کلکتہ کالج میں رہے نواب صاحب کو تعلیم سے زیادہ سماجی اور سیاسی خدمت کی لگن تھی ایک عرصہ تک ناگپور میونسپل کمیٹی اور لوکل بورڈ کے ممبر رہے پندرہ سال ناگپور میں آنریری مجسٹریٹ رہے ۱۹۳۴ء میں انڈیا مرکزی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے مسلم نیشنل گارڈ کے سالار اعظم اور مسلم لیگ کے مخلص رہنما کی حیثیت سے ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں ۔

نواب صدیق علی خاں قائدِ اعظم اور قائدِ ملت کے مخلص ساتھیوں میں سے تھے ان دونوں رہنماؤں کو نواب صاحب پر مکمل اعتماد تھا قیام پاکستان کے بعد قائدِ ملت کے پرسنل سکریٹری بنائے گئے قائدِ ملت کی شہادت کے موقع پر نواب صاحب اسی اسٹیج پر موجود تھے جہاں وزیر اعظم ایک سنگدل کی گولیوں کا نشانہ بنے ۔ شہید ملت کی روح نواب صاحب کی گود میں پرواز ہوئی ۔ نواب صدیق علی خاں بے مثال مقرر تھے اکثر ادبی جلسوں کی صدارت فرماتے ان کی ایک سیاسی اور ادبی تاریخی کتاب بے تیغ سپاہی مشہور و معروف ہے ۔ ۱۹۷۴ء مطابق ۱۳۹۴ھ کراچی میں وفات پائی ۔

ہر شخص غمزدہ ہے ہر آنکھ آج نم ہے
صد حیف کر گئے ہیں رحلت نواب صاحب

تھے منتظر جناں میں اُن کے شہیدِ ملّت
اس طرح پا گئے ہیں قربت نواب صاحب

سی پی برار اُن کے سائے سے تھا منوّر
سی پی برار کی تھے عظمت نواب صاحب

برِصغیر میں کی ملّت کی رہنمائی
کرتے رہے ہیں قومی خدمت نواب صاحب

سالِ وفات ان کا ہے حسبِ حال صابر
غفراں مآب والا ہمّت نواب صاحب

۱۹۷۴ء

"ہائے بحرِ علم ڈاکٹر محمود حسین خان"

۱۹۷۵ء

ڈاکٹر محمود حسین خان ۱۵ جولائی ۱۹۰۷ء کو قائم گنج ضلع فرخ آباد (یوپی) میں پیدا ہوئے جامعہ ملیہ اسلامیہ علیگڑھ اور جامعہ ملیہ دہلی میں تعلیم پائی ۱۹۲۹ء میں جرمنی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری لی ۱۹۶۱ء میں انہیں ڈی لٹ کی اعزازی ڈگری بھی ملی۔

ڈاکٹر محمود حسین ۱۹۳۳ء میں ڈھاکہ یونیورسٹی میں تاریخ کے ریڈر مقرر ہوئے ۱۹۳۹ء میں آل انڈیا ریڈیو کے مشیر ہوئے قیام پاکستان کے بعد پاک کابینہ میں دفاع، امور خارجہ اور دولت مشترکہ کے نائب مدیر مقرر ہوئے ۱۹۵۲ء میں کابینہ میں مرکزی وزیر تعلیم بنائے گئے ۱۹۵۳ء میں کراچی یونیورسٹی کے شعبہ تاریخ کے پروفیسر ہوئے ۱۹۶۲ء میں ڈھاکہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر اور ۱۹۷۵ء میں کراچی یونیورسٹی کے وائس چانسلر مقرر کئے گئے۔

ڈاکٹر صاحب کو اردو، فارسی، عربی۔ جرمنی اور انگریزی زبان پر عبور حاصل تھا۔ آپ نے بے شمار مقالے لکھے تصانیف میں معاہدۂ عمرانی یا اصولِ قانون سازی، فتح المجاہدین، عرب دنیا۔ لائبریریز اور لائبریرین مقبول ہیں۔ ڈاکٹر صاحب اپنے برادر بزرگ ڈاکٹر ذاکر حسین خان صدر جمہوریہ ہند کے جنازہ میں شرکت کے لئے دہلی تشریف لے گئے تھے وہاں دل کا دورہ پڑا۔ کراچی واپسی کے بعد علیل رہنے لگے۔

۱۰ اپریل ۱۹۷۵ء کو دل کی حرکت بند ہونے سے انتقال ہوا اور جامعہ ملیہ ملیر کراچی میں مدفون ہیں۔

ضوفشاں تھی روشنیِ علم و دانش ہر طرف
بزم میں موجود جب تک ڈاکٹر محمود تھے

آخری دم تک رہا علم و ادب ہی سے شغف
مردِ دانشمند و زیرک ڈاکٹر محمود تھے

ملک کا ہر ایک دانشور ہے اس کا معترف
ماہرِ تعلیم بے شک ڈاکٹر محمود تھے

اُن کی تصنیفات سے صابرؔ ملیگا یہ ثبوت
بحرِ علم و مردِ زیرک ڈاکٹر محمود تھے

۱۹۷۵ء

"نکتہ سنج شورش کاشمیری"

۱۹۷۵ء

عبدالکریم نام، شورش تخلص تھا ۱۴ اگست ۱۹۱۷ء کو امرتسر کے کشمیری گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد جناب نظام الدین نے تقسیم سے بہت پہلے لاہور میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ شورش نے لاہور ہائی اسکول سے میٹرک کیا آگے تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔ ابتدا ہی سے رجحان شعروشاعری اور ادب کی طرف تھا پھر مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولانا ظفر علی خان کے فیضِ تربیت سے ان کی خداداد صلاحیتیں اجاگر ہوئیں۔ یہ مجلسِ احرارِ اسلام کے جلسوں میں خطابت کے جوہر دکھانے لگے اور بہت جلد شعلہ بیان مقرر، آتش نوا خطیب، معجز رقم ادیب اور قادر الکلام شاعر کی حیثیت سے مشہور ہوگئے۔

لاہور سے ہفت روزہ چٹان جاری کیا جو دینی اور ادبی جریدہ تھا۔ دنیائے صحافت میں بھی ان کا مقام بلند ہوا۔ سیاسی سرگرمیوں کی وجہ سے انہیں کئی بار جیل کی صعوبتیں بھی برداشت کرنی پڑیں۔

ان کی تصانیف میں تین مجموعے کلام اور متعدد کتابیں ہیں۔

۲۴ر اکتوبر ۱۹۷۵ء کو لاہور میں وفات پائی۔

○
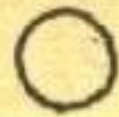
آج رحلت پا گیا اک شاعرِ عالی وقار
بن گیا چوبیس اکتوبر کا دن روزِ ملال

تھا خطیب نامور وہ مجلسِ احرار کا
اُس کو مولانا بخاری سے ملا تھا یہ کمال

معترف ہیں اُس کی عظمت کے سبھی اہلِ نظر
تھا ادیبِ حق نگار و شاعرِ شیریں مقال

کیوں نہ خورشیدِ صحافت اس کو سمجھیں دوستو
اس کی ہر تحریر یہ روشن تھی شعاعِ پُر جلال

سالِ رحلت کے لئے صابرؔ یہ آئی ہے ندا
کر گیا ہے آج زاہد فکر شورش انتقال

۱۹۷۵ء

"بلند آہنگ حضرت محوی لکھنوی"

۱۹۷۵ء

محمد حسین صدیقی نام اور محوی تخلص تھا۔ ۱۵ مئی ۱۸۹۱ء کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے وطن ثانی بھوپال ہے مدرسہ نظامیہ فرنگی محل لکھنؤ اور مدرسہ سلیمانیہ بھوپال سے سند فضیلت حاصل کی۔

بابائے اردو مولوی عبدالحق کے ساتھ اورنگ آباد دکن میں انجمن ترقی اردو کے معاون رہے اردو۔ انگلش لغت کی ترتیب میں بابائے اردو کی معاونت کی۔ مدراس یونیورسٹی میں ادبیات کے لکچرار رہے پنشن کے بعد بھوپال آگئے۔

شاعری میں شوق قدوائی لکھنوی کے شاگرد تھے کئی ادبی رسائل کے مدیر رہے۔ اچھے افسانہ نگار، معتبر محقق، بلندپایہ مترجم تھے۔ ان کی تصانیف میں روحِ فدا ک، ملکۂ نور، ازدواج الانبیاء۔ شاعر کا دل، نغمۂ فردوس اور آبشار شامل ہیں۔

۱۹ نومبر ۱۹۷۵ء کو بھوپال میں انتقال فرمایا۔

○

کیا بیاں ہو حضرتِ علامہ محوی کی صفات
تھے وہ علم و فضل کی دنیا میں خورشیدِ حسیں

ان کی کوشش سے ہوا ہر سمت اردو کو فروغ
گلشنِ اردو کے وہ اک نگہباں تھے بالیقیں

لوحِ اردو پر درخشندہ رہے گا ان کا نام
ان کے دم سے اردو انگریزی لغت در ثمیں

نغمۂ فردوس ہو یا ازدواج الانبیاء
ان کی ہر تصنیف اور تالیف ہے نقشِ مبیں

آخری دم تک رہے صابر پرستارِ ادب
محویِ عالی مناقب ساکنِ خلدِ بریں

۱۳۹۵ھ

بندۂ سخن شناس جناب ذکی کیفی

۱۳۹۵ھ

محمد ذکی نام اور کیفی تخلص تھا۔ ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۴۴ھ کو دیوبند میں پیدا ہوئے۔ آپ مفتی اعظم پاکستان حضرت محمد شفیع صاحب کے بڑے صاحبزادے تھے ان کا نام حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کا تجویز کردہ ہے ابتدائی تعلیم کے بعد درس نظامی کے لئے دارالعلوم دیوبند میں شریک ہوئے مگر چھٹے سال اسے چھوڑ دیا اور سندِ فراغت سے محروم رہ گئے۔

شعر و سخن کا ذوق بچپن ہی سے تھا ۱۹۴۵ء سے مشق سخن جاری تھی قیام پاکستان کے بعد لاہور میں مقیم ہوئے اور دینی کتب کا ادارہ قائم کیا۔ شاعری کا اصل میدان غزل تھا لیکن ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کے مواقع پر متعدد نظمیں بھی لکھیں وفات سے ۱½ سال قبل نعتیہ کلام لکھنے لگے تھے۔

ذکی کیفی ایک عرصہ تک روزنامہ "وفاق" لاہور میں قطعہ لکھتے رہے جس سے آپ کی زود گوئی کا اندازہ ہوتا ہے آپکے انتقال کے بعد آپکا مجموعۂ کلام "کیفیات" کے نام سے ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور نے شائع کیا ہے جو احسان دانش، ماہر القادری اور مولانا محمد تقی عثمانی کے پیشِ لفظ اور تقاریظ سے مزین ہے۔

ذکی کیفی اس سال حج کی سعادت سے مشرف ہو کر آئے تھے کہ چند روز بعد ۱۰ محرم ۱۳۹۵ھ مطابق ۱۹۷۵ء لاہور میں وفات پائی۔

○

کیوں نہ ہوں مغموم اربابِ سخن
تھے ادب میں صاحبِ عظمت زکی

کہئے صابرؔ ان کا سالِ انتقال
"صاف دل ہیں داخلِ جنت زکی"

۱۳۹۵ھ

②

چھا گئی ہے چار جانب تیرگی ہی تیرگی
آج عالم سے نہاں شاعر زکی کیفی ہوئے

آئی یہ آواز اے صابرؔ کہو سالِ وفات
"احسنِ باغِ جناں شاعر زکی کیفی ہوئے"

۱۹۷۵ء

مرجعِ انام سفیرِ عراق پیر سید عبدالقادر الگیلانی

۱۹۷۶ء

حضرت سید عبدالقادر گیلانی (سفیر عراق برائے پاکستان) ۳ اگست ۱۹۰۵ء مطابق یکم جمادی الثانی ۱۳۲۳ھ کو حضرت غوث الاعظم دستگیر کے خانوادہ بغداد شریف " عراق " میں پیدا ہوئے دینی تعلیم خانقاہ قادریہ کی جامع میں پائی بغداد کی کلیہ قانون سے ڈگری حاصل کی کچھ عرصہ وکالت کی اس کے بعد محکمہ خارجہ سے وابستہ ہو کر، برطانیہ مصر، سری لنکا اور تھائی لینڈ میں سفیر رہے آخر میں پاکستان میں سفیر عراق کی حیثیت سے تشریف لائے۔

حضرت سید عبدالقادر گیلانی نے تقریباً ۲۲ سال نہایت خوش اسلوبی سے سفارتی منصب کے فرائض انجام دئے ان کے خلوص اور اخلاق کے سبب پاکستانی عوام ان کے گرویدہ ہو گئے تھے حضرت صاحب کو بھی پاکستانی اور اس کے عوام سے والہانہ محبت تھی وہ پاکستان کو اسلام کا قلعہ کہتے تھے ہر محفل میں اس کی سلامتی، ترقی اور خوشحالی کی دعا فرمایا کرتے تھے پاکستانی عوام کے اصرار پر سفارتی منصب سے وظیفہ پانے کے بعد بھی پاکستان کو اپنا مسکن بنایا۔ حضرت سفیر عراق پیر گیلانی شیخ طریقت بھی تھے اپنے عم محترم سید احمد عاصم گیلانی سے خرقۂ طریقت پایا تھا اس لئے بے شمار افراد آپ سے بیعت ہو کر سلسلہ قادریہ میں داخل ہوئے حضرت پیر صاحب نے اپنی حیات مبارکہ میں جناب عبدالعزیز عرفی صاحب کو اپنا جانشین اور خلیفہ مجاز بنا کر خود اپنے دستِ مبارک سے خرقۂ طریقت پہنایا تھا۔

۲۴ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ مطابق ۲۶ مارچ ۱۹۷۶ء کو کراچی میں وصال فرمایا خانقاہ عالیہ " المرکز اسلامی " گلشن اقبال آپ کی ابدی آرام گاہ ہے۔

○
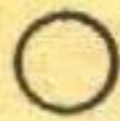
وہ سفیرِ عراقِ پاکستاں
تھے گلِ لالہ زارِ جیلانی

رہنما تھے وہ رہروِ حق کے
وہ دکھاتے تھے راہِ حقانی

اُن کی آنکھوں میں حق کا خمخانہ
ان کی نظروں میں جامِ عرفانی

سلسلہ غوثِ پاک سے اُن کا
ان کو حاصل تھا فضلِ یزدانی

سالِ رحلت ہے اُن کا اے صابرؔ
"نیّرِ چرخِ پیر گیلانی"

۱۳۹۶ھ

خوش اسلوب مولانا قاری احمدؒ پیلی بھیتی

۱۹۷۶ء

مولانا قاری احمد صاحب ۱۹۱۱ء میں گنج مراد آباد یوپی میں پیدا ہوئے ان کے والد مولانا عبد الاحد پیلی بھیتی امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے شاگرد اور خلیفہ تھے جد امجد مولانا وصی احمد محدث سورتی اور نانا قطب الاقطاب حضرت شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی مشہور بزرگ تھے۔ مولانا قاری احمد صاحبؒ مدرسۃ الحدیث سے دینی تعلیم حاصل کی مفتی کفایت اللہ دہلوی سے حدیث کی سند لی۔ پنجاب کے نامور قاری غلام رسول سے قرأت کی تعلیم پائی۔ ۱۹۳۶ء میں طبیہ کالج لکھنؤ سے طب میں فارغ ہوئے ۱۹۲۶ء میں گولڑہ شریف جاکر قبلۂ عالم پیر مہر علی شاہ سے بیعت ہوئے مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کے جلسوں کے لئے ملک کے دورے کئے۔

قیام پاکستان کے بعد کراچی میں سکونت پذیر ہوئے۔ جمعیۃ العلمائے پاکستان کی سرگرمیوں میں حصہ لیا۔ ۱۹۵۲ء میں دینی رسالہ ماہنامہ "الاسلام"، کراچی کے مدیر ہوئے ۱۹۵۹ء میں قرآن محل کے مالک محمد سعید صاحب کی خواہش پر ماہنامہ پیام حق کی ادارت سنبھالی اور تادم آخر دینی خدمت کرتے رہے۔ مولانا قاری احمد صاحب کی مذہبی و تاریخی موضوعات پر بے شمار کتابیں طبع ہوئیں اور کئی کتابوں پر مقدمے شائع ہوئے کئی کتابوں کے قلمی نسخے ان کے صاحبزادہ خواجہ رضی حیدر کے پاس محفوظ ہیں۔ ۱۴ مئی ۱۹۷۶ء مطابق ۱۳ جمادی الاول ۱۳۹۶ھ حرکت قلب بند ہونے سے کراچی میں وفات پائی۔

①

دین کی تبلیغ "الاسلام" سے کی آپ نے
تھے پیامِ حق کے بھی نگرانِ اعلیٰ بالیقیں

لکھ سنِ ہجری میں صابرؔ اُن کا سالِ انتقال
"قاری احمد پیلی بھیتی لطفِ ربّ العالمیں"

۱۳۹۶ھ

②

قاری احمد بھی ہم سے جدا ہو گئے
اب سنائیں کسے درد کا ماجرا

پڑھئے صابرؔ سن عیسوی کے لئے
"فاتحہ، فاتحہ، فاتحہ، فاتحہ"

۱۹۷۶ء

"گنج علم مفتی محمد شفیع صاحب"

۱۳۹۶ھ

مفتی اعظم پاکستان ۲۰ شعبان ۱۳۱۴ھ مطابق جنوری ۱۸۹۷ء کو دیوبند میں پیدا ہوئے ان کے والد مولانا محمد یسین صاحب کی درخواست پر مولانا رشید احمد گنگوہی نے ان کا نام محمد شفیع رکھا - ۱۱ سال کی عمر میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے ۱۳۳۶ھ میں فارغ التحصیل ہو کر اسی دارالعلوم میں درس تدریس کے منصب پر فائز ہوئے آپ کے اساتذہ میں مولانا محمد انور شاہ کشمیری، علامہ شبیر احمد عثمانی شامل ہیں۔ مفتی صاحب کے ہزاروں شاگرد عالم اسلام میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں -

مفتی صاحب شروع میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن سے بیعت تھے بعد میں مولانا اشرف علی تھانوی سے تجدید بیعت کی اور ان سے خلافت پائی -

مفتی صاحب کو شعر و ادب سے بھی شغف تھا حمد، نعت، قصائد، مرثیے لکھے عربی، اردو، فارسی میں ان کا بیشمار کلام موجود ہے۔ عربی کلام کا مجموعہ "نفحات" شائع ہو چکا ہے - آپنے تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا۔ ریفرنڈم کے موقع پر صوبہ سرحد کا تاریخی دورہ کیا۔ جسکی کامیابی کا اعتراف قائد اعظم نے بھی کیا ہے -

آپ کی تصانیف میں بے شمار کتب ہیں جن میں جواہر الفقہ، ختم نبوت کامل، امداد المفتین اور معارف القرآن مشہور ہیں -

زندہ جاوید یادگار، دارالعلوم کورنگی کراچی ہے جو دارالعلوم دیوبند کا نمونہ ہے اور ماہنامہ البلاغ ہے جو دینی تبلیغ میں مصروف ہے - ۱۲ شوال ۱۳۹۶ھ مطابق ۶ اکتوبر ۱۹۷۶ء کو کراچی میں رحلت فرمائی -

○

پژمردہ ہو گیا ہے ہر پھول جن کے غم میں
وہ جانِ گلستاں تھے مفتی شفیع صاحب

ہے عالمانِ دیں میں افضل مقام ان کا
خوش بخت و کامراں تھے مفتی شفیع صاحب

علم و عمل کے موتی بکھرے ہوئے ہیں جس میں
وہ بحرِ بیکراں تھے مفتی شفیع صاحب

کہتا ہے ایک عالم ان کو فقیہہِ ملت
ممتاز نکتہ داں تھے مفتی شفیع صاحب

سالِ وصال اُن کا روشن ہے سب پہ صابرؔ
اک عارفِ زماں تھے مفتی شفیع صاحب

۱۹۷۶ء

"محدثِ وقت ہادی اقلیم مولانا سید محمد یوسف بنوری"

۱۹۷۷ء

۶ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۸ء پشاور کے ایک قصبہ کے علمی خاندان میں پیدا ہوئے ان کے والد سید محمد زکریا بنوری کا سلسلہ نسب حضرت مجدد الف ثانی کے خلیفہ آدم بنوری سے ملتا ہے دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی اساتذہ میں مولانا انور شاہ کشمیری، مولانا شبیر احمد عثمانی اور مفتی محمد شفیع قابل ذکر ہیں۔ مختلف مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ کراچی نیو ٹاؤن مسجد میں جامعہ علوم اسلامیہ قائم کیا جو ایک عظیم الشان درسگاہ ہے۔ اس ادارہ کا ماہانہ رسالہ "بینات" اسلام کی اشاعت میں نمایاں ہے۔

آپ نے تحریک ختم نبوت کے دوران بھرپور قیادت کی۔ ہمیشہ فتنۂ انکارِ حدیث، فتنہ پرویزیت فتنہ ذکری اور فتنۂ الحاد و شرک بدعت کے خلاف جہاد کرتے رہے۔

آپ کی دیگر تصانیف کے علاوہ ترمذی شریف پر ایک تفصیلی شرح "معارف السنن" مشہور و معروف ہے۔ مولانا بنوری اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان کے ممبر تھے۔ اسلام آباد میں اس کے اجلاس کے موقع پر دینی خدمات انجام دیتے ہوئے ۱۷ اکتوبر ۱۹۷۷ء کو وصال فرمایا۔

○

چل بسے دنیا سے حضرت یُوسفِ عالی وقار
نظریاتی کونسل کے تھے جو رکنِ کامیاب

منکرِ اسلام ہو یا دشمنِ قوم و وطن
عمر بھر کرتے رہے ہیں آپ ان کا احتساب

فلسفہ ہو یا فقہ، تفسیر یا علم حدیث
ان کی ہر تصنیف سے ہوگا زمانہ فیضیاب

جامعۂ اسلامیہ ہے ان کی ایسی یادگار
سارے عالم پر ہویدا ہے جو مثلِ آفتاب

کہئے صابرؔ ہیں منوّر اپنے علم و فضل سے
حضرتِ مولانا بنّوری نگینِ لاجواب

۱۹۷۷ء

"غم گرامی قدر ابراہیم جلیس"

۱۹۷۷ء

۲۲ ستمبر ۱۹۲۳ء کو حیدرآباد دکن کے ضلع گلبرگہ میں پیدا ہوئے ان کے والد احمد حسین صاحب وہاں تحصیلدار تھے ابتدائی تعلیم وطن میں پائی حیدرآباد سے میٹرک کیا۔ ۱۹۴۲ء میں علیگڑھ یونیورسٹی سے بی اے کیا۔ ان کی پہلی کتاب "چالیس کروڑ بھکاری" بے حد مقبول اور ان کی شہرت کا باعث ہوئی۔

سقوط حیدرآباد کے بعد پاکستان آکر روزنامہ امروز لاہور سے وابستہ رہے۔ روزنامہ جنگ کراچی میں مزاحیہ کالم لکھنے لگے ۱۹۶۵ء میں روزنامہ انجام کراچی کے ایڈیٹر ہوئے۔ ۱۹۷۶ء میں روزنامہ "مساوات" کراچی کی ادارت سنبھالی۔ صحافی کی حیثیت سے مختلف ممالک کے دورے کئے طنز و مزاح ان کا خاص موضوع ادب تھا۔

تصانیف میں، تکونا دیس۔ کچھ غم جاناں کچھ غم دوراں، اجالے سے پہلے، چور بازار، دو ملک ایک کہانی، اوپر شیروانی اندر پریشانی مشہور کتابیں ہیں۔

۱۹۷۷ء کو کراچی میں وفات پائی۔

ارضِ دکن کا چاند نگاہوں سے چھُپ گیا
پاکیزہ اُس کی فکر تھی تحریر تھی نفیس

تھا اہلِ غور و فکر کی دُنیا میں بے مثال
تھا دولتِ مزاج کے باعث بڑا رئیس

تحریریں تھے جس کی نشیب و فرازِ دہر
جسکی کہانیاں ہیں بہت دلکش و سلیس

شاہد ہے آج اہلِ قلم کا یہ اجتماع
مغموم اُس کے ہجر میں ہیں ہمدم و انیس

صابر بہت اداس ہیں یارانِ بزمِ پاک
"ہے بے حساب بزمِ ادب میں غمِ جلیس"

۱۳۹۷ھ

"خاورِ سخن جناب ابنِ انشا"

۱۹۷۸ء

شیر محمد خاں مادری نام اور ابن انشا، قلمی نام تھا ۵ / جون ۱۹۲۷ء کو ضلع جالندھر مشرقی پنجاب میں پیدا ہوئے لدھیانہ سے میٹرک، پنجاب یونیورسٹی سے بی اے اور ۱۹۵۳ء میں اردو کالج کراچی سے ایم۔ اے کیا۔ ریڈیو پاکستان میں ملازم رہے۔ روزنامہ "امروز" لاہور کے کالم لکھنے لگے اور رفتہ رفتہ ان کی ادبی شہرت کو چار چاند لگ گئے اخبار جنگ اور اخبار جہاں میں کالم نویسی کی طنز و مزاح ان کا موضوع تھا۔

مختلف ممالک کا دورہ کیا۔ ان کے شعری اور ادبی مجموعے "چاند نگر، چینی نظمیں، بلّو کا بستہ، قصہ ایک کنوارے کا، دنیا گول ہے۔ تیس مار خان، ابنِ بطوطہ کے تعاقب میں" مشہور ہیں۔

۱۲ / جنوری ۱۹۷۸ء کو لندن میں وفات پائی۔

○
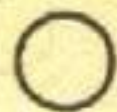
ہو گئی ہے موت سے وہ ہمکنار
آہ تھی جو شخصیت باغ و بہار

شاعری، طنز و مزاح، اِنشائیہ
تھا ہر اک میدان کا وہ شہسوار

انکساری، سادگی، سنجیدگی
آخری دم تک رہا جس کا شِعار

اُس کی ہر تصنیف ہر تحریر ہے
آج بھی اردو ادب میں باوقار

چل بسا صابر وہ بزمِ دہر سے
ابنِ انشار نیک خُو ایماندار

۱۳۹۸ھ

"خلد مکاں ڈاکٹر محمد احسن فاروقی"

۱۹۷۸ء

ڈاکٹر محمد احسن فاروقی ۲۲ نومبر ۱۹۱۳ء کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے ۱۹۳۶ء میں لکھنؤ یونیورسٹی سے انگریزی میں ایم اے کیا ۱۹۴۲ء میں پی ایچ ڈی کیا - ۱۹۵۲ء میں پاکستان میں سکونت پذیر ہوئے ۔ کراچی یونیورسٹی اور سندھ یونیورسٹی سے وابستہ رہے اسلامیہ کالج سکھر کے شعبۂ انگریزی کے صدر رہے آخری عمر میں بلوچستان یونیورسٹی کوئٹہ سے منسلک رہے ۔

ڈاکٹر احسن فاروقی کو انگریزی، فرانسیسی و جرمنی زبانوں پر عبور حاصل تھا - ڈاکٹر صاحب اردو زبان کے بڑے ناول نگار، منفرد ادیب و نقاد بہترین استاد اور علم و ادب کا سمندر تھے - تقریباً پچاس کتابوں کے مصنف تھے جن میں سنگم، رخصت اے زنداں، سنگ گراں، آبلۂ دل کا اور شام اودھ شامل ہیں ان کے ناول شام اودھ کو اردو ادب میں وہی مقام حاصل ہے جو رسوا کے ناول امراؤ جان ادا کا ہے ۔

ڈاکٹر احسن فاروقی نے ۲۶ فروری ۱۹۷۸ء کو کراچی میں وفات پائی ۔

○
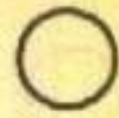
کس قدر رنج کا باعث ہے وفاتِ احسن
ہو گئے زرد چمن زار میں پھولوں کے بدن

جن کے افکار سے پھولوں میں مہک زندہ تھی
جن کی تحریر سے رنگیں تھا ادب کا گلشن

ایک استادِ ادب ایک مکمّل فنکار
ماہرِ علم جہاں ماہرِ اصنافِ سخن

آبلہ دل کا "ہو یا سنگ گراں" یا "زنداں"
ناولیں اُن کی ہیں دنیائے ادب میں روشن

اُن کی تصنیف سے تاریخ ملی ہے صابر
"خالقِ شامِ اودھ" اسمِ شریفِ احسن

۱۹۷۸ء

"رونقِ بزم سعیدہ عروج مظہر"

۱۹۷۸ء

یکم جنوری ۱۹۲۲ء کو حیدرآباد دکن میں پیدا ہوئیں۔ مظہر النساء بیگم نام اور سعیدہ مادری نام تھا۔ شوہر کے نام کی مناسبت سے عروج ان کے نام کا جز بن گیا اور سعیدہ عروج مظہر کے نام سے شہرت پائی۔ جامعہ عثمانیہ سے ایم۔ اے اور بی ٹی کیا۔ ۱۹۴۶ء میں حسن محمود عروج سے شادی ہوئی۔

شاعرہ۔ ادیبہ۔ نقاد۔ ماہر استاد کی حیثیت سے ممتاز مقام حاصل کیا۔ نیک ملنسار اور جفاکش خاتون تھیں۔ ان کی آواز کا جادو اور ترنم کی کھنک مشہور ہیں۔

ان کی کتابوں میں نئی صبح، پل صراط، شیریں، درخشاں، وحشتِ دل مشہور ہیں۔ کلام نعت نظمیں، غزلیں، افسانے، ناولیں اور تحقیقی مقالے لکھیں۔

۲۵ مارچ ۱۹۷۸ء کو سفرِ آخرت پہ روانہ ہوگئیں۔ کراچی میں مدفون ہیں۔

○
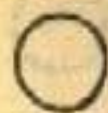
اٹھ گئی محفلِ اربابِ سخن سے یارو
آہ وہ روکشِ مہتاب سعیدہ مظہر

فکر و فن، شعر و سخن، علم و ادب کی خاطر
روز و شب رہتی تھی بے تاب سعیدہ مظہر

لحنِ داؤدی عطار نے کیا تھا تجھ کو
اب وہ آواز ہوئی خواب سعیدہ مظہر

طوطیِ باغِ دکن، ماہر و نقادِ سخن
تجھکو زیبا ہیں یہ القاب سعیدہ مظہر

مل گیا غیب سے صابر یہ سن مرحومہ
اب ارم میں بھی ہے شاداب سعیدہ مظہر

۱۹۷۸ء

"نیک سیرت جناب ماہر القادری"

۱۳۹۸ھ

منظور حسین نام اور ماہر تخلص تھا کیسر کلاں ضلع بلند شہر میں پیدا ہوئے مفتی عبدالقدیر بدایونی سے بیعت ہونے کے سبب قادری کہلاتے تھے مفتی صاحب کے توسط سے مہاراجہ کشن پرشاد وزیر اعظم حیدر آباد دکن تک رسائی ہوئی۔ عرصہ دراز تک حیدر آباد دکن میں رہے۔ کچھ عرصہ بمبئی میں فلم کمپنی سے وابستہ رہے کئی فلموں کے نغمے لکھے۔

اردو اور فارسی سے بے حد لگاؤ تھا۔ کراچی سے دینی و ادبی رسالہ ماہنامہ "فاران" جاری کیا جو تادم آخر ان کی زیر ادارت شائع ہوتا رہا۔ ہر صنفِ سخن میں طبع آزمائی کی۔ ترنم بھی بہت عمدہ تھا۔ عصرِ حاضر کے مشاہیر شعراء میں تسلیم کئے جاتے تھے۔ نظم و نثر کی کئی کتابیں لکھیں۔ جن میں ذکرِ جمیل، نغماتِ ماہر اور جذباتِ ماہر مشہور ہیں۔

ماہر القادری مشاعرہ کے سلسلے میں جدہ (سعودی عرب) گئے تھے مشاعرہ کے دوران دل کا دورہ پڑا۔ ۱۲ رمئی ۱۹۷۸ء کو وہیں انتقال ہوا۔

○
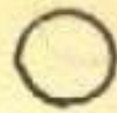
شاعرِ خوش نوا آج رخصت ہوا
سُونا سُونا سا ہے گلشنِ شاعری

اب کہاں ہے گلوں پہ وہ پہلی پھبن
اب کہاں لالہ زاروں میں وہ تازگی

لے گیا ساتھ ساری حسیں خوبیاں
وہ تبسم وہ انداز وہ دلبری

آج اہلِ ادب کے ہے لب پر یہی
ماہر القادری ماہر القادری

سالِ رحلت کو صابر یہ مصرع کہو
ہیں متینِ ارم ماہرُ القادری

۱۳۹۸ھ

بحرِ کمال مولانا ابُو البرکات سیّد احمد قادری

۱۹۷۸ء

مفتی اعظم پاکستان علامہ ابو البرکات سید احمد قادری رضوی اشرفی ۱۹۰۱ء میں ریاست الور (انڈیا) میں پیدا ہوئے جامعہ نعیمیہ مرادآباد سے سندِ فضیلت پائی مفسر قرآن صدر الافاضل مولانا نعیم الدین اشرفی نے آپ کی دستار بندی کی۔ ۱۹۱۹ء میں امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی خدمت میں حاضر ہو کر جملہ علوم و فنون کی سند حاصل کی اور ان کے حکم پر فتاویٰ نویسی کے فرائض انجام دئے عرصہ تک جامع مسجد آگرہ کی خطابت کی۔

علامہ ابو البرکات ۱۹۲۳ء میں لاہور آکر آباد ہو گئے جہاں آپکے والد ماجد مولانا دیدار علی شاہ محدث الوری مسجد وزیر خان کے خطیب اور دار العلوم حزب الاحناف لاہور کے بانی تھے مولانا تقریباً پچاس سال تا دمِ آخر اس دار العلوم میں شیخ الحدیث رہے جہاں سے ہزاروں تشنگانِ علم سیراب ہو کر ملک کے گوشے گوشے میں اسلام کی تبلیغ میں مصروف ہیں۔ مفتی اعظم پاکستان علامہ ابو البرکات "جمعیت علمائے اہل سنت کے سرپرست تھے ہر سنی عالم آپکا معتقد تھا اور آپ کی آواز پر لبیک کہنا باعثِ سعادت تصور کرتا تھا۔ آپنے سیاسی تحریکات تحریک ختم نبوت تحریک نظام مصطفےٰ میں نمایاں خدمات انجام دیں اور جیل کی تکلیفیں بھی برداشت کیں۔

آپ کی تصانیف میں سنی وہابی مناظرہ، فتح المبین، ضیاء القلوب اور وہابیوں کی کہانی مشہور ہیں ۲۲ ستمبر ۱۹۷۸ء مطابق ۲۰ شوال ۱۳۹۸ھ کو لاہور میں وفات پائی۔ آپکے صاحبزادہ علامہ محمود احمد رضوی انکے مشن کی تکمیل میں مصروف ہیں۔

○
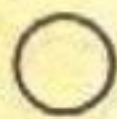
وہ ابو البرکات سید احمد عالی وقار
عصرِ حاضر میں رہے جو اہلِ سنّت کے امام

اتباعِ ذاتِ اَقدس اُن کا مقصودِ حیات
بارگاہِ سرورِ کونین کے افضل غلام

اُن کے فیضِ علم کے چشمے رواں ہیں چار سو
اُن کے شاگردوں کو حاصل ہے زمانے میں مقام

اَلوداع اے پاسدارِ اہلِ سنّت الوداع
السّلام اے جاں نثارِ اعلیٰ حضرت السّلام

مصرعِ تاریخِ رحلت کہئے اے صابری
تھے ابو البرکات شمعِ علم دیں صادق کلام

۱۹۷۸ء

"وفاتِ بابا ذہین شاہ تاجی"

۱۹۷۸ء

حضرت بابا ذہین شاہ تاجی کا نام محمد طاسین فاروقی اور تخلص ذہین ہے۔ ضلع شیخاواٹی ریاست جے پور (راجستھان) میں پیدا ہوئے ان کے والد پیر زادہ خواجہ دیدار بخش فاروقی نے ان کی تعلیم کا معقول انتظام کیا۔ چنانچہ بابا ذہین شاہ عربی، فارسی، اردو، ہندی انگریزی اور سنسکرت کے عالم ہوئے۔

تاج الاولیاء بابا تاج الدین ناگپوری کے خلیفہ حضرت مولانا عبدالکریم شاہ قادری المعروف حضرت بابا یوسف شاہ تاجی سے بیعت کی اور خلافت پائی۔ بابا یوسف شاہ تاجی نے اپنی حیات میں وصال سے آٹھ سال قبل اپنا سجادہ نشین مقرر کر دیا تھا۔

بابا ذہین شاہ تاجی کے مریدوں کی تعداد بہت وسیع ہے۔ بابا صاحب کو علماء مشائخین کے علاوہ دانشوروں میں بھی ممتاز مقام حاصل تھا۔ آپ نے کراچی سے ماہنامہ "تاج" جاری کیا جو ادبی اور دینی رسائل میں موقر جریدہ ہے تصانیف میں آیاتِ جمال (اردو غزلیات) جمالِ آیات (فارسی کلام) اجمالِ جمال (رباعیات وقطعات) ۔ لمعاتِ جمال (مذہبی شاعری) جمالستان (اردو منظومات) رباعیات اور اسلام کے علاوہ حضرت شیخ اکبر کی "فصوص الحکم" کی تعلیقات وتشبیہات شامل ہیں۔

۱۹۷۸ء مطابق ۱۳۹۸ھ کراچی میں وصال فرمایا اور خانقاہ تاجیہ میں مدفون ہیں۔

اب ان کے جانشین حضرت بابا انور شاہ ذہینی ہیں۔

○

دارِ فنا سے سوئے بقا چل دیئے ذہین
ہر چشم اشکبار ہے ہر لب پہ آہ آہ

ممتاز تھے وہ حلقۂ اہلِ سلوک میں
تھے صوفیوں کی بزم میں مقبول بے پناہ

شاعر بھی تھے، ادیب بھی تھے حق شناس بھی
کرتا تھا احترام زمانہ خدا گواہ

دانشور و ادیب تھے بابا کے معتقد
تھی ان کی نیک ذات مُریدوں کی درگاہ

صابر تھا محوِ فکر میں، آئی مجھے صدا
ہیں اب جلوسِ خلد میں بابا ذہین شاہ

۱۹۷۸ء

آہ شمعِ دانش سیدآلِ رضا صاحب

۱۹۷۸ء

سید آل رضا صاحب ۱۸۹۶ء کو ضلع اُناؤ (یوپی انڈیا) میں پیدا ہوئے ان کے والد ماجد سیّد محمد رضا صاحب اودھ چیف کورٹ کے جج تھے۔ سیّد صاحب نے کیننگ کالج سے بی اے اور الہ آباد لا کالج سے ایل ایل بی کیا اور وکالت شروع کی۔ شاعری میں حضرت آرزو لکھنوی سے فیضِ تلمذ حاصل تھا

سید آلِ رضا فنِ عروض میں ماہر تھے ہر صنف سخن میں طبع آزمائی کی۔ حمد و نعت و سلام اور غزلیں کہیں ہر مکتبۂ فکر کے ادباء و شعراء میں مقبول تھے۔

۱۹۲۹ء میں ایک مجموعۂ کلام "نوائے رضا" اور پاکستان میں ایک مجموعہ "غزلِ معلّٰے" شائع ہوا۔ ان کی تصنیف "سلامِ آخر" بے حد مقبول ہوئی۔ غیر مطبوعہ کلام کا مجموعہ ان کے برادر خورد سید ہاشم رضا صاحب مرتّب فرما رہے ہیں۔

سید آل رضا صاحب نے ۱۹۷۸ء مطابق ۱۳۹۸ھ کراچی میں رحلت پائی۔

○

(در صنعتِ منقوط)

جنابِ سیدِ آلِ رضا کا غم دیکھو
کہ تعزیت کی ہر اک بزم میں ہے آہ و بکا

فنِ عروض کے ماہر تھے حضرتِ عالی
ہے اُن کے علم و فضیلت کا آج بھی چرچا

جس انجمن میں گئے انجمن کے صدر رہے
جہانِ شعر و ادب میں ہے ان کا نام اونچا

سنا ہے جس نے بھی آنکھوں میں آگئے آنسو
کبھی نہ بھول سکیگا کوئی "سلام" ان کا

سنِ وصال ہے منقوط ان کا اے صابر
"جلیلِ ماہرِ فن تھے جنابِ آلِ رضا"

۱۳۹۸ھ

"شاعرِ نازک خیال صوفی تبسمؔ"

۱۹۷۸ء

غلام مصطفٰے نام تھا پہلے صوفی اور بعد میں تبسمؔ تخلص اختیار کیا ۔ ۴ اگست ۱۸۹۹ء کو امرتسر میں پیدا ہوئے ان کے والد غلام رسول کشمیری تھے اور امرتسر میں سکونت اختیار کر لی تھی ۔ صوفی صاحب نے ۱۹۱۶ء میں میٹرک کیا ۔ اسلامیہ کالج لاہور سے ایم اے اردو اور فارسی اور بی ٹی کا کورس کیا ۔ شاعری میں حکیم فیروزالدین طغرائیؔ امرتسری کے شاگرد تھے ۔

گورنمنٹ ہائی اسکول امرتسر میں ٹیچر رہے گورنمنٹ کالج لاہور کے شعبۂ اردو کے چیرمین کے عہدے سے ۱۹۵۴ء میں پنشن پائی ۔ تاعمر علمی و ادبی سرگرمیاں جاری رکھیں حکومت نے ان کی ادبی خدمات کے صلے میں ۱۹۶۲ء میں ستارۂ خدمت اور ۱۹۶۷ء میں ستارۂ امتیاز کا اعزاز مرحمت کیا ۔ حکومتِ ایران نے نشانِ فضیلت سے نوازا ۔

ان کے اردو ۔ فارسی اور پنجابی کلام کا مجموعہ "انجمن" کے نام سے شائع ہوا ۔

۱۹۷۸ء میں لاہور میں وفات پائی ۔

○

(در صنعتِ ترصیع)

ہوئے اب خوش مزہ خلدِ بریں میں

۱۹۷۸ء

وہ اہلِ فکر وہ ارفع ترنم

۱۳۹۸ھ

ملائک سر یہ صابر سالِ رحلت

۱۳۹۸ھ

سخنور منفرد صوفی تبسم

۱۹۷۸ء

"آہ خواجہ حسن اُخریٰ قلندر بابا اولیاؒ"

۱۹۷۹ء

سید محمد عظیم نام، برخیا تخلص، حسن اُخریٰ خطاب اور قلندر بابا اولیاؒ کے نام سے شہرت تھی ۱۸۹۸ء میں قصبہ خورجہ ضلع بلند شہر یوپی انڈیا میں پیدا ہوئے۔ بلند شہر ہائی اسکول سے تعلیم مکمل کر کے علیگڑھ یونیورسٹی میں داخل ہوئے مگر اسی دوران تاج الاولیاء بابا تاج الدین ناگپوری کی خدمت میں حاضر ہوئے جو رشتہ میں آپ کے نانا تھے۔ دس برس بابا صاحب کی خدمت میں رہے ان کے روحانی فیوض سے مستفیض ہوئے۔

قیام پاکستان کے بعد کراچی میں سکونت پذیر ہوئے مختلف رسائل کی صحافت کی، اردو ڈان میں سب ایڈیٹر رہے۔ ماہنامہ نقاد کے معمہ سکشن میں رہے، سلسلہ وار کہانیوں کا سلسلہ شروع کیا۔ ابوالفیض قلندر علی سہروردی سے بیعت ہوئے اکثر آپ پر مستی کا عالم اور استغراق کا غلبہ ہوتا۔ قلندر بابا اولیاؒ مشہور گو ذہین اور حلیم الطبع شاعر تھے۔ گوشہ نشینی پسند فرماتے۔ اپنی مجلس میں دین کی تبلیغ فرماتے تھے۔ آپ کی تصانیف میں رباعیات قلندر اور تذکرہ تاج الدین بابا مقبول ہیں۔ آپ کی سرپرستی میں دینی اور ادبی رسالہ "روحانی ڈائجسٹ" کا اجرا ہوا جو آج بھی حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کی زیر ادارت جاری ہے۔ قلندر بابا اولیاؒ کی زندگی میں عظیمیہ ٹرسٹ کی تشکیل ہوئی۔

۲۸ جنوری ۱۹۷۹ء مطابق ۲۷ صفر ۱۳۹۹ھ کو کراچی میں وصال فرمایا۔
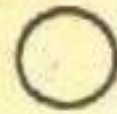
نہاں وہ ہو گئے ہیں اہلِ عالم کی نگاہوں سے
عظیم برخیا تھے جاں نثارِ غوثِ جیلانی

نبیرہ آپ کہلاتے تھے "تاج الدّین بابا" کے
انہیں حاصل تھا تاج الاولیاء سے فیضِ روحانی

وہ عالم جذب و مستی کا وہ استغراق کا جذبہ
عیاں ہوتے تھے اُن پر ہر گھڑی انوارِ ربّانی

وہ صوفی تھے صحافی تھے بڑے پاکیزہ شاعر تھے
کلامِ برخیا میں تھی تصوّف کی فراوانی

بزرگِ باصفا کا سالِ رحلت کہہ یہی صابر
حسن اُخرٰی قلندر اولیاء ہیں مہر نورانی

۱۹۷۹ء

"آہ بابِ حلم خواجہؒ خان محمدؒ تونسوی"

۱۹۷۹ء

شیخِ طریقت حضرت خواجہ خان محمد تونسوی ۲۱ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ کو تونسہ شریف میں پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد حضرت خواجہ محمد حامد تونسوی باا اثر اور روحانی بزرگ تھے خواجہ صاحب نے علوم ظاہری اور باطنی کی تکمیل اپنے والد سے کی اور خلافت پائی۔ زندگی بھر رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رکھا تحریک پاکستان میں دیگر مشائخِ اہل سنت کی طرح آپ نے بھی جدوجہد کی۔

حضرت خواجہ خان محمد تونسوی عالمِ با عمل۔ عابد زاہد اور ذاکر تھے شریعت کی پابندی میں پوری احتیاط برتتے اور اپنے لاکھوں مریدین کو بھی اس کی ہدایت کرتے۔ کئی بار حج بیت اللہ اور زیارتِ روضہ مقدسہ کی سعادت حاصل کی۔

۳ مئی ۱۹۷۹ء کو تونسہ شریف میں وصال فرمایا اور خانقاہِ سلیمانیہ میں آخری آرام گاہ ہے آپ کے وصال کے بعد آپ کے سجادہ نشین صاحبزادہ حضرت خواجہ عطاءاللہ خان تونسوی ہیں۔

○

چل بسے ہیں وہ بھی اب دنیائے فانی چھوڑ کر
جو مجسّم تھے ولی ابنِ ولی ابنِ ولی

عارفِ کامل بھی تھے وہ عابد و ذاکر بھی تھے
تھے یقیناً واقفِ سِرِّ خفی سِرِّ جلی

عمر بھر دیتے رہے رشد و ہدایت کا سبق
ان کو حاصل تھے علومِ ظاہری و باطنی

خواجگانِ چشت کی آنکھوں کا تارا تھے جناب
تھا مشائخ میں انھیں حاصل مقام برتری

مُلہم غیبی نے صابرؔ کہہ دیا سالِ وفات
ہیں جناں میں آج جانِ شہر خواجہ تونسوی

۱۹۷۹ء

"محبِّ زماں حضرت مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی"

۱۹۷۹ء

۲۵ دسمبر ۱۹۰۳ء کو اورنگ آباد دکن میں پیدا ہوئے۔ ۱۵ سال کی عمر میں صحافت کا آغاز کیا۔ اخبار مدینہ (بجنور) تاج (جبلپور) ہمدرد اور الجمعیۃ دہلی کی ادارت کی۔ ۱۹۳۲ء میں حیدرآباد دکن سے ماہنامہ ترجمان القرآن کا اجرا کیا۔ ۱۹۳۸ء سے پنجاب میں سکونت پذیر ہوئے۔ ۲۶ اگست ۱۹۴۱ء میں لاہور میں جماعت اسلامی کی تشکیل کی۔ اس کا مرکز ۱۹۴۷ء میں لاہور سے پٹھان کوٹ منتقل کیا۔ ان کی تحریک نے دنیا کے ہر حصے میں اپنی جڑیں مضبوط کیں۔ ہر مکتبۂ فکر کی مخالفتوں کے ہجوم سے بھی گزرے مگر اپنی تحریک سے ذرہ برابر نہ ہٹے۔

مولانا مودودی نے قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں، مگر ان کے پائے ثبات میں کبھی لغزش نہ آئی۔ مولانا مودودی عصر حاضر کے جلیل القدر عالم، اسلام کے بلند پایہ مفکر بے شمار کتابوں کے مصنف اور بے مثال مقرر تھے۔ عالم اسلام بالخصوص سعودی عرب اور دیگر عرب ممالک میں آپ کو بے حد قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا ان کی بے شمار تصانیف ہیں جن میں قرآن مجید کی تفسیر "تفہیم القرآن" بھی ہے جو چھ جلدوں پر مشتمل ہے

۲۲ ستمبر ۱۹۷۹ء کو امریکہ کے ہسپتال میں انتقال فرمایا ان کی میت پاکستان لائی گئی اور اچھرہ لاہور میں تدفین عمل میں آئی۔

○

کیوں نہ ہو خلق ان کے غم میں اُداس
بے بدل رہنما تھے مودُودی

عصرِ نو کے مُفکّرِ اعظم
اوجِ فکرِ رسا تھے مودُودی

عالمِ دیں بہت ہوئے لیکن
آفتابِ وفا تھے مودُودی

ہیں جڑیں جس کی ساری دنیا میں
وہ درختِ بقا تھے مودُودی

ان کی عظمت ہو کیا بیاں صابر
"سپہرِ مرتبہ تھے مودُودی"

۱۳۹۹ھ

"عمدۃ الحاج مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری"

۱۳۹۹ھ

خطیبِ اہلِ سنت الحاج مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری ۲۹ اکتوبر ۱۹۰۹ء کو میرٹھ انڈیا میں پیدا ہوئے مدرسہ اسلامیہ میرٹھ سے سند فراغت حاصل کی۔ عربی، فارسی اور انگریزی کے امتحانات الٰہ آباد یونیورسٹی سے پاس کئے۔ مبلغ اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی (والد ماجد مولانا شاہ احمد نورانی) کی سرپرستی میں خطابت کے جوہر دکھائے اور جلد ہی نامور مقرر ہو گئے۔

مسلم لیگ سے وابستہ ہو کر تحریک پاکستان میں حصہ لیا۔ مجاہد ملت مولانا عبدالحامد بدایونی اور مولانا صبغۃ اللہ فرنگی محلی کے ساتھ یو پی، سی پی، بہار، پنجاب اور بنگال کے دورے کئے۔

قیام پاکستان کے بعد راولپنڈی میں دارالعلوم احسن المدارس قائم کیا۔ دینی رسالہ ماہنامہ سالک جاری کیا۔ ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت میں قید و بند کی سختیاں برداشت کیں۔ عرصہ دراز تک جامع مسجد راولپنڈی کے خطیب رہے۔ بغداد، نجف اشرف، کربلا اور کاظمین کے علاوہ لندن، برمنگھم، کیتھلے، بریڈ فورڈ جا کر دین کی تبلیغ کی اور بے شمار غیر مسلمین کو مشرف باسلام کیا۔ اپریل ۱۹۷۳ء میں انگلستان میں "ورلڈ اسلامک مشن" کی کانفرنس میں شرکت فرمائی۔

۱۹۷۹ء مطابق ۱۳۹۹ھ کو راولپنڈی میں وفات پائی۔

○
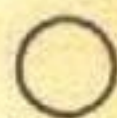
رخصت ہوئے جہاں سے جادو بیاں مقرر
مغموم اس لئے ہیں پیر و جوان کہئے

تھا عالمانِ دیں میں اعلیٰ مقام ان کا
تھی منفرد جہاں میں حضرت کی شان کہئے

گزری ہے عمر اُن کی تبلیغ دینِ حق میں
دینِ مبین کا ان کو روشن جہان کہئے

وہ ہر جگہ ہماری کرتے تھے پیشوائی
حضرت کو اہلِ حق کا اک ترجمان کہئے

صابرؔ اگر ہے فکرِ تاریخِ سالِ رحلت
مولانا عارف اللہ جنت نشان کہئے

۱۳۹۹ھ

"آہ صاحبِ اقبال رازق الخیری"

۱۹۷۹ء

مولانا رازق الخیری سنہ ۱۹۰۳ء میں دہلی میں پیدا ہوئے آپ برصغیر کی خواتین کے محسنِ اعظم مصورِ غم علامہ راشد الخیری کے صاحبزادہ تھے چھپن سال تک دہلی اور اس کے بعد کراچی میں رسالہ عصمت کے ایڈیٹر رہے۔ قیام پاکستان سے قبل بھی "راشد الخیری اکیڈمی" کی مطبوعات کی ملک بھر میں شہرت تھی۔ گھر گھر ان کی کتابیں پڑھی جاتی تھیں۔

حضرت رازق الخیری نے اردو ادب کی نمایاں خدمات انجام دیں پاکستان میں انجمن اہلِ قلم سائل کی بنیاد ڈالی اور دس سال سے زائد عرصہ تک اس کی صدارت کی اس انجمن کے اجلاس سنہ ۱۹۵۳ء میں لاہور سنہ ۱۹۵۶ء میں کراچی اور سنہ ۱۹۶۲ء میں لاہور اور سنہ ۱۹۶۵ء میں ڈھاکہ میں منعقد ہوئے۔

انکی تصانیف میں ابوجہل، عکرمہ، سیدہ کی بیٹی اور مسلمانوں کی مائیں مقبول ہیں۔

دسمبر ۱۹۷۹ء میں کراچی میں وفات پائی۔

○

بزمِ ہستی سے چل دیئے افسوس
نیک خو فردِ رازق الخیری

تھے نہایت متین و سنجیدہ
سب کے ہمدرد رازق الخیری

بالیقیں عرصۂ صحافت کے
تھے جواں مرد رازق الخیری

تھے مرقّع مصوّرِ غم کا
اک یہی فرد رازق الخیری

کہئے صابرؔ یہ اُن کا سالِ وفات
"شمعِ پُردرد رازق الخیری"

۱۹۷۹ء

مطبوعہ ہفت روزہ افق کراچی
۱۵ جنوری ۱۹۸۰ء

"آہ مرجع کرم مولانا حامد علی خانؒ رامپوری"

۱۹۸۰ء

تحریک پاکستان، تحریک ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفٰےؐ کے عظیم قائد اور ممتاز عالم دین مولانا حامد علی خاں ۱۹۰۶ء میں رام پور انڈیا کے ایک مذہبی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد مولانا شاہد علی خاں نے اپنے فیض تربیت سے انہیں دامنِ ختم رسالت سے وابستہ کر دیا۔ درس نظامی سے فارغ ہونے کے بعد ۱۹۴۶ء تک رہتک کے مدرسہ خیر المعاد کے شیخ الحدیث رہے۔ ۱۹۵۲ء میں ملتان میں دینی درسگاہ خیر المعاد قائم کر کے دین حق کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔

قومی۔ سماجی اور سیاسی خدمات کے سبب ملتان کے "بے تاج بادشاہ" پکارے جانے لگے ۱۹۷۷ء میں جمعیت العلمائے پاکستان کے ٹکٹ پر قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔

۷ رجنوری ۱۹۸۰ء کو ملتان میں وفات پائی۔

○
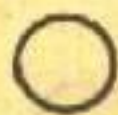
ہو گئے ہم سے جُدا بے تاج کے وہ بادشاہ
تھے جو سرشارِ ولائے اہلِ بیت و پنجتن

تخرجہ کر "آہ" کا صابرؔ ہے یہ سالِ وفات
"خلد میں حامد علی خاں ہیں بزرگِ انجمن"

۱۹۸۰ء

(در صنعت تضاعف)

حضرتِ حامد علی خاں راہی جنّت ہوئے
اہلِ پاکستاں ہیں یوں دردو الم سے بیقرار

کتنی آسانی سے صابرؔ مل گیا سالِ وفات
"آہ" جب نکلی ہے دل سے تین صد اور تیس بار

۶ × ۳۳۰ = ۱۹۸۰

مطبوعہ ہفت روزہ افق کراچی، فروری ۸۰ء

"غمِ دریائے فکرِ اطہر نفیسؒ"

١٩٨٠ء

کنور اطہر علی خان نام اور اطہر تخلص تھا۔ ادبی دنیا میں اطہر نفیس مشہور ہوئے۔ ان کے والد کنور معصوم علی خاں حضرت حاجی وارث علی شاہ دیوہ شریف سے بیعت اور حضرت بابا یوسف شاہ تاجی سے طالب تھے۔ اطہر نفیس ١٩٣٢ء میں قصبہ ٹپل ضلع میرٹھ میں پیدا ہوئے میٹرک تک علی گڑھ میں تعلیم پائی۔

قیام پاکستان کے بعد کراچی میں سکونت پذیر ہوئے اور اخبار جنگ کے اکاؤنٹس ڈیپارٹمنٹ میں ملازمت کی اور چیف اکاؤنٹس کے منصب سے وظیفہ پر سبکدوش ہوئے۔

اطہر نفیس کو مذہب سے بے حد لگاؤ تھا بزرگانِ دین بالخصوص حضرت بابا ذہین شاہ تاجی کے بے حد عقیدت مند تھے۔

ان کی غزلیات کا مجموعہ "کلام" لاہور سے جناب احمد ندیم قاسمی نے شائع کیا ہے دیگر دو مجموعہ ان کے برادر کنور اصغر علی خان عرف بابا العیلے شاہ یوسفی کے پاس محفوظ ہے۔

١٩٨٠ء مطابق ١٤٠٠ھ کراچی میں وفات پائی۔

○

دارِ فانی سے وہ رخصت ہو گئے
تھے جو اہلِ علم و دانش کے جلیس

نور افشاں ان کا مطبوعہ "کلام"
نکتہ دانوں کی نظر میں ہے سلیس

فیضِ یوسف شاہ تاجی دیکھئے
دیدہ ور، اہلِ سخن ان کے انیس

غمزدہ ہیں اہلِ فن، اہلِ قلم
قاسمی[1] ہوں یا ہوں عالی[2] یا رئیس[3]

کہیئے صابر اُن کی تاریخِ وفات
خلد میں ہیں واقعی اطہر نفیس

۱۴۰۱ھ

[1] احمد ندیم قاسمی [2] جمیل الدین عالی [3] رئیس امروہوی۔

"بلند قدر مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی"

۱۹۸۰ء

خطیب پاکستان مفسر قرآن مولانا احتشام الحق تھانوی ۱۹۱۵ء میں اٹاوہ (یوپی) میں پیدا ہوئے قصبہ کیرانہ ضلع مظفر نگر کے علمی خاندان سے تعلق رکھتے تھے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے قریبی عزیز تھے بارہ سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کیا۔ دار العلوم دیوبند سے سند فراغ حاصل کی نئی دہلی میں سکرٹریٹ کی مسجد میں خطابت کے فرائض انجام دئے تحریک پاکستان میں شب و روز محنت کی مسلم لیگ کی حمایت میں پورے ہندوستان کا دورہ کیا۔

قیام پاکستان کے بعد کراچی میں سکونت پذیر ہوئے جامع مسجد جیکب لائن کی بنیاد رکھی جو عظیم الشان یادگار ہے ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت میں بھرپور حصہ لیا تبلیغ دین کی خاطر پوری دنیا کے ممالک کے دورے کئے عرصہ دراز تک ریڈیو پاکستان سے بلا معاوضہ درس قرآن کا سلسلہ جاری رکھا۔ ٹنڈو الہ یار میں جامعہ اسلامیہ نامی عظیم الشان درسگاہ کے بانی تھے۔

آپ بیک وقت عظیم عالم دین بہترین محقق مفکر حافظ قاری مبلغ اور خطیب تھے قدرت نے انہیں شیریں بیانی زبان کے لوچ اور آواز کے سوز و گداز سے نوازا تھا۔ ان کی تقریر میں کسی فرقے کی دلآزاری نہیں ہوتی تھی اس لئے ہر مکتبہ فکر میں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ حق گوئی اور بے باکی میں اپنی مثال آپ تھے۔

دار العلوم دیوبند کے صد سالہ جشن میں شرکت کے لئے انڈیا تشریف لے گئے تھے اسی دوران مدراس، سیرت کانفرنس میں شرکت کی۔ جہاں ۱۱ اپریل ۱۹۸۰ء کو حرکت قلب بند ہو جانے سے رحلت فرما گئے ان کا جسد خاکی بذریعہ طیارہ کراچی لایا گیا اور جامع مسجد جیکب لائن کے احاطہ میں سپرد خاک کیا گیا۔

اچانک احتشام الحق سدھارے دارِ فانی سے
نہ ہوں کیوں حیرت و رنج و اَلَم سے سب کے چہرے فق

مفسّر تھے، مدبّر تھے، مفکّر تھے مقرّر تھے
کہ ہر لمحہ تھا ان کی زندگی کا وقفِ دینِ حق

مسلّم تھی جہاں میں ان کی حق گوئی و بے باکی
یقیناً وہ مجاہد تھے یقیناً وہ تھے مردِ حق

یہ ایسا غم ہے جس کو بھول جانا غیر ممکن ہے
رہیں گے ایک مدّت تک مسلمانوں کے سینے شق

مجھے غم میں نہیں کچھ سوجھتا اس کے سوا صابرؔ
ملالِ احتشام الحق، ملالِ احتشام الحق

۱۹۸۰ء

گہرِ علم جناب ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی

۱۹۸۱ء

ممتاز دانشور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی ۲۰ نومبر ۱۹۰۳ء میں ضلع مارہرہ یوپی (انڈیا) میں پیدا ہوئے اسٹیفن کالج دہلی میں تعلیم پائی کیمبرج یونیورسٹی لندن سے ۱۹۳۶ء میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی اور دہلی کالج میں تاریخ کے پروفیسر ہوئے اپنی اعلیٰ صلاحیت کے سبب تقسیم ہند سے قبل ایک ماہر تعلیم مورخ، مصنف، محقق مدبر اور مفکر کی حیثیت سے معروف ہو گئے تھے تحریک خلافت ترک موالات اور تحریک پاکستان میں سرگرمی سے حصہ لیا مسلم لیگ کی تائید و حمایت میں انگریزی زبان میں کئی پمفلٹ شائع کئے قائد اعظم اور قائد ملت سے ان کے گہرے روابط تھے۔

ڈاکٹر صاحب قیام پاکستان کے بعد کراچی میں آباد ہوئے ۱۹۶۱ء سے ۱۹۷۱ء تک کراچی یونیورسٹی کے وائس چانسلر رہے اس حیثیت سے ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں اردو کو ذریعہ تعلیم قرار دینے کا آغاز آپ نے کیا پاکستان دستور ساز اسمبلی میں جو قرارداد پیش کی گئی اس کا مسودہ ڈاکٹر صاحب کی کاوشوں کا رہین منت ہے ڈاکٹر قریشی لاتعداد علمی، ادبی، تاریخی اور سیاسی کتب کے مؤلف اور مصنف تھے جن میں تاریخ پاکستان کی کتاب چار جلدوں پر محیط ہے ۱۹۷۵ء میں ایوبی دور حکومت میں ستارہ پاکستان کے اعزاز سے نوازے گئے جنرل محمد ضیاء الحق صاحب صدر پاکستان نے ۱۹۸۰ء میں ہلالِ امتیاز کا قومی اعزاز عطا کیا۔ ڈاکٹر صاحب آخری دور میں صدر پاکستان کی خواہش پر مقتدرہ قومی زبان کے چیئرمین کے منصب پر فائز ہوئے قومی سیرت کانفرنس میں شرکت کے لئے اسلام آباد تشریف لے گئے اور وہاں ۲۲ جنوری ۱۹۸۱ء کو انتقال فرمایا کراچی میں تدفین عمل میں آئی۔

افسوس وہ مورّخِ ارضِ وطن گیا
برداشت کس طرح سے کریں ہم غمِ فراق

ملّت کے اتحاد کا دیتا رہا سبق
کرتا نہ تھا پسند کبھی باہمی نفاق

شاگرد اُس کے سارے جہاں میں ہیں نامور
کیوں کر نہ گزرے اسکی جدائی ہر اک کو شاق

اُس کی کتابِ زیست سے ملتی ہے روشنی
دیکھے کوئی سیاق کہ دیکھے کوئی سباق

صابرؔ سنِ وفاتِ قریشی یہی کہو
خلد آشیاں حبیبِ یگانہ ہیں اشتیاق

۱۹۸۱ء

"آہ آہ پیر خواجہ قمر الدین سیالوی"

۱۴۰۱ھ

پیر طریقت حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی ۱۹۰۶ء مطابق ۱۳۲۴ھ کو سیال شریف ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے ان کے والد ماجد حضرت خواجہ ضیاءُ اللہ مشہور روحانی پیشوا تھے خواجہ صاحب نے دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف سے مولانا معین الدین اجمیری سے درس نظامی کی سند حاصل کی۔ دین و مذہب کے ساتھ ساتھ سیاسی خدمات میں پیش پیش رہے تحریک پاکستان میں قائداعظم کی خواہش پر صوبہ سرحد کے ریفرنڈم کے موقع پر مولانا عبد الحامد بدایونی پیر مانکی شریف اور پیر زکوڑی شریف کے دوش بدوش کام کیا۔

غیر منقسم ہندوستان کے سوادِ اعظم اہل سنت کی جانب سے منعقدہ آل انڈیا سنّی کانفرنس بنارس میں ہزاروں علماء و مشائخ کے اجتماع میں قوم کو مسلم لیگ کی حمایت کے لئے راغب کیا۔ اس وقت آپ سرگودھا مسلم لیگ کے صدر تھے ۱۹۴۸ء میں جہاد کشمیر اور ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت میں علامہ ابو الحسنات قادری کے شانہ بشانہ خدمات انجام دیں ۱۹۷۰ء آل پاکستان سنّی کانفرنس ٹوبہ ٹیک سنگھ میں سوادِ اعظم اہل سنّت کو متحد کیا اور صدر جمعیت العلماء پاکستان منتخب ہوئے بعد میں علالت کے سبب اس سے مستعفی ہو گئے

۱۵ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ کو کار کے حادثے میں شدید زخمی ہو گئے اور ۱۷ رمضان ۱۴۰۱ھ مطابق ۲۰ جولائی ۱۹۸۱ء کو سیال شریف میں وصال فرمایا۔

○
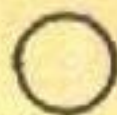
آہ وہ شیخ طریقت چل دئے سوئے عدم
جن سے تھی چرخِ تصوّف پر ضیا افگن شفق

عمر بھر نشر و اشاعت دین کی کرتے رہے
آج بھی شاہد ہیں ان کی سب کتابوں کے ورق

وہ کبھی توہین حق برداشت کرتے ہی نہ تھے
دے گئے دنیا کو تعظیمِ شہِ دیں کا سبق

اک مجاہد یہ بھی تھے تحریک پاکستان کے
کیوں نہ ہو اہل وطن کو ان کی فرقت کا قلق

سالِ رحلت کے لئے آئی صدا یہ غیب سے
کہئے صابر۔ خواجہ قمر الدّین ہیں مقبولِ حق

۱۴۰۱ھ

آہ عبد ایزد اختر الحامدی

۱۴۰۱ھ

سید مرغوب احمد نام اور اختر تخلص تھا۔ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں قادری بریلوی سے بیعت تھے اس لئے اختر الحامدی مشہور ہوئے۔

۱۹۲۰ء مطابق ۱۵ شعبان ۱۳۳۸ھ میں ریاست جودھپور میں پیدا ہوئے دار العلوم بریلی سے علوم شرقیہ کے امتحانات پاس کئے۔ شاعری میں پہلے بیدل بدایونی کے شاگرد تھے۔ پاکستان میں مولانا ضیاء القادری بدایونی سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ ان کے تلامذہ میں ممتاز مقام کے حامل تھے ۱۹۶۶ء میں مولانا نے اپنا جانشین مقرر کیا۔

حضرت اختر الحامدی ایک عرصہ تک ماہنامہ "ماہ طیبہ" کوٹلی لوہاراں کے شاعر خصوصی رہے یہ جریدہ ابو النور مولانا محمد بشیر سیالکوٹی کی زیر ادارت شائع ہوتا تھا۔ ان کی تصانیف میں۔ نعتیہ دیوان۔ نعت محل اور نظموں و سلاموں کے کئی مجموعے ہیں۔ اس کے علاوہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے مشہور سلام "مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" کے ۱۰۵ اشعار پر تضمین کی جو بے حد مقبول اور ادبی دنیا میں قابلِ قدر ہے۔

۱۹۸۱ء مطابق یکم رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ کو حیدر آباد سندھ میں وفات پائی۔

○

ہائے کیا روح فرسا خبر یہ سنی
بھائی اختر نے فردوس کی راہ لی

حمد و نعت و مناقب لکھے عمر بھر
بے بہا ہیں تصانیف بھی آپ کی

خدمتِ حق سے غافل ہوئے ہی نہیں
آپ تھے جانشینِ ضیائؔ واقعی

میرے کانوں میں آئی صدا غیب سے
فکرِ تاریخِ رحلت مجھے جب ہوئی

اہلِ جنّت میں صابرؔ یہی شور ہے
"ہیں عجب نعت گو اختر الحامدی"

۱۹۸۱ء

"وفاتِ طُرفہ قریشی"

۱۴۰۱ھ

عبدالحمید نام قریشی خاندان اور تخلّص طرفہ تھا۔ ۳ر مارچ سنہ ۱۹۱۳ء کو بھنڈارہ (سی پی) مہاراشٹر میں پیدا ہوئے۔ ادبی دنیا میں طرفہ قریشی بھنڈاروی، مشہور ہوئے۔ شعر و سخن میں ابتدا میں مولانا حاجی یار محمد انور کامٹی سے مشورہ کیا بعد میں برصغیر کے ممتاز شاعر علامہ سیماب اکبرآبادی کے شاگرد ہوئے اور ان کے فیض سے ممتاز مقام حاصل کیا۔

سنہ ۱۹۷۳ء میں انجمن اردو پرائمری اسکول ناگپور کے صدر مدرس کے عہدے سے پنشن پائی۔ ان کی ادبی خدمات سے متاثر ہو کر بزم غالب کامٹی نے انھیں ضمیر الشعراء کے خطاب سے نوازا۔ ہر صنفِ سخن میں طبع آزمائی کی۔ آپ کو تاریخ گوئی میں بھی ملکہ حاصل تھا۔ نعت۔ مناقب۔ سلام اور غزلیات کے کئی مجموعے شائع ہوئے جن میں پہلی کرن، طورِ درخشاں، فانوسِ حرم شہید اکبر اور نصف النہار قابل ذکر ہیں۔

جولائی سنہ ۱۹۸۱ء مطابق سنہ ۱۴۰۱ھ کو ناگپور میں وفات ہوئی۔

○
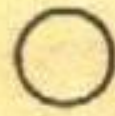
حضرتِ طرفہ قریشی شاعرِ صوفی منش
اس زمینِ رنج و غم سے کر گئے ہیں انتقال

حمد و نعت و منقبت ہو یا کہ تاریخ و غزل
جملہ اصنافِ سخن میں ان کو حاصل تھا کمال

خدمتِ شعر و ادب میں عمر گزری آپکی
ان کی ہر تصنیف ہے گنجِ ادب میں بیمثال

حضرتِ سیماب کے تھے آپ شاگردِ رشید
مخزنِ علم و ادب تھی انکی ذاتِ خوشخصال

ہاتفِ غیبی سے اے صابر ملی سالِ وفات
گلشنِ فردوس میں طرفہ ہیں اک شیریں مقال

۱۹۸۱ء

عاشقِ اعلیٰ حضرت

۱۹۸۱ء

"الحاج مولانا شاہ ضیاء الدین مدنی حنفی القادری"

۱۹۸۱ء

حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی ۱۲۹۴ھ میں تلاش والا ضلع سیالکوٹ پنجاب میں پیدا ہوئے آپکے آباء و اجداد میں مولانا عبد الحکیم سیالکوٹی مشہور بزرگ تھے۔ ابتدائی تعلیم مولانا غلام قادر بھیرہ شریف سے اور درسِ نظامی محدثِ ہند مولانا وصی احمد سورتی سے حاصل کی۔ بریلی میں اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی کی خدمت میں رہ کر دورۂ حدیث کی تکمیل کی اور ان سے بیعت ہو کر خلافت حاصل کی۔

اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی کی اجازت سے دین کی تبلیغ کے لئے مدینہ طیبہ میں مستقل سکونت اختیار کی، اور پچہتر برس مسلکِ اہلِ سنّت کی نشر و اشاعت میں گزارے۔

آپ نہایت نیک، متقی پرہیزگار، عابد و زاہد، سالک و ذاکر تھے۔ سلفِ صالحین کی تمام خوبیاں آپ میں موجود تھیں۔ عالمِ اسلام میں آپ کے مریدین اور معتقدین کی تعداد نہایت وسیع ہے۔

۲ / اکتوبر ۱۹۸۱ء مطابق ۳ / ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ کو سو سال سے زائد عمر میں مدینہ طیبہ میں وصال فرمایا۔

اعلیٰ حضرت کے خلیفہ چل دئے سوئے عدم
اب ہے اُن کا آستانہ جنت الفردوس میں

زہد و تقویٰ، حُبّ خالق اور ولائے پنجتن
لے کے پہنچے یہ خزانہ جنّت الفردوس میں

خیر مقدم کر رہے ہیں حور و غلمان و ملک
والہانہ والہانہ جنّت الفردوس میں

ہے زباں پر یا رسولُ اللہ اُنظُر حالنا
کیا سماں ہے عارفانہ جنّت الفردوس میں

ہے اگر صابر برادی فکرِ تاریخ وفات
لکھ ضیاء الدین یگانہ جنّت الفردوس میں

۱۹۸۱ء

"اہلِ ارم مولانا مفتی محمود صاحبؒ"

۱۴۰۱ھ

۱۹۱۹ء کو ڈیرہ اسمٰعیل خاں کے گاؤں بنیاد عبدالخلیل میں پیدا ہوئے۔ دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہوئے وہ بیک وقت محدّث، مفتی، مفسّر اور قومی رہنما تھے۔ تحریک ختم نبوت تحریک جمہوریت اور تحریک نظامِ مصطفےٰ میں بھرپور حصّہ لیا آپ ایک طرف سیاسی میدان کے شہسوار تھے تو دوسری طرف مذہبی طور پر بھی ممتاز مقام پر فائز تھے۔

مفتی صاحب کے دل میں نفاذِ اسلام کی بے پناہ تڑپ تھی آپ کی کوشش سے ملک کی نو سیاسی جماعتوں کا "قومی اتحاد" قائم ہوا تھا آپ اس کے صدر منتخب ہوئے آپ کو عوام کی زبردست حمایت حاصل تھی آپ جیل کی کوٹھری اور گولیوں کی بوچھاڑ میں بھی ہمیشہ ثابت قدم رہے۔

کچھ عرصہ تک صوبۂ سرحد کے وزیر اعلیٰ رہے۔ سیاسی طور پر کئی ممالک کا دورہ کیا اور وہاں کے حکمرانوں سے تبادلہ خیال کر کے ان کو پاکستان کے قریب کرنے کی کوشش کی۔

۱۴ر اکتوبر ۱۹۸۱ء کو کراچی میں قلب کی حرکت بند ہو جانے سے انتقال فرمایا ان کی میّت ان کے آبائی گاؤں عبدالخلیل لے جائی گئی اور وہاں دفن کئے گئے۔
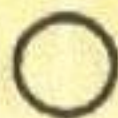
آہ ہم ہو ہی گئے نعمتِ حق سے محرُوم
ہم پہ اللہ کا انعام تھے مفتی محمُود

قوم کے درد میں تکلیفیں اٹھائیں بے حد
کُشتۂ آفت و آلام تھے مفتی محمُود

لب پہ ہر دم ہی رہا حق و صداقت کا پیام
دُشمنِ باطل و اوہام تھے مفتی محمُود

ملک میں جب بھی چلی کوئی عوامی تحریک
روحِ تحریک بہر گام تھے مفتی محمُود

یہ حقیقت بھی ہے صابرؔ یہ سنِ رحلت بھی
حامیِ مذہبِ اسلام تھے مفتی محمُود

۱۹۸۱ء

تاجِ اولیا شہزادۂ امامِ اہلِ سنّت

۱۴۰۲ھ

ہادیٔ نامدار مولانا مصطفےٰ رضا قادری

۱۹۸۱ء

تاجدارِ اہلِ سنّت مفتیٔ اعظم ہند الحاج مولانا مصطفےٰ رضا خان قادری کی ولادت ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸۹۲ء بریلی میں ہوئی۔ آپ اعلیٰحضرت امام اہلِ سنّت مولانا شاہ احمد رضا خان فاضلِ بریلوی کے صاحبزادے اور خلیفہ تھے آپ کا شمار برِّ صغیر کے برگزیدہ علما اور مذہبی پیشوا میں ہوتا ہے۔ آپ نے اپنے والد امام احمد رضا کی نگرانی میں تمام مروّجہ علوم و فنون پر مہارت حاصل کی آپ کے اساتذہ میں حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان قادری مولانا شاہ رحم الٰہی اور حضرت شاہ ابو الحسین نوری بھی تھے۔

مفتیٔ اعظم ہند علمیت، روحانیت اور زہد و تقویٰ میں امام اہل سنّت کے صحیح جانشین تھے پورے عالمِ اسلام میں آپ کی آواز کو حرفِ آخر تصور کیا جاتا تھا۔ دینِ الٰہی کی ترویج و اشاعت آپ کی زندگی کا اوّلین مقصد تھا۔

آپ نے قیامِ پاکستان کے سلسلے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ۱۹۴۶ء میں بنارس میں منعقدہ آل انڈیا سنی کانفرنس کی صدارتی تقریر میں اپنے لاکھوں مریدین کو تلقین کی کہ وہ ہر سطح پہ مسلم لیگ سے تعاون کریں اور پاکستان کے حق میں ووٹ دیں آپ کے مریدین کی تعداد نوّے لاکھ سے زائد ہے۔

آپ نعت گو شاعر بھی تھے آپ کا نعتیہ کلام "سامانِ بخشش" شائع ہو چکا ہے آپ کی تصانیف میں فتاویٰ المصطفویہ کی چھ جلدیں اور فتاویٰ رضویہ کا حاشیہ بھی شامل ہے جو آپ کی جودتِ طبع، علمی و فقہی بصیرت کا انمول خزانہ ہے۔ نومبر ۱۹۸۱ء مطابق محرم ۱۴۰۲ھ کو بریلی شریف (انڈیا) میں وصال فرمایا۔

○
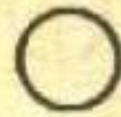
دہلی کے ریڈیو نے کیسی خبر سُنائی
افسوس چل بسے وہ مفتیِ ہند ذیشاں

برِّصغیر کے تھے وہ برگزیدہ عالم
ان کا کمالِ تقویٰ تھا ان کے رُخ پہ تاباں

تھے جاں نثار اُن کے سب عالم و مشائخ
مفتی ہوں یا محدّث یا ہوں فقیہہ دوراں

اُن کے تلامذہ ہیں ہر گوشۂ جہاں میں
تبلیغِ دینِ حق کا مرکز تھا اُن کا ایواں

صابرؔ کہو یہ اپنے مرشد کا سالِ رحلت
جانِ حبیبِ ایزدیا مصطفےٰ رضا خاں

۱۹۸۱ء

ماہنامہ ترجمانِ اہلسنت کراچی (جنوری ۸۲ء)

"طبعِ سلیم اصغرؔ گورکھپوری"

۱۹۸۱ء

سید اصغر حسین نام اور اصغر تخلص تھا ۱۶ فروری ۱۹۲۶ء کو گورکھپور یوپی میں پیدا ہوئے ان کے آباء و اجداد حضرت سبز پوش کے سلسلے کے خلیفہ مجاز تھے۔ اصغر نے ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں پائی۔ علیگڑھ یونیورسٹی سے اردو فارسی میں ایم اے کیا۔ بنارس یونیورسٹی سے سنسکرت میں ایم اے کیا اور مغربی جرمنی سے عبرانی زبان میں ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔

اصغر گورکھپوری بے حد ادب نواز اور اردو زبان کے سچے خادم تھے قیام پاکستان کے بعد سابق مشرقی پاکستان میں ہجرت کی عرصہ تک چٹاگانگ میں رہے وہاں اردو زبان کی شمع روشن کرنے والوں میں سر فہرست تھے ادبی محافل کی روحِ رواں تھے آل پاکستان مشاعرے منعقد کر کے مغربی پاکستان کے شعراء کو مدعو کرتے ان کے قیام و طعام اور آمد و رفت کا انتظام اپنی جیب خاص سے کرتے تھے۔

اصغر گورکھپوری نے چٹاگانگ کے علاوہ کھلنا، ڈھاکہ وغیرہ میں بھی بے شمار ادبی محفلیں اور عظیم الشان مشاعرے منعقد کرائے اور اردو زبان کی مؤثر خدمت کی۔

یکم دسمبر ۱۹۸۱ء مطابق ۱۴۰۱ھ حرکت قلب بند ہو جانے سے کراچی میں وفات پائی۔

○
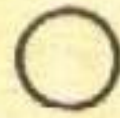
آئی خبر کہ سیّد اصغر حسین نے
دنیا سے جا کے خلد میں آباد گھر کیا

اُس کے مشاعروں کی بڑی دھوم دھام تھی
اہلِ سخن کو اس نے بہت نامور کیا

روحِ رواں مجلس علم و ادب تھا وہ
ہر لمحہ زندگی کا ادب میں بسر کیا

کہتی یہی ہے مشرقی بنگال کی فضا
اردو زباں کو اس نے یہاں معتبر کیا

صابر کہو یہ مصرعۂ تاریخ انتقال
اصغر نے نصیدگاہ جہاں سے سفر کیا

۱۹۸۱ء

"ہائے ذی اعزاز شاعرِ انقلاب جوشؔ ملیح آبادی"

۱۹۸۲ء

شبیر حسن خاں (آفریدی) نام اور جوشؔ تخلص تھا۔ ۱۸۹۶ء میں قصبہ ملیح آباد (یوپی) میں پیدا ہوئے سیتا پور ہائی اسکول، جوبلی ہائی اسکول اور چرچ مشن ہائی اسکول لکھنؤ میں تعلیم پائی سینٹ جانس کالج آگرہ سے سینئر کیمبرج کیا علیگڑھ ایم اے او کالج سے بھی تحصیل علم کیا۔ اس کے بعد پوری زندگی شعر و ادب کی خدمت کے لئے وقف کردی۔ شاعری میں عزیزؔ لکھنوی سے فیضِ تلمذ تھا۔

۱۹۲۵ء میں حیدر آباد دکن کے ادارہ "دارالترجمہ" میں ملازمت کی۔ جہاں کئی جید علماء و ادباء سے رابطہ رہا دہلی سے رسالہ "کلیم" جاری کیا جس سے کافی شہرت پائی۔ حضرت جوشؔ الفاظ کے نباض اور قادر الکلام شاعر تھے انہوں نے اردو شاعری کو نیا لب و لہجہ دیا اور نئے سانچے میں ڈھالا نئی تراکیب اور نئے محاوروں سے روشناس کرایا مضامین اور الفاظ ان کے محتاج ہوتے تھے اس لئے اردو ادب میں ان کو منفرد مقام حاصل ہوا اردو زبان و ادب ہمیشہ ان کے احسانمند رہیں گے۔ غیر منقسم ہندوستان میں انہیں شاعرِ انقلاب کے لقب سے نوازا گیا۔

۱۹۵۶ء میں پاکستان آکر کراچی میں آباد ہوئے۔ ترقی اردو بورڈ کے مشیر ہوئے اور تادم آخر اس عہدے پر رہے ان کی تصانیف میں روحِ ادب، شعلہ و شبنم، دامنِ رنگ، جنون و حکمت، سیف و سبو اور اپنی سوانح حیات "یادوں کی بارات" مشہور ہیں۔

۲۲ فروری ۱۹۸۲ء مطابق ۱۴۰۲ھ اسلام آباد میں وفات پائی۔

(۱)

حضرتِ جوشؔ ہو چکے رخصت
تا قیامت رہے گا ان کا کلام

وہ کہیں مر سکیں گے اے صابرؔ
"شاعرِ انقلاب روشن نام"

۱۴۰۲ھ

(۲)

جوشؔ دنیا سے کیا ہوئے رخصت
شمعِ علم و ادب ہوئی خاموش

محوِ حیرت ہیں سب کے سب صابرؔ
"خُلد میں طرۂ سخن ہے جوشؔ"

۱۹۸۲ء

"آہ شاعرِ مزدور طوطیِ جہاں احسان دانش"

۱۴۰۲ھ

۱۹۱۲ء میں یوپی کے ضلع مظفر نگر قصبہ کاندھلہ میں پیدا ہوئے تقسیم ہند سے بہت پہلے لاہور میں مستقل سکونت اختیار کرلی تھی ۔ غربت کی وجہ زیادہ تعلیم حاصل نہ کرسکے ۔ لیکن مطالعہ کا بے حد شوق تھا اور ذہین بھی تھے اس لئے ادبی دنیا پر چھا گئے ۔ خود محنت مزدوری کرتے اور مزدوروں کے احساسات کی ترجمانی کرتے تھے ان کی نظمیں بے حد مقبول ہوئیں اور یہ شاعرِ مزدور مشہور ہوگئے زود گو شاعر تھے ترنم بھی اچھا تھا ۔ اپنی صلاحیت کی بنا پر تاریخِ ادب میں اہم مقام حاصل کیا ۔

ان کی تصانیف ۔ آتشِ خاموش ، نعتیہ مجموعہ دردِ دیں ، فصلِ سلاسل ، شیرازہ ، گورستان نوائے کارگر اور اپنی سوانحِ حیات ۔ جہانِ دانش ، اردو ادب میں قابلِ قدر اضافہ ہیں ۔

۲۱ ، مارچ ۱۹۸۲ء مطابق ۱۴۰۲ھ لاہور میں رحلت فرمائی ۔

○
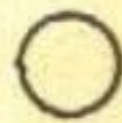
ہوا حیف رُخصت وہ مزدور شاعر
ہے چرخِ ادب پر عیاں جس کی تابش

رہا عمر بھر ترجمانِ حقائق
نہ کی اہلِ زر سے کبھی اس نے سازش

بڑی سادگی سے بسر کی جہاں میں
نہ کی عمر بھر مال و دولت کی خواہش

ہے ہر شخص کو شاق اس کی جدائی
ہر اک دل میں شعلہ فشاں غم کی آتش

لکھو مصرعۂ سالِ رحلت یہ صابر
ہیں شمسِ جہاں تاب احسان دانش

۱۹۸۲ء

"آہ معجز قلم ناول نگار خدیجہ مستور"

۱۹۸۲ء

ممتاز ادیبہ افسانہ نویس اور ناول نگار خدیجہ مستور ۱۹۲۷ء میں لکھنؤ میں پیدا ہوئیں اور وہیں تعلیم و تربیت حاصل کی۔ قیام پاکستان کے بعد لاہور میں سکونت اختیار کی یہاں ان کی شادی معروف صحافی اور کالم نویس جناب ظہیر بابر سے ہوئی۔

خدیجہ مستور کو کم عمری ہی سے افسانہ نگاری کا ذوق تھا انہوں نے اس زمانے میں ہی خاصی شہرت حاصل کر لی تھی اور ادبی دنیا میں اپنا مقام پیدا کر لیا تھا۔ ترقی پسند تحریک میں نمایاں کردار ادا کیا وہ شروع سے ترقی پسند قدروں کی علمبردار اور ہر قسم کے جبر و استحصال کے خلاف تھیں۔

خدیجہ مستور کے افسانوں میں "مینوں لے چلا بابلا" کو ایک منفرد مقام حاصل ہے ان کی ادبی تخلیقات میں ناول "آنگن" مشہور ہے جس پر انہیں ۱۹۶۲ء میں آدم جی ادبی انعام ملا ہے۔

خدیجہ مستور نے ۲۶ جولائی ۱۹۸۲ء کو لندن میں وفات پائی۔

○
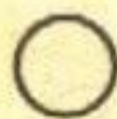
آج اخبار میں آئی یہ المناک خبر
چل بسی پاک وطن کی یہ ادیبہ مشہور

ہاجرہ[1]، بابر[2] و پرویز[3]، کرن[4] اور ندیم[5]
اقربا سب ہیں غمِ ہجرِ خدیجہ میں چور

اس کے افسانوں کے کردار ہیں مظلوم انسان
اس کے افسانے غمِ عصرِ رواں سے معمور

زندگانی کے مسائل پہ رہی اس کی نظر
صرف تفریح کے سامان نہیں تھے منظور

مل گیا غیب سے صابرؔ یہ سنِ مرحومہ
آج ہے عابدہ جنّت میں خدیجہ مستور

۱۹۸۲ء

۱؎ ہاجرہ مسرور (بہن) ۲؎ ظہیر بابر (شوہر) ۳؎ ۴؎ (بچے) ۵؎ احمد ندیم قاسمی (عزیز)

"معلّم العلوم مفتی محمد عبداللہ نعیمی صاحب"

۱۴۰۲ھ

مفتی محمد عبداللہ نعیمی ایرانی بلوچستان کے علاقے چاہ بار محلّہ خاران میں ۱۳۴۲ھ میں پیدا ہوئے ان کے والد صوفی محمد رمضان قادری ۱۹۳۵ء میں کراچی کے داؤد گوٹھ ملیر میں سکونت پذیر ہو گئے تھے مفتی صاحب نو سال کی عمر میں والد کے سائے سے محروم ہو گئے مگر علم دین حاصل کرنے کی تڑپ تھی ابتدائی کتب مولانا اللہ بخش سندھی سے پڑھکر دار العلوم مخزن عربیہ میں تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی سے درسِ نظامی کی تکمیل کی۔ علم حدیث مولانا الحاج محمد عثمان مکرانی سے حاصل کیا۔

مفتی محمد عبداللہ نعیمی نے ۱۹۶۶ء میں مراد میمن گوٹھ ملیر میں دار العلوم نعیمیہ مجددیہ کے نام سے دینی درسگاہ قائم کی اور درس و تدریس کے فرائض انجام دینے لگے۔ اس دار العلوم میں حفظ قرآن، ناظرہ، درسِ نظامی اور دورۂ حدیث کی تعلیم جاری ہے کراچی سے سہون شریف جاتے ہوئے مفتی صاحب کی کار الٹ گئی اور آپ شدید زخمی ہو گئے۔ اس سانحہ سے آپ نے ۳۱ جولائی ۱۹۸۲ء کو کراچی میں وفات پائی۔

○
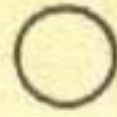
جہاں سے آج رخصت ہو گئے ہیں باعمل عالم
نہ پوچھو قلب کی حالت نہ پوچھو درد کی شدّت

تھے بیشک عابد و زاہد تھے بیشک صابر و شاکر
تھی اخلاقِ حمیدہ کا مرقعِ آپ کی سیرت

نعیمی بن کے روشن کی جہاں میں شمعِ علمِ دیں
تھی حاصل حضرتِ صدر الافاضل سے انہیں نسبت

دیا کرتے تھے درسِ عشقِ سرورِ ایک عالم کو
تھی بے حد آپ کے دل میں شہِ کونین کی عظمت

ملا ہے مصرعِ تاریخِ رحلت اُن کا اے صابر
ہیں عبد اللہ نعیمی خانمانِ گلشنِ جنت

۱۹۸۲ء

آہ بحرِ عقل رئیس فروغ

۱۹۸۲

اصل نام محمد یونس اور ادبی نام رئیس فروغ تھا۔ ۱۹۲۶ء میں مراد آباد (انڈیا) میں پیدا ہوئے ۱۹۵۰ء میں پاکستان آکر ٹھٹھہ میں قیام کیا کچھ عرصہ کے بعد کراچی میں مستقل طور پر آباد ہو گئے۔ تقریباً پندرہ سال کراچی پورٹ ٹرسٹ میں ملازم رہے یہاں اپنے فرائض منصبی کے ساتھ ساتھ علم و ادب کی شمع روشن کی۔ بزم ادب کے پی۔ ٹی کی بنیاد ڈالی اور اس کے سکریٹری رہے کراچی پورٹ ٹرسٹ کے ادبی مجلّہ سہ ماہی "صدف" کے مدیر کی حیثیت سے گرانقدر علمی و ادبی خدمات انجام دیں۔

رئیس فروغ ریڈیو پاکستان سے منسلک ہو کر آخری وقت تک اس سے وابستہ رہے شعر و ادب میں ممتاز مقام کے حامل تھے بچوں اور بڑوں کے محبوب شاعر مضمون نگاری اور تراجم میں ماہر تھے ان کی نظموں کا مجموعہ "ہم سورج چاند ستارے" ۱۹۸۰ء میں اور ان کا دوسرا شعری مجموعہ "رات بہت ہوا چلی" ان کے انتقال کے بعد شائع ہوا۔

۵ اگست ۱۹۸۲ء کو کراچی میں وفات پائی۔
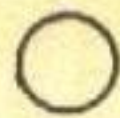
حیف صد حیف چشمِ عالم سے
ہو گیا ہے نہاں رئیسؔ فروغ

نکتہ بیں، نکتہ سنج، نکتہ نواز
علم و فن کا نشاں رئیسؔ فروغ

مُنفرِد تھا جو شعر گوئی میں
تھا وہ نازک بیاں رئیسؔ فروغ

اس کی باتیں ادب کی باتیں تھیں
تھا ادیبِ جہاں رئیسؔ فروغ

کہیئے صابرؔ وفات کی تاریخ
"ہے وقارِ جناں رئیسؔ فروغ"

۱۹۸۲ء

عالی فہم ڈاکٹر محمد ابراہیم صاحب خلیل

۱۹۸۲ء

سندھ کے نامور بزرگ ڈاکٹر شیخ محمد ابراہیم کا تخلص خلیل تھا ۔ ۲۴ دسمبر سنہ ۱۹۰۱ء کو کراچی میں پیدا ہوئے ۱۹۳۹ء میں ایم ۔ بی ۔ بی ۔ ایس کیا ، زمانۂ طالبعلمی سے ادبی ذوق تھا سندھ کی کئی علمی ، ادبی ، قومی اور تعلیمی تحریکوں کے بانی تھے ۔ سندھ کالج آف کامرس حیدرآباد ، لاکالج ، میڈیکل بورڈ سندھی ادبی بورڈ اور سندھ یونیورسٹی ٹکسٹ بک کمیٹی کے رکن رہے ۔

ڈاکٹر ابراہیم خلیل ماہر فن عروض ، نقاد ، محقق ، افسانہ نگار اور دانشور تھے اردو اور سندھی زبان میں شعر کہتے تھے ، کئی کتابوں کے اردو اور سندھی میں ترجمے کئے ۔ ان کی بعض کتابیں بی اے اور ایم اے کے نصاب میں شامل ہیں تصانیف میں بیت اللہ ، مسجد نبوی کی تاریخ ، اقبال حیات و افکار ، رہنمائے شادی ، بلبل سندھ کی سوانح عمری ، عبرت کدہ ، تنقید و ادب ، سندھی مثنوی کا ارتقاء ، رباعی کا فن اور سندھی رباعی کی تاریخ ۔ تذکرہ قدیم شعراء سندھ کے علاوہ ان کے اردو سندھی کلام کا مجموعہ گلزار خلیل شامل ہے ۔ ۱۹ نومبر سنہ ۱۹۸۲ء کو حیدرآباد سندھ میں وفات پائی ۔

○
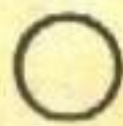
سندھ کے نقاد و افسانہ نگار
شیخ ابراہیم شاعرِ بے عدیل

تھے وہ دانشور، محقق بالیقیں
اُن کی ہر تصنیف ہے اس کی دلیل

عالمِ فانی سے رخصت ہو گئے
لطف فرما اے خداوندِ جلیل

دل میں میرے دفعتاً آیا خیال
کیجئے تاریخِ رحلت کی سبیل

غیب سے صابرؔ یہ آئی ہے صدا
دو گنا کر کے کہو "اشکِ خلیل"

۱۹۸۲ = ۲ × ۹۹۱ء

"بندۂ خدا ظہور الحسن بھوپالی"

۱۹۸۲ء

محبِ اسلام شہید وطن ظہور الحسن بھوپالی ۱۹۴۶ء میں بھوپال کے علمی گھرانے میں پیدا ہوئے قیام پاکستان کے بعد اپنے والد مولانا وہاج الدین چشتی کے ساتھ کراچی میں سکونت پذیر ہوئے یہ اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھے اسلئے ان کی پرورش بڑے ناز و نعم سے ہوئی جٹ لائنز پرائمری سکول، جیکب لائن سیکنڈری سکول کے بعد اسلامیہ کالج سے بی ایس سی کیا اور کراچی یونیورسٹی سے صحافت میں ایم اے کیا ۱۹۶۹ء میں قانون کی سند حاصل کی ۱۹۶۹ء میں جمعیت العلمائے پاکستان کے مرکزی سکریٹری اطلاعات مقرر ہوئے ہفت روزہ "افق" جاری کیا ۱۹۷۰ء میں صوبائی اسمبلی سندھ کے ممبر منتخب ہوئے۔

محبِ وطن ظہور بھوپالی غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک تھے طالب علمی کے زمانے سے شعلہ بیان مقرر تھے تحریک نظام مصطفےٰ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا وہ مقرر بھی تھے مصنف بھی، صحافی بھی تھے سیاستداں بھی انہوں نے اپنی محنت، جانفشانی، حق گوئی بے باکی، بزلہ سنجی اور خوش گفتاری کے باعث ہر میدان میں اپنی قابلیت کا لوہا منوایا اور ملک گیر شہرت حاصل کی۔ شہید وطن ظہور بھوپالی نے عوام کو متحد کرنے کیلئے "استحکام پاکستان کونسل" کی تشکیل کی اور ملک کے چپہ چپہ تک اس کا پیغام پہنچایا ۱۹۷۷ء میں مجلس شوریٰ کے رکن منتخب ہوئے۔ ۱۳ر ستمبر ۱۹۸۲ء مطابق ۱۴ر ذیقعدہ ۱۴۰۲ھ کو ایک شقی القلب کے ہاتھوں شہید ہو گئے
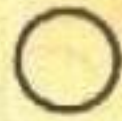
کیا شہادت تمہیں نصیب ہوئی
پالیا تم نے رتبۂ عالی

لوگ یوں پیش کر رہے ہیں خراج
اٹھ گیا جیسے قوم کا والی

جگمگاتی رہے گی وہ تحریک
جسکی بنیاد تم نے خود ڈالی

جس چمن کو لہو سے سینچا ہے
غیر ممکن ہے اس کی پامالی

کیا شہادت کا سن لکھیں صابرؔ
"واصلِ حق ظہور بھوپالی"

۱۴۰۲ھ

پاک طبع پیر سائیں گل حسن صدیقی مجددی نقشبندی

۱۴۰۲ھ

سلطانِ درگاہ لواری شریف بدین سندھ

۱۴۰۲ھ

دربارِ لواری شریف ضلع بدین سندھ کے پیر گل حسن صدیقی مجددی نقشبندی ۱۲ شعبان ۱۳۲۷ھ کو ضلع بدین میں پیدا ہوئے ان کے والد خواجہ سید حاجی زماں ممتاز مشائخین میں سے تھے پیر سائیں گل حسن نے میدان تصوف میں بیش بہا خدمات انجام دیں آپ کے اجتماع میں نماز، قرآن خوانی، تسبیح و تہلیل اور مراقبہ میں شرعی امور انجام دیے جاتے تھے آپ کی سالانہ مجلس ۹، ۱۰ ذوالحج کو ہوتی اس لئے مخالفین نے یہ شر انگیز الزامات لگائے کہ یہاں مناسکِ حج کی نقل کی جاتی ہے جس کے بعد علمائے حق اور مشائخین نے اس کی تحقیق کی اور بے بنیاد الزامات کی تردید کی۔

پیر گل حسن نے انسانوں کے ہاتھوں بے حد تکلیفیں اٹھائیں، سختیاں برداشت کیں مگر زبان سے اُف نہ کی۔ آپ کی مجلس میں علماء، مشائخ، دانشور اور سائنسداں حاضر ہو کر آپ کے ارشادات سے فیض یاب ہوتے تھے۔

حضرت پیر سائیں گل حسن نے ۲۷ ذیقعدہ ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۹۸۲ء کو وصال فرمایا۔ آپ کے بعد پیر فیض محمد نقشبندی دربار لواری شریف کے سجادہ نشین ہوئے۔

○

ہائے وہ سلطان دربارِ لواری چل بسے
تھے فدائے اولیاء اور جاں نثارِ پنجتن

نقشبندی سلسلے سے آپ کو نسبت رہی
تھے مجدّد الف ثانی آپ پر سایہ فگن

دشمنوں کو بھی دعائے نیک ہی دیتے رہے
آج بھی گرویدہ ان کے ہیں ہزاروں مرد و زن

اُن کے ارشادات سے ہوتے تھے سب ہی مستفید
عالمانِ دیں ہوں یا ہوں صاحبانِ فکر و فن

کہہ اٹھے سب لوگ صابر اُن کی میّت دیکھ کر
جنّتی ہیں بندۂ رب پیر سائیں گل حسن

۱۴۰۲ھ

"شاعرِ عصر راز مراد آبادی"

۱۴۰۲ھ

ساجد علی خاں نام اور راز تخلص تھا۔ یوسف زئی پٹھان تھے سنہ ۱۹۱۶ء میں مراد آباد، یوپی (انڈیا) میں پیدا ہوئے سنہ ۱۹۴۰ء میں علیگڑھ یونیورسٹی سے ایم اے کیا۔ طالب علمی کے زمانے سے شعروسخن کا ذوق تھا حضرت جگر مراد آبادی سے شرفِ تلمذ حاصل کیا۔ آل انڈیا ریڈیو دہلی میں ملازمت کی۔ ان کا ترنم بہت عمدہ اور آواز پاٹ دار تھی۔ اپنی خوش طبعی اور ظرافت کے سبب محفل کی جان سمجھے جاتے۔

قیام پاکستان کے بعد ۱۹۵۳ء سے سنہ ۱۹۵۶ء تک بی۔بی۔سی (لندن) سے وابستہ رہے۔ ۱۹۵۶ء میں وزارت کشمیر محکمۂ اطلاعات میں رہے اس کے بعد کراچی ریڈیو اسٹیشن میں خدمات انجام دیں۔

ان کی شعری تخلیق "حرف راز" نہایت خوبصورت شائع ہوئی ہے۔

راز مراد آبادی نے سنہ ۱۹۸۲ء مطابق سنہ ۱۴۰۲ھ کراچی میں وفات پائی۔

○
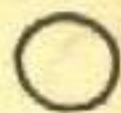
ہو گیا ہائے اب جُدا ہم سے
نیک دل پاکباز تھا وہ شخص

اپنے ذوقِ کلام کے باعث
خلق میں سرفراز تھا وہ شخص

اُس کا تکیہ تھا ذاتِ باری پر
دہر سے بے نیاز تھا وہ شخص

تھا ترنّم بھی اس کا دل آویز
جانِ آہنگ و ساز تھا وہ شخص

سالِ رحلت ہے اس کا یہ صابرؔ
رازِ مجموعِ راز تھا وہ شخص

۱۹۸۳ء

مجاہدِ ذی حوصلہ شیرِ کشمیر

۱۹۸۲ء

شیرِ کشمیر شیخ عبداللہ ۵ دسمبر ۱۸۹۵ء کو سری نگر (کشمیر) کے نواحی علاقہ (سورہ) میں پیدا ہوئے ان کے والد شیخ محمد ابراہیم کشمیری شالوں کے تاجر تھے۔ شیخ صاحب نے سری نگر میں تعلیم پائی۔ اسلامیہ کالج لاہور سے بی ایس سی کیا اور علیگڑھ یونیورسٹی سے ایم ایس سی کی ڈگری حاصل کی۔

شیخ صاحب کو سیاسی اور سماجی خدمات کی لگن تھی طالب علمی کے زمانے میں کئی تنظیموں سے وابستہ رہے اور عملی سیاست میں حصہ لیا۔ جموں و کشمیر کے عوام کو ڈوگرہ راج کے ظلم و ستم کے خلاف منظم کیا سنہ ۱۹۲۹ء میں مسلم کانفرنس کی بنیاد ڈالی۔ جو سنہ ۱۹۳۱ء میں انقلابی دور میں داخل ہوئی اہلِ کشمیر نے انہیں شیرِ کشمیر کے لقب سے نوازا کئی بار ان پر مقدمے چلے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں عوام اور مزدوروں کے استحصال کے خلاف آواز اٹھائی۔ مہاراجہ کی حکومت کا خاتمہ ہوا شیخ صاحب ۱۹۴۷ء سے ۱۹۵۳ء تک ریاست کے وزیر اعلیٰ رہے۔ اس کے بعد ۱۹۷۱ء سے دوبارہ وزیر اعلیٰ بنائے گئے ان کے دور میں زراعتی اصلاحات ہوئیں۔

شیرِ کشمیر دنیا کے ممتاز سیاستدان، جادو بیاں مقرر، ادیب اور تاریخ ساز شخصیت تھے انہوں نے اپنے خون سے وادیِ کشمیر کی آبیاری کی سنہ ۱۹۸۰ء تک نیشنل کانفرنس کے صدر رہے ۱۹۸۰ء میں اپنے بڑے فرزند ڈاکٹر فاروق عبداللہ کو اپنا جانشین نامزد کیا۔

۱۹۸۲ء میں کشمیر میں وفات پائی۔

○
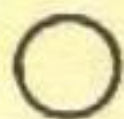
چل بسا اک مجاہدِ دوراں
شیرِ کشمیر شیخ عبداللہ

وقت کی بے پناہ ظلمت میں
پاک تنویر شیخ عبداللہ

اہلِ کشمیر کے جیالوں کی
خواب و تعبیر شیخ عبداللہ

آج بھی سب کے دل میں روشن ہے
تیری تصویر شیخ عبداللہ

نامور رہنما تھے وہ صابر
روحِ توقیر شیخ عبداللہ

۱۹۸۲ء

فردوسی اسلام پاک طینت ابو الاثر

۱۹۸۲

حفیظ جالندھری صاحب

۱۴۰۲

قومی ترانے کے خالق ابو الاثر حضرت حفیظ جالندھری کا نام حفیظ الدین اور تخلص حفیظ تھا جنوری ۱۹۰۰ء میں جالندھر (مشرقی پنجاب) کے راجپوت (چوہان) خاندان میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم مسجد میں اور جالندھر ہائی اسکول میں پائی طالب علمی کے زمانے سے شعر و سخن کا ذوق تھا مولانا گرامی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے ہر صنف سخن میں ماہرانہ استعداد رکھتے تھے ان کی شاعری ایک طرف شباب کی مستانہ ترنگوں کی تصویر کشی اور جوانی کی حسین امنگوں کی چہرہ کشائی کرتی ہے تو دوسری طرف منظر نگاری اور نادر تشبیہات سے دلکشی اور دلربائی کا جامہ پہنا دیتی ہے۔

حضرت حفیظ جالندھری کا مشہور کارنامہ یہ ہے کہ تاریخ اسلام کے زریں واقعات رزم و بزم کو منظوم کر کے "شاہنامہ اسلام" کی صورت میں پیش کیا ہے جو چار جلدوں پر مشتمل ہے جس پر قوم نے انہیں ابو الاثر اور فردوسی اسلام کے القاب سے نوازا۔

ابو الاثر حفیظ جالندھری نے اردو کے بے شمار گیت بھی لکھے ہیں ان کا دوسرا کارنامہ "پاکستان کا قومی ترانہ" ہے جسے حکومت نے پسند کر کے ملک میں رائج کیا ہے اور ملک کے بچے بچے کی زبان پر ہے اس کارنامے سے انہیں حیات دائمی حاصل ہو گئی ہے۔ حضرت حفیظ جالندھری نے ۲۱ دسمبر ۱۹۸۲ء مطابق ۱۴۰۲ھ کو لاہور میں وفات پائی۔

○
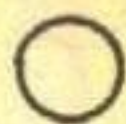
رحلت پہ اُس کی اہلِ ادب کیوں نہ ہوں ملول
بحرِ علوم وفن کا شناور حفیظ تھا

کہتا ہے جس کو ایک زمانہ "ابوالاثر"
پنجاب کا وہ مردِ ہنرور حفیظ تھا

"قومی ترانہ" ہے جو سبھی کی زبان پر
اِس فکر اِس خیال کا مصدر حفیظ تھا

شاہد ہیں "شاہنامۂ اسلام" کے ورق
بے مثل و باکمال سخنور حفیظ تھا

صابر ہے اس کی مدح میں تاریخ انتقال
دانا ادیب فن کا سمندر حفیظ تھا

۱۹۸۲ء

"عزّتِ انجمن ساؔغر صاحب"

۱۹۸۳

محمد صمد یار خاں نام اور ساغر تخلص تھا۔ ۲۱ دسمبر ۱۹۰۵ء کو علیگڑھ میں پیدا ہوئے۔ شمس العلماء خواجہ حسن نظامی سے بیعت تھے اس لئے ساغر نظامی مشہور ہوئے شعر وسخن میں علامہ سیماب اکبر آبادی سے فیضِ تلمذ حاصل تھا۔ اردو اور فارسی کی تعلیم گھر پر پائی انگریزی کی تعلیم گورنمنٹ ہائی اسکول علیگڑھ میں حاصل کی۔

حضرت ساغر نظامی دہلی میں مستقل آباد ہو گئے تھے تیرہ برس کی عمر سے مشاعروں میں شریک ہونے لگے کئی علمی، ادبی، مزاحی اور سیاسی پرچے نکالے جن میں علی گڑھ پنچ، استقلال پیمانہ اور صبوحی مشہور ہیں۔

ساغر نظامی کا شمار دورِ حاضر کے صفِ اول کے اساتذہ اور پُرگو شعراء میں ہوتا ہے وہ مشاعروں پر چھا جاتے تھے ان کی شرکت مشاعروں کی کامیابی کی ضامن ہوتی تھی ان کی تصانیف میں بادۂ مشرق اور رنگ محل کے علاوہ افسانوں کا مجموعہ کہکشاں شامل ہے۔

فروری ۱۹۸۳ء مطابق ۱۴۰۳ھ میں دہلی میں وفات پائی۔

عصرِ حاضر میں شاعرِ یکتا
بزمِ اہلِ قلم میں ہیں ساغر

اُن کے شعروں سے ایسا لگتا ہے
آج بھی جیسے ہم میں ہیں ساغر

اُن کے اخلاق تھے بہت اعلیٰ
شاد و خرّم عدم میں ہیں ساغر

ہر دلِ مضطرب میں یاد اُن کی
ہر کسی چشمِ نم میں ہیں ساغر

جیسے صابر یہاں تھے ویسے ہی
جانِ یاراں ارم میں ہیں ساغر

۱۹۸۳ء

بندۂ پروردگار علّامہ قاری مصلح الدّین صدّیقی

۱۴۰۳ھ

الحاج حافظ علامہ قاری مصلح الدّین صدیقی ۲۵ ستمبر ۱۹۱۹ء کو قصبہ قندھار ضلع نانڈیر (دکن) میں پیدا ہوئے دینی تعلیم کے لئے جامعہ اشرفیہ مبارکپور یوپی تشریف لےگئے وہاں حفظ قرآن تجوید اور درسِ نظامی کی اسناد حاصل کیں، جامعہ عربیہ ناگپور (سی پی) میں دورۂ حدیث کیا منظرِ اسلام بریلی میں تاجدارِ اہلِ سنت مولانا مصطفےٰ رضا خاں قادری مفتی اعظم ہند سے اجازت اور خلافت پائی اور دینِ حق کی نشر و اشاعت میں مصروف ہو گئے۔

قیام پاکستان کے بعد کراچی میں سکونت پذیر ہوئے تقریباً تیس ۳۰ سال اخوند مسجد کھارادر کے خطیب رہے کچھ عرصہ تک دارالعلوم امجدیہ میں مدرس رہے آخر میں کھوڑی گارڈن کی مسجد کے خطیب مقرر ہوئے اور جامعہ قادریہ رضویہ قائم کیا۔ علامہ قاری مصلح الدین صدیقی نہایت نیک منکسر المزاج اور متقی بزرگ تھے کئی بار حج اور زیارتِ مدینہ کی سعادت پائی۔ مسلک اہلِ سنّت بالخصوص قادریت و رضویت کے فروغ میں نمایاں خدمات انجام دیں ان کے مریدین کا سلسلہ وسیع ہے۔

مارچ ۱۹۸۳ء مطابق ۱۴۰۳ھ کو حرکت قلب بند ہونے کے سبب وصال فرمایا ان کی تدفین کھوڑی گارڈن کراچی کے احاطہ میں ہوئی ان کے بعد ان کے داماد علّامہ شاہ تراب الحق قادری کو ان کا جانشین مقرر کیا گیا۔

○

وہ فرشتہ صفات عالم دیں
حیف عالم سے ہو گئے رخصت

مفتیِ ہند کے خلیفہ تھے
غوثِ اعظم سے تھی انہیں نسبت

فیض تھا اُن پہ اعلیٰ حضرت کا
عمر بھر کی ہے دین کی خدمت

وِرد کرتے ہوئے درود شریف
ہوگئی بند قلب کی حرکت

کہہ دو صابرؔ یہ مصرعِ تاریخ
مصلح الدین ہیں برکتِ جنت

۱۴۰۳ھ

"شیریں زباں شرافت نوشاہی"

۱۹۸۳ء

حضرت الحاج سید شریف احمد نوشاہی ۱۹ شعبان ۱۳۲۵ھ مطابق ۲۸ ستمبر ۱۹۰۷ء کو ساہنپال ضلع گجرات میں پیدا ہوئے ان کے والد ماجد مولانا سید غلام مصطفٰے نوشاہی سلسلے کے بزرگ اور نوشہ گنج بخش کے خاندان کے سجادہ نشین تھے۔ حضرت شریف احمد نوشاہی بھی سلسلۂ نوشاہیہ کے روحانی بزرگ تھے۔ شعر و سخن کا بے حد ذوق تھا شرافتؔ تخلص تھا اپنی خداداد صلاحیت کی بنا پر علمی و تحقیقی کام کیا اور تقریباً دو سو کتابیں لکھیں۔ آپ بہترین مصنف، مؤرخ، کہنہ مشق شاعر، تاریخ گوئی اور تذکرہ نویسی کے ماہر تھے۔

آپ کی تصانیف میں اعجاز التواریخ، افکارِ شرافت، تاریخِ عباسی سفرنامے، عملیات، تذکرے اور بے شمار تحقیقی و تنقیدی مقالے شامل ہیں۔

۴ جون ۱۹۸۳ء مطابق ۲۲ رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ کو ساہن پال ضلع گجرات میں انتقال ہوا۔

○

الحاج پیر حضرت سیّد شریف احمد
صد حیف پا گئے ہیں دنیا سے آج رحلت

تھے وہ ادیب و شاعر، دانشور و مورخ
تصنیف ان کی ہر اک ہے مظہرِ بلاغت

روحانی پیشوا تھے وہ رہروانِ حق کے
نوشاہی سلسلے نے پائی ہے ان سے وسعت

یارب وہ خلد میں بھی اعلیٰ مقام پائیں
ہو اُن کی قبر پر بھی بارانِ نور و نکہت

تاریخ کا یہ مصرع ہے حسبِ حال صابر
تھے ایک سایۂ حق نوشاہی شرافت

۱۹۸۳ء

"آہ آہ ادبؔ داں اختر حسین"

۱۴۰۳ھ

اختر حسین صاحب یکم مارچ ۱۹۰۲ء کو برہانپور (سی پی انڈیا) میں پیدا ہوئے۔ حکیمیہ ہائی اسکول برہانپور، ایم اے، او کالج علیگڑھ اور الہ آباد یونیورسٹی میں تعلیم پائی۔ ۱۹۲۴ء میں انڈین سول سروس میں تقرر ہوا۔ ۱۹۲۶ء سے پنجاب کے اضلاع میں ڈپٹی کمشنر اور اسسٹنٹ کمشنر رہے۔ ۱۹۴۲ء میں او، بی۔ ای کا خطاب ملا۔ ۴۷-۱۹۴۶ء میں گورنمنٹ آف پنجاب کے چیف سکریٹری رہے۔

اختر حسین صاحب ۱۹۵۷ء سے ۱۹۶۰ء تک مغربی پاکستان کے گورنر رہے ۱۹۵۸ء میں ہلال پاکستان کے اعزاز سے نوازے گئے ۶۳-۱۹۶۲ء تک چیف الیکشن کمشنر رہے۔

بابائے اردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق کے انتقال کے بعد ۱۹۶۲ء سے تادم آخر ۱۹۸۳ء تک انجمن ترقی اردو کے صدر رہے۔ اور بابائے اردو کی وراثت کی نگہبانی کی۔

اختر حسین صاحب، اصول پرست، درویش صفت اور بے حد مخلص مسلمان تھے اقتدارِ اعلیٰ کی چکاچوند بھی ان کی سادگی، خوش اخلاقی، نیکی اور مروّت کو تبدیل نہ کر سکی۔ ان کے دورِ صدارت میں انجمن ترقی اردو نے تصنیف و تالیف کے کارنامے انجام دیے۔ اردو سائنس کالج کے لئے قطعۂ زمین کا حصول اور کالج کی تعمیر اختر حسین صاحب کا زرّیں کارنامہ ہے۔

۱۵ جولائی ۱۹۸۳ء مطابق ۱۴۰۳ھ کو کراچی میں وفات پائی۔

○
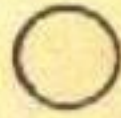
دنیا سے چل بسا ہے وہ شخص نیک سیرت
ارضِ وطن میں بے حد تھی جس کی قدر و عزت

وہ مہرباں، ترقیٔ اردو کا رہنما تھا
بائیس سال تک کی اس بزم کی صدارت

اردو ادب سے اس کو تھا عشق والہانہ
کی آخری گھڑی تک اردو زباں کی خدمت

ایسا عظیم انساں لائیں گے اب کہاں سے
خوش خُلق، پاک طینت، مجموعۂ شرافت

اس محسنِ ادب کی تاریخ ہے یہ صابرؔ
اختر حسین صاحب اقبال مند جنت

۱۹۸۳ء

وسیع الاخلاق مولانا نیّر مدنی

۱۴۰۳ھ

سیّد محمد مدنی نام اور نیّر تخلص تھا ۱۹۱۳ء میں الہ آباد (یوپی انڈیا) میں پیدا ہوئے بعد میں کانپور میں سکونت پذیر ہو گئے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی نگرانی میں دار العلوم دیوبند سے سندِ فراغت حاصل کی کچھ عرصہ مسجد تھانہ بھون میں امامت کی ۔ ۱۵ سال کی عمر سے شعر کہنے لگے حضرت اصغر گونڈوی کو اپنا معنوی استاد سمجھتے تھے مگر اصلاح کبھی نہیں لی ۔ تحریک پاکستان کے سلسلے میں بے شمار نظمیں کہیں نعت اور غزل خاص موضوعِ ادب تھا ۔

مولانا نیّر مدنی نے تقریباً ۵۵ سال شعر و ادب کی خدمت کی اہل ادب نے انہیں لسان العصر کے خطاب سے نوازا اور اصغر گونڈوی کا جانشین قرار دیا ۔ حضرت نیّر مدنی نام و نمود سے بے نیاز ذوقِ جاتی تنازعوں سے بالا اور شاعرانہ ریاکاریوں سے مبرا یک رنگ تھے اس لئے ہر طبقہ میں مقبول تھے ان کے بے شمار تلامذہ ہیں جو ان کے کلام کی اشاعت کیلئے کوشاں ہیں ۔ ۱۱ اگست ۱۹۸۳ء مطابق ۱۴۰۳ھ کو کراچی میں انتقال فرمایا ۔

○

آہ اصغر گونڈوی کے جانشیں بھی چل بسے
حضرتِ نیرؔ کہ تھے اک شاعرِ شیریں کلام

خوب سجتا تھا لسان العصر کا اُن پر خطاب
تھے فصاحت کے وہ سلطاں اور بلاغت کے امام

عالم و فاضل بھی تھے عابد بھی تھے زاہد بھی تھے
تھے وہ بے شک جاں نثارِ سیدِ خیرُ الانام

اُن سے ملکر شاد ہوتے تھے سبھی پیر و جواں
تھے وہ ایسے خوش خصال و خوش بیان خوش کلام

مصرعۂ تاریخ رحلت غیب سے صابرؔ ملا
شکرِ حق ہیں آج نیرؔ خلد میں اعلیٰ مقام

۱۹۸۳

محقق و نقادِ سخن سلیم احمد صاحب

۱۴۰۳ھ

ممتاز محقق، ادیب، شاعر جناب سلیم احمد یکم دسمبر ۱۹۲۶ء کو کھیولی ضلع بارہ بنکی (یوپی) میں پیدا ہوئے
قیام پاکستان کے بعد کراچی میں آباد ہو کر ریڈیو پاکستان سے وابستہ ہوئے اور بطور پروڈیوسر فرائض انجام دئے
سلیم احمد اعلیٰ پایہ کے نقاد تھے شعر و ادب کے میدان میں بھی انہوں نے غیر معمولی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا
وہ ایک مقبول ڈرامہ نگار بھی تھے ٹیلیویژن پران کے تاریخی اور اصلاحی ڈراموں کو بے حد پسندیدہ نگاہوں سے
دیکھا جاتا تھا۔ انکی اعلیٰ صلاحیت کے سبب جنرل ضیاء الحق کی عبوری حکومت کے دور میں انھیں وفاقی حکومت
کی وزارتِ اطلاعات میں بطور مشیر ریڈیو اور ٹی وی مقرر کیا گیا تھا۔

سلیم احمد کی نثری اور شعری تصانیف میں ادبی اقدار، ادھوری جدیدیت، بیاض (مجموعۂ کلام)
اقبال ایک شاعر، نئی نظم پورا آدمی اور غالب کون، شامل ہیں۔

یکم ستمبر ۱۹۸۳ء کو کراچی میں انتقال ہوا۔

○
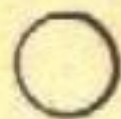
پھیلی ہے برق بن کر یہ اک خبر اچانک
افسوس پا گئے ہیں رحلت سلیم احمد

دانشور و صحافی ، نقّادِ فن کی صورت
زندہ رہے گی تیری شہرت سلیم احمد

ذوقِ سلیم سے وہ غافل نہ ہونے پایا
کرتا رہا ادب کی خدمت سلیم احمد

ہر سمت تعزیت کے جلسوں سے ہے یہ ظاہر
ہے شاق سب کو تیری فرقت سلیم احمد

تاریخ کا یہ مصرع صابرؔ نے خوب پایا
"ہیں دیندارِ باغِ جنّت سلیم احمد"

۱۹۸۳ء

"گوہرِ لاجواب پروفیسر محمدؐ ایوب قادری"

۱۹۸۳ء

پروفیسر محمد ایوب قادری ۲۸ جولائی ۱۹۲۶ء مطابق، از ذی الحجہ ۱۳۴۴ھ کو ضلع بریلی کے قصبے آنولہ میں پیدا ہوئے اپنے والد مولوی مشیت اللہ سے عربی و فارسی پڑھی ۱۹۵ء میں اسلامیہ کالج بدایوں سے انٹر پاس کر کے کراچی آگئے اور یہاں ۵۲ء میں اردو کالج سے بی اے اور ۱۹۶۳ء میں کراچی یونیورسٹی سے ایم اے کیا اور اردو کالج میں لیکچرار ہو گئے اور علم و ادب کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔ ۱۹۸۰ء میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صدر شعبۂ سندھ یونیورسٹی کی نگرانی میں پی ایچ ڈی کیا۔

ڈاکٹر ایوب قادری کو تصنیف و تالیف کا بے حد شوق تھا ان کا میدان تاریخ۔ سوانح۔ ادب۔ فنِ اسماء الرجال اور حوالہ جاتی ادب تھا آپ اردو دنیا میں ایک ممتاز محقق، مولف، مترجم کی حیثیت سے مشہور ہوئے۔ بے شمار مضامین و مقالے لکھے۔ کئی کتابوں کی تصنیف و تالیف کے علاوہ تراجم کی بڑی تعداد اردو ادب میں قابلِ قدر اضافہ ہے۔

ڈاکٹر ایوب قادری سادہ مزاج اور نام و نمود سے بے نیاز تھے علماء و صلحاء کی عزت اور اہلِ علم و ادب کی قدردانی ان کا شعار تھا۔

۲۵ نومبر ۱۹۸۳ء مطابق ۱۴۰۳ھ میں ایکسیڈنٹ کے سبب کراچی میں وفات پائی۔

○

غمزدہ ہیں یوں تو ہم ان کی جدائی سے مگر
دل کو تسکیں ہے کہ وہ عالی نسب جنت میں ہیں

جن کے دل میں تھی لگن تصنیف اور تالیف کی
وہ مورّخ ماہرِ علم و ادب جنّت میں ہیں

تھی انہیں نسبت درِ دربارِ غوثِ پاک سے
وہ بفیضِ غوثِ جیلانی لقب جنت میں ہیں

عاملِ احکامِ اسلامی رہے وہ ہر قدم
از طفیلِ رحمتِ محبوبِ رب جنت میں ہیں

کہئے صابرؔ ڈاکٹر ایوب کا سالِ وفات
قادری ایوب گوہر ریز اب جنت میں ہیں

۱۴۰۳ھ

"آہ زبدۂ انجمن حفیظ اللہ خان صاحب"

۱۹۸۴ء

حفیظ اللہ خان نام اور بدر تخلص تھا۔ ۱۹۱۱ء میں ملکاپور ضلع بلڈانہ برار میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم وطن میں پائی ناگپور یونیورسٹی سے ایم اے اور جبلپور ٹریننگ کالج سے بی ٹی کیا انجمن ہائی اسکول کھام گاؤں میں مدرس ہوئے اور اس کی ترقی کے لئے نمایاں خدمات انجام دیں۔ اس اسکول کو جونیئر کالج بنوایا اور اس کے پرنسپل کی حیثیت سے پنشن پر سبکدوش ہوئے۔ ان کی ۴۰ سالہ خدمات کے صلے میں حکومتِ بھارت نے انھیں تعلیمی اعزاز سے نوازا۔

برار کے ممتاز رہنما خان صاحب عبدالرحمٰن خاں اور محسنِ قوم محمد ضیا اسحٰق خان سابق ایم، ایل، اے کے دوش بدوش ملک اور ملّت کی رہنمائی کی۔ ادبی اور سماجی اور سیاسی رہنما کی حیثیت سے برار (مہاراشٹر) میں مقبولیت پائی۔ ہر مذہب اور ہر مکتبۂ فکر کے لوگ ان کی سادگی۔ خلوص اور ملنساری کی وجہ ان کے مدّاح تھے۔

شعر و سخن کا ذوق تھا اکثر مشاعروں کی صدارت انہی کو تفویض کی جاتی تھی۔

۲۱ جنوری ۱۹۸۴ء کو کھام گاؤں (مہاراشٹر) انڈیا میں وفات پائی۔

○
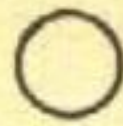
کھام گاؤں سے کراچی جب یہ پہنچی ہے خبر
کیا کہوں میں اُس کو سُن کر کیا ہوا ہے میرا حال

وہ حفیظ اللہ بدر استادِ علم و آگہی
جو ہمیشہ اپنے شاگردوں کا رکھتے تھے خیال

عمر بھر کرتے رہے جو خدمتِ انسانیت
تھے سیاسی اور سماجی رہنما وہ بے مثال

سادگی، خُلق و مُروّت، انکساری اور خلوص
تھے بہت سی خوبیوں سے مُتّصِف وہ خوش خصال

دل سے میرے آئی ہے صابر براری یہ صدا
ہیں حفیظ اللہ جنت میں بہارِ باکمال

۱۹۸۴ء

آہ گرامی قدر افسر صدیقی امروہوی

۱۴۰۴ھ

منظور احمد صدیقی نام اور افسر تخلص تھا۔ ۹ر دسمبر ۱۸۹۶ء کو امروہہ (یوپی) میں پیدا ہوئے تعلیم سے فارغ ہو کر درس و تدریس کی خدمات انجام دیں مطالعہ کا سلسلہ جاری رکھا اور اردو و فارسی میں اعلیٰ صلاحیت کے مالک ہو گئے شعر و سخن میں پہلے مضطر خیر آبادی سے تلمذ حاصل تھا ۱۹۲۲ء سے شوق قدوائی لکھنوی سے اصلاح لینے لگے اور ہر صنفِ سخن میں قادر الکلام شاعر بن گئے۔

حضرت افسر امروہوی ۱۹۳۶ء میں امروہہ سے کراچی آکر آباد ہوئے اور محکمہ تعلیم سے وابستہ ہو گئے ۱۹۳۷ء میں ماہنامہ تنویر جاری کیا۔ انجمن ترقی اردو کراچی کے کتب خانے کے نائب معتمد ہوئے بابائے اردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق کے ساتھ اردو کی خدمات انجام دیں۔ بیشتر ادباء شعراء اور دانشور آپ کے علم سے فیضیاب ہوئے۔

حضرت افسر امروہوی کو تاریخ گوئی میں بھی کافی عبور تھا بے شمار قطعات تاریخ لکھے آپ کی تصانیف کے نام بھی تاریخی ہیں جن میں "برق تخیل" (۱۳۶۲ھ) "تابش خیال" (۱۳۷۴) کے علاوہ قومی منظومات قطعات اور مخمسات کا مجموعہ "شہادت تخیل" (۱۳۸۵ھ) کراچی میں طبع ہوا۔

۹ فروری ۱۹۸۴ء مطابق ۱۴۰۴ھ کراچی میں وفات پائی۔

(۱)

ہے رواں سوئے گلستان عدم
کہئے اس شخص کو خدا حافظ

سالِ تاریخ ہے یہی صابرؔ
افسرِ پاک گو خدا حافظِ

۱۹۸۴ء

(۲)

رونقِ انجمن جو کل تک تھا
آج اہلِ جناں میں شامل ہے

سالِ رحلت ہے خوب اے صابرؔ
روحِ افسر بہشت منزل ہے

۱۴۰۴ھ

"آہ روحِ جہانِ اردو عبدالغفور صاحب"

۱۹۸۴ء

ڈاکٹر خواجہ عبدالغفور ۱۹۱۶ء میں حیدرآباد دکن کے ذی علم گھرانے میں پیدا ہوئے ان کے والد خواجہ نصیرالدین محکمہ کروڑگیری میں ملازم تھے۔ ابتدائی تعلیم سٹی ہائی اسکول میں پائی۔ جامعہ عثمانیہ سے بی اے آنرز کیا۔ انگریزی میں کئی کتابچے لکھے ۱۹۵۶ء میں بسلسلۂ ملازمت صوبۂ مہاراشٹر میں منتقل ہو گئے ان کی تجویز سے مہاراشٹر اردو اکیڈمی قائم ہوئی وہ تا دمِ آخر اس کے جنرل سکریٹری رہے اور انڈیا کی مختلف ادبی انجمنوں سے وابستہ رہے۔

طنز و مزاح ان کا خاص موضوعِ ادب تھا ان کی تصانیف میں قہقہہ زار، شگوفہ زار، لالہ زار، گل و گلزار، سمن زار اور طنز و مزاح کا تنقیدی جائزہ مشہور ہیں۔

۱۶ اپریل ۱۹۸۴ء کو حیدرآباد اور بمبئی کے سفر کے دوران "لوناوالا" کے مقام پر حرکتِ قلب بند ہو جانے سے انتقال فرمایا اور حیدرآباد میں مدفون ہوئے۔

○
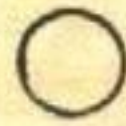
افسوس ہو گئے ہیں دنیا سے آج رخصت
سجدہ گزارِ رب تھے عبدالغفور صاحب

اردو کا درد اُن کے دل میں سدا رہا ہے
بے بہرہ غم سے کب تھے عبدالغفور صاحب

طنز و مزاح اُن کا موضوعِ فکر و فن تھا
کتنے شگفتہ لب تھے عبدالغفور صاحب

پایا فروغ اُن سے اردو اکیڈمی نے
ظلمت میں شمع شب تھے عبدالغفور صاحب

تاریخِ وصل اُن کی نکلی ہے خوب صابرؔ
بوئے گُلِ ادب تھے عبدالغفور صاحب

۱۹۸۴ء

"مقبولِ دوراں مولانا محمد شفیع اوکاڑوی الخطیب"

۱۹۸۴ء

خطیبِ پاکستان مولانا حافظ محمد شفیع بن میاں کرم الٰہی سنہ ۱۹۳۰ء مطابق سنہ ۱۳۴۹ھ کو کھیم کرن (پنجاب) میں پیدا ہوئے۔ حفظِ قرآن کے بعد حضرت لاثانی شرقپوری سے بیعت ہوئے ہجرت کر کے اوکاڑہ میں مقیم ہوئے۔ درسِ نظامی مولانا عبدالحق کیمبلپوری سے علم حدیث شیخ القرآن مولانا غلام علی اوکاڑوی اور سوادِ اعظم اہلسنّت کے امامِ دوراں غزالیٔ زماں علامہ احمد سعید کاظمی شیخ الحدیث انوار العلوم ملتان سے حاصل کیا جس سے ان کی خداداد صلاحیت میں چار چاند لگ گئے اور اندازِ خطابت کی شہرت کے سبب ملک کے گوشے گوشے میں تقریریں ہونے لگیں۔ بھارت متحدہ عرب امارات۔ سعودی عربیہ۔ جنوبی افریقہ ماریشش تک ان کی خطابت پسند کی جانے لگی۔

ملک کے سوادِ اعظم کی تنظیم جماعت اہلسنّت پاکستان کی تشکیل کی شاخیں ملک کے ہر حصہ میں پھیلی ہوئی ہیں۔ آپ کی تقریر ذکاوت و ذہانت، جودتِ طبع اور وسعتِ مطالعہ کی آئینہ دار ہوتی تھی۔ سنہ ۱۹۷۰ء میں کراچی سے قومی اسمبلی کے انتخاب میں کامیاب ہوئے اس کے بعد مجلس شوریٰ حکومت پاکستان کے ممبر رہے آپ کی تصانیف میں ذکرِ جمیل۔ انوارِ رسالت، ذکرِ حسین، سفینۂ نوح، درسِ توحید، راہِ حق، برکاتِ میلاد شریف انگوٹھے چومنے کا مسئلہ اور امام پاک اور یزید پلید مشہور ہیں۔

۲۴ اپریل ۱۹۸۴ء مطابق ۱۴۰۴ھ حرکتِ قلب بند ہونے سے کراچی میں انتقال فرمایا۔
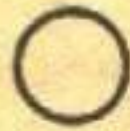
رنج و غم و الم میں ہے ہر شخص مُبتلا
رخصت جہاں سے ہو گئی اک شخصیت عجیب

اپنے ہی ملک میں نہیں سارے جہان میں
واعظ تھے خوش مقال تھے وہ فاضل و ادیب

تھا عالمانِ حق میں فزُوں ان کا مرتبہ
تھے جاں نثارِ اولیاء تھے عاشقِ حبیب

اُن کی ہر اک کتاب ہے شرحِ کتابِ حق
تھے جتنے کم نصیب ہوئے پڑھ کے خوش نصیب

صابر سنِ وفات ملی ہے یہ غیب سے
قصرِ جناں میں ہیں شفیع اوکاڑوی خطیب

۱۹۸۴ء

نیک خصال سردار علی صابری

۱۹۸۴ء

جناب سردار علی صابری سنہ ۱۹۰۷ء میں کانپور میں پیدا ہوئے آپ تحریک پاکستان کے مجاہد بے باک اور کہنہ مشق صحافی تھے جوانی کے دور میں ہی عملی صحافت اور سیاست میں حصہ لینا شروع کیا اخبار "سیاست" دہلی سے تیرہ سال تک وابستہ رہے شیخ شجاع الحق اور میاں عبدالسلام کے تعاون سے دہلی سے روزنامہ "آزاد" جاری کیا شیخ محمد عثمان آزاد کے جاری کردہ اخبار روزنامہ "انجام" دہلی میں صحافتی خدمات انجام دیں یہ روزنامہ مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کا بے باک ترجمان تھا۔

جناب سردار علی صابری سنہ ۱۹۳۶ء میں مسلم لیگ میں شامل ہوئے مولانا حسرت موہانی اور مولانا عبدالحامد بدایونی کے دوش بدوش تحریک پاکستان میں سرگرمی سے حصہ لیا۔ سنہ ۱۹۳۹ء میں نواب بہادر یار جنگ نے ریاستی مسلم لیگ کے قیام کے لئے سردار علی صابری کو دعوت دی انہوں نے اپنے زورِ قلم جرأت بے باک صحافت اور انتھک محنت سے ریاستی مسلم لیگ کو ایک طاقتور محاذ بنانے میں نمایاں کردار ادا کیا۔

قیام پاکستان کے بعد روزنامہ انجام اور اسکے بعد روزنامہ جنگ سے تادم آخر وابستہ رہے ۲۹ مارچ ۱۹۸۴ء مطابق سنہ ۱۴۰۴ھ کو کراچی میں وفات پائی۔

○
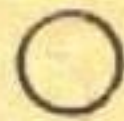
وہ صحافی وہ ادب پرور جہاں سے چل بسے
یہ خبر جس دم سنی دل ہو گیا میرا اُداس

ان کی تحریروں سے ہوتا تھا نمایاں بانکپن
گفتگو میں ان کے ہوتی تھی نہایت ہی مٹھاس

کب ڈرا سکتا تھا ان کو حکمرانوں کا جلال
اُن کی تحریروں سے ظاہر ہے کہاں خوف و ہراس!

خدمتِ ملّت کے باعث آج بھی زندہ ہیں وہ
ورنہ ہر اک ذی نفس کی زندگی ہے بے اساس

آئی ہاتف کی صدا کہ سالِ رحلت کے لئے
کہئے صابرؔ: "انتقالِ صابریِ حق شناس"

۱۴۰۴ھ

"خاورِ ادب نازشؔ حیدری"

۱۴۰۴ھ

محمد خورشید حسین نام اور نازشؔ تخلص تھا یکم جنوری ۱۹۱۴ء کو دہلی کے صوفی گھرانے میں پیدا ہوئے آپ کے جدِ امجد محبوب علی شاہ اصغری حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی کے سلسلے کے خلیفہ تھے نازشؔ صاحب نے انٹرنک تعلیم پائی اور منشی فاضل کامیاب کیا شعر و سخن کا ذوق زمانۂ طالب علمی سے تھا ابتدا میں حضرت بیخود دہلوی سے اصلاح لی۔ فارسی کلام پر پنڈت امرناتھ ساحر دہلوی سے مشورۂ سخن کیا آخر میں خیام الہند حیدر دہلوی سے فیضِ تلمذ حاصل کیا۔

نازشؔ حیدری بسلسلۂ ملازمت عرصۂ دراز تک صوبہ سی پی برار میں رہے۔ محکمۂ تعلیمات صوبہ سی پی برار کے لئے اردو پرائمری نصاب لکھا جو عرصہ تک مروج رہا۔ قیامِ پاکستان کے بعد کراچی آ کر روزنامہ جنگ سے وابستہ ہوئے اور وظیفہ پر سبکدوش ہوئے۔

حضرت نازشؔ حیدری نے اردو، پنجابی اور فارسی زبان کے علاوہ انگریزی میں نظمیں لکھیں بچوں کی کہانیاں لکھیں علم العروض کی مدد کتابیں تعلیم شاعری اور رہنمائے شاعری طبع کرائیں۔ ۱۹۸۲ء میں ان کے کلام کا مجموعہ "صدیوں کا سفر" شائع ہوا جو حضرت مجنوں گورکھپوری اور ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی کے دیباچہ اور تقریظ سے مزین ہے۔

۱۹۸۴ء مطابق ۱۴۰۴ھ کراچی میں انتقال فرمایا۔

○
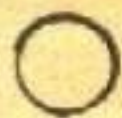
حضرت نازش بھی رخصت ہو گئے
کِشتِ شعری ان کے دم سے تھی ہری

کیوں نہ ہوں مغموم اربابِ سخن
تھی سخن میں ان کو حاصل برتری

جانشینِ حضرت حیدر تھے وہ
کر رہے تھے وہ سبھی کی دلبری

از طفیلِ شافعِ روزِ جزا
حشر میں ہو اُن پہ فیضِ داوری

سالِ رحلت اُن کا اے صابر ہے یہ
"صاحبِ حرمت ہیں نازش حیدری"

۱۴۰۴ھ

آہ وصد آہ محمد سرفراز خان صاحب

۱۹۸۴ء

حضرت محمد سرفراز خان صاحب ۱۹۰۳ء کو صوبہ برار کے ضلع ایوت محل میں پیدا ہوئے امراوتی ہائی اسکول سے میٹرک اور علیگڑھ یونیورسٹی سے بی اے بی ٹی کیا۔ مشہور اسپورٹس مین تھے۔ ایک عرصہ تک انجمن ہائی اسکول کھام گاؤں کے پرنسپل رہے اور اسکول کی ترقی کے لئے تن من دھن کی بازی لگادی تحریک پاکستان میں مسلم لیگ سے وابستہ ہوکر سی پی برار کے ممتاز لیگی رہنما۔ نواب صدیق علی خاں سید عبدالرؤف شاہ اور خان صاحب عبدالرحمٰن خان کے دوش بدوش سرگرم عمل رہے۔

کراچی میں سیفیہ اکیڈمی کے پرنسپل رہے۔ ممتاز ماہر تعلیم تسلیم کئے جاتے تھے تادمِ آخر سی پی برار انجمن کے سرپرست کی حیثیت سے ملک و قوم کی بہبودی کے لئے خدمات انجام دیں۔

۵ رجولائی ۱۹۸۴ء کو کراچی میں انتقال ہوا۔
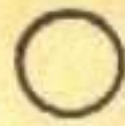
حضرت بھی چل دیئے ہیں اب دُنیا کو چھوڑ کر
ہے اُن کے غم میں اشک ہر اک آنکھ سے رواں

مشہور تھے وہ ماہرِ تعلیم دوستو
تھے علم و آگہی میں وہ اِک بحرِ بیکراں

اک کھام گاؤں میں ہی کیا سی پی برار میں
جاری ہیں اُن کے فیض کے چشمے کہاں کہاں

سی پی برار انجمن کے تھے وہ سرپرست
تھے آج بھی ہمارے لیے میرِ کارواں

صابرؔ ملا ہے غیب سے یہ سالِ انتقال
فِردوس میں ہیں نیک نفس سرفراز خاں

۱۹۸۴ء

سرمایۂ کمال مرزا ظفر الحسن

۱۹۸۴ء

ممتاز ادیب اور افسانہ نگار مرزا ظفر الحسن ۳ جون ۱۹۱۶ء کو حیدر آباد دکن بمقام سنگاریڈی پیدا ہوئے اعلیٰ تعلیم جامعہ عثمانیہ حیدر آباد میں پائی۔ طالب علمی کے زمانے میں اپنی صلاحیتوں کے سبب جامعہ عثمانیہ کی انجمن اتحادِ طلباء کے صدر منتخب ہوئے۔ یہیں سے ادبی زندگی کا آغاز کیا اور بہت جلد افسانہ نگار اور ڈرامہ نویس کی حیثیت سے شہرت حاصل کی۔ طنزیہ اور مزاحیہ مضامین لکھے افسانوں کا مجموعہ "محبت کی چھاؤں" کے نام سے شائع ہوا۔

مرزا ظفر الحسن نے حیدر آباد کی یادوں پر مشتمل تین کتابیں "ذکر یار چلے، پھر نظر میں پھول مہکے اور دکن اداس ہے یارو" لکھیں جو اسلوب بیان اور مضمون کے اعتبار سے نہایت اہم اور بیش بہا معلومات پر مشتمل ہیں یہ دنیائے ادب میں ایک زرّین کارنامہ ہے۔

مرزا ظفر الحسن نے ۱۹۶۹ء میں کراچی میں ادارۂ یادگارِ غالب قائم کیا جس کے تحت "غالب لائبریری" کی بنیاد رکھی جو کراچی کی ادبی اور ثقافتی زندگی کا یادگار کارنامہ ہے اسے ایک ادبی مرکز کی حیثیت حاصل ہے اس میں نادر اور نایاب کتابوں کا ذخیرہ ہے۔

مرزا ظفر الحسن نے فیض احمد فیض پر بھی کتابیں لکھی ہیں جن میں متاعِ لوح و قلم، عمر گذشتہ کی کتاب، صلیبیں میرے دریچے میں، قرضِ دوستاں اور خونِ دل کی کشید شامل ہیں۔

۴ ستمبر ۱۹۸۴ء کو کراچی میں وفات پائی۔

آئیں گے یاد برسوں ارباب گلستاں کو
وہ گلشنِ ادب میں پھولوں کی اک پھبن تھے

ہر اک کتاب اُن کی ، ماضی کی داستانیں
ان کا وجود کیا تھا اک زندہ انجمن تھے

طنز و مزاح میں بھی لکھے کئی مضامیں
دُکھتی رگوں کے حق میں نشتر کی اک چبھن تھے

خود اپنے حال کی بھی ان کو خبر نہیں تھی
وہ روز و شب ادب کی خدمت میں یوں مگن تھے

سالِ وفات ان کا کہنا اگر ہے صابر
کہدو " ادیب بابا مرزا ظفر حسن تھے "

۱۹۸۴ء

آہ یگانۂ جہاں فیض احمد فیض

۱۹۸۴ء

بین الاقوامی شہرت کے حامل شاعر اور دانشور فیض احمد فیض ۱۳ فروری ۱۹۱۱ء کو ضلع سیالکوٹ
میں پیدا ہوئے ان کے والد خان بہادر سلطان احمد تھے فیض نے سیالکوٹ گورنمنٹ کالج اور لاہور میں تعلیم
حاصل کی عربی اور انگریزی ادب میں ایم اے کیا۔ شاعری میں پطرس بخاری، صوفی تبسم، چراغ حسن حسرت سے مشورہ
سخن کرتے رہے۔ امرتسر کالج میں لکچرار رہے چند سال فوج کے افسر بھی رہے ماہنامہ ادب لطیف اور روزنامہ
اردو ٹائمز کے مدیر رہے۔ ان کی ادبی خدمات پر دنیا کا مشہور انعام لینن کا "امن انعام" ملا۔ اس انعام
کے پانے والے یہ پہلے پاکستانی ہیں۔ انجمن ترقی پسند مصنفین کے بانی رکن تھے جو ادبی صورت میں مشہور ہے۔
برصغیر کے تمام ملکوں جینوا، تاشقند، روس کے تمام علاقوں، سان فرانسسکو، انگلستان، الجیریا، مصر
لبنان، سیلون امریکہ کے سفر کئے اور متعدد کانفرنسوں میں حصہ لیا۔

فیض صاحب ۱۹۷۵ء میں ثقافتی مشیر بھی رہے بعد میں پاکستان نیشنل کونسل کے چیرمین
مقرر کئے گئے روس اور مشرقی یورپ میں ان کا بے حد احترام کیا جاتا تھا۔

ان کی بے شمار تصانیف ہیں جن میں دستِ صبا، نقشِ فریادی، زنداں نامہ، دستِ
تہِ سنگ، غنچۂ وفا۔ اور نثری تصانیف میں میزان، ہم و سالِ آشنائی، متاعِ لوح و قلم اور
صلیبیں میرے دریچے میں، مشہور ہیں۔ سارے سخن ہمارے "لندن" سے اعلیٰ پیمانہ پر شائع ہوئی ہے۔
۲۰ نومبر ۱۹۸۴ء مطابق ۲۵ صفر ۱۴۰۵ھ لاہور میں رحلت فرمائی۔

○
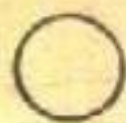
ظلمتوں کے مسافروں کے لئے
روشن و رہنما ہے راہِ فیض

پڑ گئی جس پہ وہ نہال ہوا
فیض صاحب کی اک نگاہِ فیض

دوستوں کا تو ذکر ہی کیا ہے
ہیں مخالف بھی خیر خواہِ فیض

مغفرت اُن کی ہو گئی رب سے
لوگ ڈھونڈا کئے گناہِ فیض

اُن کی تاریخ ہے یہی صابر
قُربِ سبحان، عزّ و جاہِ فیض

۱۴۰۵ھ

"تجلّیاتِ اُستاد دامن"

۱۴۰۵

چراغ دین نام اور دامنؔ تخلص تھا ۹ جنوری ۱۹۱۰ء کو لاہور شہر چوک متی میں پیدا ہوئے گورنمنٹ متی ہائی اسکول میں دسویں جماعت تک تعلیم حاصل کی اور قرآن پاک حفظ کیا۔ استاد دامن پنجابی ادب کے عظیم اور بے باک محافظ تھے پنجاب کی تہذیب ثقافت کے امین پنجابی انسائیکلوپیڈیا اور درویش صفت انسان تھے۔

اُستاد دامن نے عملی طور پر سیاست میں کبھی حصہ نہیں لیا۔ مگر اپنے اشعار میں برملا اس کا ذکر کیا ہے اس لئے جمہوریت اور آزادی کی جدوجہد میں ان کا شمار صف اول کے مجاہدین میں ہوتا ہے۔ انہوں نے ہر قسم کی غلامی کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی اس کی وجہ جیل کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ وہ اسٹیج کے بادشاہ کہلاتے تھے شاعری میں ان کی جرأت اظہار نے انہیں پنجابی شعراء میں ایک منفرد مقام عطا کیا ہے۔

استاد دامن کے حجرہ میں شاعر ادیب سیاسی رہنما۔ موسیقار۔ اداکار۔ نقاش وغیرہ آتے اور ان سے فیض حاصل کرتے تھے۔ ہیر وارث شاہ ان کی پسندیدہ کتاب تھی جس کا بیشتر حصہ انہیں زبانی یاد تھا استاد دامن پنجابی کے علاوہ اردو۔ عربی، فارسی، سنسکرت، ہندی، بنگالی اور روسی زبانوں سے بھی واقف تھے انہوں نے ہیر رانجھا۔ لکھنی شروع کی تھی مگر وہ ادھوری رہ گئی۔

۳ دسمبر ۱۹۸۴ء مطابق ۱۴۰۵ھ کو لاہور میں انتقال فرمایا اور حضرت مادھو لال حسین کے مزار کے قریب دفن کئے گئے۔

گر گئی رحلت شعور و فن کی اعلیٰ شخصیت
کیوں نہ اہلِ فکر و فن ہوں مبتلائے رنج و غم

اُن کو ازبر ہیر وارث شاہ کا پیغام تھا
مہرباں تھی اُن پہ وارث شاہ کی چشمِ کرم

اُن کا حجرہ تھا ادیبوں شاعروں کی درسگاہ
تھے وہ پنجابی ادب کے شاعرِ زرّیں رقم

تھے سیاسی شاعری میں بے نظیر و بے مثال
اُن کے آگے ہیچ تھے اس راہ کے سب پیچ و خم

آج بھی صابرؔ وہ سارے ملک میں مشہور ہیں
بے بدل استاد دامنؔ ساکنِ باغِ ارم

۱۹۸۴ء

"عالمِ معقول مفتی محمد بُرہان الحق"

۱۴۰۵ھ

بُرھان الملّت شیخ العلماء مولانا مفتی محمد بُرہان الحق ۱۸۹۳ء مطابق ۱۳۱۰ھ کو جبل پور (سی پی) میں پیدا ہوئے ان کے والد ماجد مولانا عبدالسلام قادری، امام اہل سنّت اعلیٰحضرت فاضلِ بریلوی کے خلیفہ تھے انہوں نے مولانا برہان الحق کی دینی تعلیم کا معقول انتظام کیا۔ مولانا برہان الحق نے قاری بشیرالدین سے فارسی اور اپنے والد ماجد سے منقولات و معقولات کی تحصیل کی۔ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر دیگر علوم حاصل کئے دارالافتاء میں فتویٰ نویسی سیکھی ۱۹۱۸ء تک اعلیٰحضرت نے ۵۴ علوم و فنون کی تعلیم دی اور اپنے دستِ کرم سے دستارِ فضیلت عطا فرمائی اور خلافت سے مشرف فرمایا۔

مفتی اعظم سی پی برار مولانا برہان الحق جبلپوری نے دیگر علمائے اہل سنّت کے ساتھ تحریک پاکستان میں بھرپور حصّہ لیا۔ کانگریس کے مسلم رہنما مولانا ابوالکلام آزاد سے مناظرہ کرکے انہیں لاجواب کردیا۔ سارے ملک میں دورہ کرکے قیامِ پاکستان کے حق میں تقاریر کیں ۱۹۴۷ء تک آپ صوبہ مسلم لیگ سی پی برار کے صدر تھے۔

قائداعظم محمد علی جناح نے اپنے خطوط میں آپ کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے شکریہ ادا کیا۔

مفتی صاحب اعلیٰ حضرت کے آخری خلیفہ تھے آپ نے ۹۲ سال کی عمر پائی اور دین کی خدمت میں زندگی گزار دی آپ کے مریدین کا سلسلہ کافی وسیع ہے مفتی صاحب نے عربی اردو اور فارسی میں کلام بھی کہا اور کئی کتابیں تصنیف فرمائیں۔ ۱۹ دسمبر ۱۹۸۴ء مطابق ۲۵ ربیع الاوّل ۱۴۰۵ھ جبل پور، انڈیا، میں وصال فرمایا۔

○

مفتیِ اعظم جبل پوری شہِ مردانِ حق
ہو گئے ہیں آج ہائے راہیِ راہِ بقا

نورِ چشمِ حضرتِ عبدالسلام قادری
اہلِ سنّت والجماعت کے معزز پیشوا

تھے امام اہلِ سنّت کے خلیفہ آخری
اِن کے دم سے خوب پھیلا رضویت کا سلسلہ

دین کی خدمت بھی کی اور قوم کی خدمت بھی کی
تھے مسلمانانِ بھارت کے سیاسی رہنما

غمزدہ صابر براری کہہ یہ تاریخِ وفات
مفتیِ سی پی شہِ بُرہانِ حق شیریں لقا

۱۹۸۴ء

رہبر ملک و خادم ملّت جناب حسینؑ امام صاحب

۱۹۸۵ء

تحریک پاکستان کے ممتاز رہنما، قابل فخر مجاہد آزادی جناب سید حسینؑ امام صاحب ۲۱ فروری ۱۸۹۷ء کو ضلع گیا صوبۂ بہار میں پیدا ہوئے ۱۹۱۲ء میں لندن سے میٹرک کیا۔ سیاست کا آغاز ۱۹۱۹ء میں کیا۔ ۱۹۳۲ء میں الہ آباد مسلم لیگ کے جلسے میں شریک ہوئے جو علامہ ڈاکٹر اقبال کی صدارت میں ہوا تھا تحریک خلافت میں بھرپور حصّہ لیا مسلم لیگ کی سرگرمیوں میں نمایاں خدمات انجام دیں ۱۹۴۲ء میں کونسل آف اسٹیٹ کے رکن منتخب ہوئے ۱۹۴۵ء میں شملہ کانفرنس میں شرکت کی۔

سید حسین امام صاحب نے قائداعظم کے شانہ بشانہ کام کیا قائداعظم کے مخلص ترین ساتھیوں میں سے تھے اور ایک جری، حوصلہ مند، سچے محب وطن اور مخلص قومی رہنما تھے ۱۹۵۱ء میں پاکستان ہجرت کی اور تادم آخر ملک و ملّت کی خدمت کی۔ ان کی زندگی کا ہر لمحہ ملک کی خدمت کے لئے وقف تھا انہوں نے ہمیشہ مسلمانوں کی فلاح و بہبود کو مدّنظر رکھا۔ اتحاد و ہم آہنگی قائم کرنے اور نظریۂ پاکستان کے تحفظ کے لئے کوشاں رہے۔

۱۶ جنوری ۱۹۸۵ء مطابق ۱۴۰۵ھ کو کراچی میں وفات پائی۔

○

دہر سے کیا اٹھے حسین امام
مچ گیا سارے ملک میں کہرام

تھے وہ محبوبِ قائدِ اعظم
صاحبُ الرائے واجبُ الاکرام

مخلصِ قوم و جاں نثارِ وطن
بے نیازِ ستائش و انعام

اُن کا ایماں تھا ملک کی خدمت
زیست ان کی ہوئی اسی میں تمام

ایک تاریخِ عہد تھے صابرؔ
رہبرِ محتشم حسین امام

۱۴۰۵ھ

آہ دریائے حلم ڈاکٹر موسیٰ عبدالرحمٰن صدیقی قدیری

۱۹۸۵ء

لفٹننٹ کرنل ڈاکٹر موسیٰ عبدالرحمٰن صدیقی حسینی قادری قدیری ۲۲ ربیع الاول ۱۳۴۰ھ کو حیدرآباد دکن کے علمی خانوادے میں پیدا ہوئے ان کے والد ماجد شمس المفسرین، خادم القرآن بحرالعلوم مولانا عبدالقدیر حسرت صدیقی القادری دکن کے مشہور عالم تھے محترم موسیٰ عبدالرحمٰن قدیری نے اپنے والد سے علوم دینیہ کا اکتساب کیا اور جامعہ عثمانیہ سے ایم بی بی ایس کی ڈگری حاصل کی۔

ڈاکٹر موسیٰ عبدالرحمٰن قدیری سنہ ۱۹۵۵ء میں پاکستان آئے اور لیاقت میڈیکل کالج جام شورو سندھ میں خدمات انجام دینے لگے سنہ ۱۹۶۵ء میں جنگ کے موقع پر افواج پاکستان کو اپنی خدمات پیش کیں اور میجر کے عہدہ پر مامور ہوئے آخر میں لفٹننٹ کرنل کے عہدہ تک ترقی پائی سنہ ۱۹۶۹ء میں حکومت پاکستان کی جانب سے طبی خدمات کے صلہ میں "تمغۂ امتیاز" عطا کیا گیا۔ سنہ ۱۹۶۹ء سے سنہ ۱۹۷۳ء تک سعودی عرب میں اور سنہ ۷۴ء میں مصر میں خدمت پر مامور رہے۔

محترم ڈاکٹر موسیٰ کو عربی زبان پر عبور حاصل تھا۔ فلسفہ، تصوف اور سیرت پر مضامین لکھتے رہے تجوید قرآن، عربی زبان اور تفسیر قرآن کا درس دیتے رہے۔ شعر و سخن کا ذوق وراثت میں پایا تھا حیدرآباد سندھ میں "بزم حسرت صدیقی" قائم کیا جو میر حسین علی خاں میر قدیری کی نگرانی میں دین و ادب کی خدمات انجام دے رہی ہے۔

ڈاکٹر موسیٰ قدیری نے ۱۲ فروری سنہ ۱۹۸۵ء مطابق ۲۱ جمادی الثانی سنہ ۱۴۰۵ھ کو حرکت قلب بند ہو جانے سے کراچی میں وفات پائی۔

ہوئے عبد رحمٰن دُنیا سے رخصت
وہ چرخِ تصوّف کے ماہِ درخشاں

دیا اک زمانے کو درسِ تصوّف
سناتے تھے ہر وقت احکامِ قرآں

مئے غوث اعظم سے سرشار تھے وہ
رہا ہاتھ میں ساغرِ چشت و جیلاں

وہ اخلاق و اوصاف سبحان اللہ
پرستاران کے ہزاروں مسلماں

کہو سال رحلت یہی اُن کا صابرہ
کہ "موسیٰ قدیری ہیں جنت میں شاداں"

۱۴۰۵ھ

ہائے نکتہ فہم غلام علی الانہ صاحب

۱۹۸۵ء

بین الاقوامی شہرت کے حامل، ممتاز دانشور، سوانح نگار، ادیب اور شاعر غلام علی الانہ ۱۹۰۷ء میں کراچی میں پیدا ہوئے سینٹ پیٹرک اسکول کراچی، ڈی جے سائنس گورنمنٹ کالج سے تعلیم حاصل کی۔ تحریک آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ۱۹۴۸ء میں کراچی کے میئر منتخب ہوئے بیس سال تک کراچی کارپوریشن کے رکن رہے۔ ۱۹۵۱ء سے ۱۹۵۶ء تک مغربی پاکستان قانون ساز اسمبلی کے رکن رہے ۱۹۶۳ء سے ۱۹۶۹ء تک اقوامِ متحدہ کے انسانی حقوق کمیشن میں پاکستان کی نمائندگی کرتے رہے پاکستانی وفد کے سربراہ کی حیثیت سے بین الاقوامی کانفرنسوں میں اور اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں شرکت کی۔

جی الانہ صاحب ممتاز بینکار اور تاجر تھے عرصہ تک اسٹینڈرڈ بنک کے چیرمین اور اسٹیٹ بنک آف پاکستان کے ڈائرکٹر اور ہالی ڈے ان ہوٹلز پاکستان کے صدر بھی رہے۔ جی الانہ صاحب کو شاعری اور ادب میں بھی بلند مقام حاصل تھا ان کی تصانیف اور نظموں کے اردو انگریزی سندھی گجراتی اور کئی یورپی زبانوں میں ترجمے ہو چکے ہیں جی الانہ صاحب نے شاہ عبداللطیف بھٹائی کی شاعری کا انگریزی میں بہت عمدہ ترجمہ کیا۔ ان کے صاحبزادہ پیارعلی الانہ بھی بے شمار صلاحیتوں کے حامل ہیں۔

جناب جی الانہ نے ۸ر مارچ ۱۹۸۵ء کو کراچی میں وفات پائی۔

○

آخر وہ جہاں سے چل ہی بسے مقبولِ زماں جی اللّٰہ نہ
جو اپنے زمانے میں سب سے ممتاز رہے فرزانہ تھے

وہ فرقہ پرستی سے ہر دم بیزار رہے بیگانہ رہے
انساں سے محبت کرتے تھے انسان کے وہ دیوانہ تھے

جو کچھ بھی کہا جو کچھ بھی لکھا انصاف سے ہٹکر کچھ نہ کہا
وہ شعر و ادب کی محفل میں معیار کا اِک پیمانہ تھے

ہر فردِ بشر پھر کیوں نہ بنے دیوانہ جی اللّٰہ نہ کا
کردار میں وہ لاثانی تھے اخلاق میں درویشانہ تھے

تاریخ یہ اُن کی رحلت کی کیا خوب ملی ہے اے صابر
اک سحر و بیان و دانشور مشہور جی اللّٰہ نہ تھے

۱۹۸۵ء

آہ طبع لطیف الحاج مولانا غلام رسول گوہر

۱۹۸۵ء

ممتاز عالم، نامور صحافی، ادیب اور ماہنامہ "انوار الصوفیہ" قصور کے مدیر اعلیٰ الحاج مولانا غلام رسول گوہر نقشبندی جماعتی ۱۹۱۰ء میں موضع آواں تحصیل انبالہ ضلع امرتسر میں پیدا ہوئے دار العلوم نقشبندیہ علی پور شریف سے فارغ التحصیل ہوئے جہاں سراج الملت پیر محمد حسین شاہ آپ کے استاد تھے مولانا گوہر امیر ملت پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری کے خلیفہ مجاز تھے ۱۹۳۲ء سے ۱۹۴۷ء تک ریاست جموں کی مسجد میں خطابت فرمائی مسلم لیگ کی تائید اور حمایت میں چوہدری غلام عباس (نقشبندی جماعتی) کے شانہ بشانہ کام کیا ۱۹۴۸ء میں سیالکوٹ میں مقیم ہوئے اور محلہ کشمیریاں کی جامع مسجد میں خطیب مقرر ہوئے ۱۹۵۲ء میں کوٹ عثمان خان قصور ضلع لاہور منتقل ہوئے درس و تدریس و تبلیغ دین کا سلسلہ جاری رکھا دین و ادب کی خدمت کے لئے ۱۹۶۱ء میں قصور سے موقر جریدہ ماہنامہ "انوار الصوفیہ" جاری کیا جو تا دم آخر ان کی ادارت میں جاری رہا اس کے بے شمار نمبر نکالے جن میں میلاد نمبر، امیر ملت نمبر، معراج النبی نمبر شامل ہیں۔

مولانا گوہر کو شعر و ادب میں علامہ سیماب اکبر آبادی وارثی سے شرف تلمذ حاصل تھا پاکستان میں مولانا ضیاء القادری بدایونی سے بھی مشورہ سخن حاصل کیا ان کی تصانیف میں۔ انوار مصطفےٰ، معراج مصطفےٰ، آئینہ نماز، حقوق والدین، عملیات کے بکھرے موتی۔ مشہور ہیں۔

۲۷ مارچ ۱۹۸۵ء مطابق ۴ رجب المرجب ۱۴۰۵ھ کو قصور میں وفات پائی۔

○

ہائے "انوارِ صوفیہ" کے مُدیر
شاعرِ خوب ، واعظِ مقبول

ان کی باتوں میں عطر کی خوشبو
ان کا ہر لفظ اک مہکتا پھول

دینِ حق ہی رہا شعار اُن کا
کبھی ٹوٹے نہیں تھے ان کے اصول

اُن کے دامن پہ کوئی داغ نہ تھا
دُور اُن سے رہی جہان کی دھول

کہئے تاریخ ان کی اے صابر
تھے سعید جہاں غلام رسول

۱۹۸۵ء

طالب ایزد حضرت مولانا سعید احمد اکبرآبادی

۱۹۸۵ء

بھارت کے ممتاز مذہبی اسکالر اور شیخ الہند اکیڈمی دیوبند کے ڈائرکٹر مولانا سعید احمد اکبرآبادی ۱۹۰۸ء میں آگرہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد لاہور میں مولانا احمد علی سے درس قرآن حاصل کیا اس کے بعد دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوئے مولانا انور شاہ کشمیری، مولانا شبیر احمد عثمانی اور مولانا حسین احمد مدنیؒ آپ کے اساتذہ تھے مولانا اسٹیفن کالج دہلی سے منسلک ہوئے ۱۹۳۶ء میں "ندوۃ المصنفین" کی بنیاد ڈالی اس ادارہ کے تحت ماہنامہ برہان "کا اجراکیا۔

مولانا سعید احمد صاحب ۱۹۴۹ء میں مدرسہ عالیہ کلکتہ کے پرنسپل ہوئے ۱۹۵۶ء میں علیگڑھ مسلم یونیورسٹی سے وابستہ ہو گئے جہاں شعبۂ دینیات اور کلیہ معارف اسلامیہ کے سربراہ رہے اسی دوران میک گل یونیورسٹی کینیڈا کے وزٹنگ پروفیسر بھی رہے۔ مولانا کو عربی اردو اور انگریزی پر یکساں عبور حاصل تھا ایک درجن سے زائد دینی و ادبی کتابیں آپ کی یادگار ہیں۔

مولانا سعید احمد اکبرآبادی بھارت سے چندماہ کے لئے پاکستان تشریف لاکر اپنے صاحبزادہ جنید احمد کی رہائش گاہ پر مقیم تھے کہ سرطان کے مرض میں مبتلا ہو گئے۔ ۲۴ رمئی ۱۹۸۵ء مطابق ۳ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ کو کراچی میں وفات پائی۔

○

ہائے سعید احمد رخصت ہوئے جہاں سے
وہ ہند و پاک میں تھے دینی اساس کہیے

اس سانحے سے کتنے غم کے پہاڑ ٹوٹے
سب کو ملول کہیے سب کو اداس کہیے

اسلام کے لئے تھے ہر وقت مضطرب وہ
اک درد مند دل تھا حضرت کے پاس کہیے

ان کی کتاب روشن ہے روشنی منزل
روشن ضمیر کہیے عالی قیاس کہیے

آئی صدائے غیبی تاریخ ان کی صابر
"حضرت سعید احمد ایزد شناس" کہیے

۱۹۸۵ء

صاحبِ ایماں حافظ محمد یوسف دہلوی

۱۴۰۵ھ

بھارت کے شمع گروپ آف جرائد کے مالک، مدیر اور بانی حافظ محمد یوسف دہلوی ۱۹۰۱ء میں دہلی میں پیدا ہوئے ابتداء سے دینی اور ادبی ذوق رکھتے تھے ۱۹۳۹ء میں دہلی سے ماہنامہ شمع جاری کیا جو بہت جلد ایشیا کے ممتاز ماہناموں میں شمار ہونے لگا اس کے بعد "سشما" کا ہندی ایڈیشن شروع کیا۔ آپ کی ادارت میں دہلی سے جاسوسی رسالہ "مجرم" اور خواتین کا رسالہ "بانو" بھی جاری ہیں جو خاصے مقبول ہیں۔

حافظ محمد یوسف دہلوی بے شمار خصوصیات کے مالک تھے اردو ثقافت کا ستون سمجھے جاتے تھے حافظ صاحب نے اسلامی تہذیب اور دینیات پر ڈیڑھ سو سے زیادہ کتابیں شائع کرا کے گھر گھر پہنچانے کا اہتمام کیا۔ بچوں کا اردو رسالہ کھلونا اور ڈائجسٹ "شبستان" اور ہندی زبان کے رسالے روشنی اور سشما بھی پابندی سے جاری تھے۔ حافظ صاحب کی دینی اور ادبی خدمات دنیا کے بیشتر ممالک تک پھیلی ہوئی ہیں اسی وجہ آپ کو عالمگیر شہرت حاصل تھی۔

حافظ محمد یوسف دہلوی نے ۲۲ مئی ۱۹۸۵ء مطابق ۳ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ کو دہلی میں انتقال فرمایا۔

شمعِ دہلی کے مدیرِ محترم
ہو گئے ہیں راہیِ دارالسّلام

اردو اور ہندی جرائد اور بھی
چل رہے تھے ان کے زیرِ انتظام

خدمتِ علم و ثقافت کے سبب
تھا جہاں بھر میں منوّر اُن کا نام

نیک خُو تھے، حافظِ قرآن تھے
پاک طینت پاک دل، عالی مقام

سالِ رحلت ان کا اے صابرؔ کہو
حضرتِ یوسف دہلوی شاد کام

۱۹۸۵ء

آہ آہ مفتی محمد خلیل صاحب

۱۴۰۵ھ

مفتی اعظم سندھ مولانا مفتی محمد خلیل احمد خان برکاتی ۱۹۲۰ء میں ضلع علیگڑھ کی ریاست دادوں کے موضع کھریری میں پیدا ہوئے۔ مدرسہ حافظیہ سعیدیہ سے فارغ التحصیل ہوئے جہاں صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی مصنف بہار شریعت آپ کے استاد تھے مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان قادری سے سند حدیث حاصل کی۔ مارہرہ شریف کے شیخ طریقت حضرت سید شاہ حسن میاں برکاتی سے بیعت ہوئے اور برکاتی سلسلہ کی خلافت پائی۔ مفتی اعظم ہند نے بھی سلسلہ قادریہ رضویہ کی خلافت سے نوازا۔

شیخ الحدیث مفتی محمد خلیل احمد خان برکاتی نے ۱۹۵۲ء میں حیدرآباد سندھ میں دارالعلوم احسن البرکات کی بنیاد رکھی جو ممتاز مقام کا حامل ہے مفتی صاحب کی پوری زندگی دین کی خدمت میں گزری وہ آخری سانس تک تبلیغ اسلام کرتے رہے مفتی صاحب کی ذات علم و فضل اور زہد و تقویٰ کا نمونہ تھی آپ بیشتر کتب کے مصنف اور مترجم تھے جن میں سنی بہشتی زیور، آئینہ حق نما، نماز کی کتاب، ہماری نماز، تحفۂ عید قرباں تحفۂ رمضان، تحفۂ محرم، تحفۂ عید الفطر اور ہمارا اسلام کے پانچ حصے شامل ہیں مفتی صاحب کو نعت گوئی سے بھی رغبت تھی غیر مطبوعہ کلام صاحبزادہ صاحب کے پاس محفوظ ہے۔

۱۸ر جون ۱۹۸۵ء مطابق ۲۸ر رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ کو حیدرآباد سندھ میں وفات پائی۔ صاحبزادہ مفتی احمد میاں برکاتی آپ کے جانشین اور دارالعلوم احسن البرکات کے مہتمم ہیں۔

○

دنیائے رنگ و بُو سے افسوس چل بسے وہ
دانائے بزمِ حکمت مفتی خلیل صاحب

تدریس علمِ دیں میں رہتے تھے محو ہر دم
شیخ الحدیث ملّت مفتی خلیل صاحب

ہر اک کتاب اُن کی قندیلِ راہِ حق ہے
تھے رہبرِ شریعت مفتی خلیل صاحب

دار العلوم احسن ہے سندھ میں جو روشن
بانی تھے اُس کے حضرت مفتی خلیل صاحب

کہتے ہیں حور و غلماں تاریخ ان کی صابر
ہیں عندلیبِ جنت مفتی خلیل صاحب

۱۹۸۵ء

حوالہ واستفادہ

کتابیات

نمبر	نام کتب	مولف/مصنف	مقامِ اشاعت	سن
۱	اکابر تحریک پاکستان	صادق قصوری	لاہور	۱۹۸۶ء
۲	اذکار تاج الاولیاء	فریدالدین تاجی	کراچی	۱۹۸۴ء
۳	افضل الرسل	پیر محمد حسین شاہ علی پوری	قصور	۱۹۶۳ء
۴	اردو غزل (انتخاب)	مسیح الدین احمد صدیقی	اسلام آباد	۱۹۷۹ء
۵	آئینۂ افکار	سید ظہور مہدی	کراچی	۱۹۸۰ء
۶	اکابر علماء دیوبند	حافظ اکبر شاہ بخاری	ملتان	—
۷	بے تیغ سپاہی	نواب صدیق علی خان	کراچی	۱۹۷۱ء
۸	بنگال میں اردو	ڈاکٹر وفا راشدی	”	۱۹۵۵ء
۹	تذکرۂ علمائے اہلسنّت	اقبال احمد فاروقی	لاہور	۱۹۷۳ء
۱۰	تجلیات نعت	مولانا ضیاء القادری	دہلی	۱۹۵۵ء
۱۱	تعارف علمائے اہل سنّت	محمد صدیق ہزاروی	لاہور	۱۹۷۶ء
۱۲	تذکرہ اکابر اہل سنت	عبدالحکیم شرف قادری	”	۱۹۷۶ء
۱۳	تذکرہ خطیب الامت (مولانا احتشام الحق)	حافظ اکبر شاہ بخاری	”	—
۱۴	جواہر پارے	مقبول انور داؤدی	”	۱۹۶۵ء
۱۵	حیات مظہری	ڈاکٹر محمد مسعود احمد	کراچی	۱۹۷۵ء
۱۶	حیات سالک (مفتی احمد یار خان نعیمی)	قاضی عبدالنبی کوکب	لاہور	۱۹۷۱ء
۱۷	ذکرِ غم	مہر تقوی جے پوری	کراچی	۱۹۶۰ء
۱۸	سوانح مولانا محمد یوسف کاندھلوی	محمد ثانی حسنی	لاہور	—
۱۹	صریر نعت	حمایت علی شاعر	حیدرآباد سندھ	۱۹۷۸ء
۲۰	صبح الہام	حیدر دہلوی	کراچی	۱۹۶۵ء
۲۱	صدیوں کا سفر	نازش حیدری	”	۱۹۸۲ء
۲۲	عرفانِ قادر	عبدالعزیز عرفی	”	۱۹۸۵ء
۲۳	غمِ فروزاں	نیاز بدایونی	”	۱۹۶۲ء
۲۴	فقیہ اعظم (مولانا عبدالرشید خاں)	مولانا عبدالواحد ضیا	بھوپال	۱۹۷۸ء
۲۵	کیفیات	زکی کیفی	لاہور	۱۹۷۸ء
۲۶	موجودہ شعرائے برار	رفیق شاکر	کھام گاؤں	۱۹۷۸ء

رسائل و روزنامے

سہ ماہی	قومی زبان	کراچی	سہ ماہی	العلم	کراچی
ماہنامہ	رضوان	لاہور	ماہنامہ	انوار الصوفیہ	قصور لاہور
〃	البلاغ (مفتی اعظم نمبر)	کراچی	〃	اوراق	سرگودھا
	افکار	〃	〃	روحانی ڈائجسٹ	کراچی
〃	تاج	〃	〃	سب رس (یادِ رفتگاں نمبر)	کراچی
〃	فاران	〃	〃	ضیائے حرم	بھیرہ
〃	حرم	لاہور	〃	جامِ نو	کراچی
〃	سالک	راولپنڈی	〃	ترجمانِ اہلسنت	〃
〃	محفل	لاہور	〃	نگار (نیاز نمبر)	〃
〃	شمس الاسلام	بھیرہ شریف	〃	شاعر	بمبئی
〃	نوری کرن	بریلی	〃	آستانہ	دہلی
〃	القدیر	حیدرآباد دکن	〃	شگوفہ	حیدرآباد دکن
〃	بیسویں صدی	دہلی	〃	اسباق	پٹنہ
〃	اعلیٰ حضرت	بریلی	〃	استقامت	کانپور
〃	فیض الرسول	بستی	〃	سُنّی	لکھنؤ
〃	تجلی	دیوبند	〃	ہدیٰ	دہلی
ہفت روزہ	مسلمان	اسلام آباد	ہفت روزہ	چٹان	لاہور
〃	سوادِ اعظم	لاہور	〃	رضائے المصطفٰے	گوجرانوالہ
〃	الہام	بہاولپور	〃	افق	کراچی
〃	اندیشہ	کراچی	〃	اخبار جہاں	〃
روزنامہ	جنگ	کراچی	روزنامہ	جسارت	کراچی
〃	حریت	〃		مشرق	〃
〃	نوائے وقت	لاہور	〃	امن	〃
〃	اردو ٹائمز	بمبئی	〃	آغاز	〃

جامِ طہور
زائرِ مدینہ صابر براری
کے
نعتیہ کلام کا حسین مجموعہ
شرابِ معرفت کے متوالوں کے لئے ایک ایسا
جام ہے جس کے سرور میں بے پایاں لذتیں پوشیدہ ہیں
اس مجموعے کی کئی نعتیں دربارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم
میں پیش کی گئی ہیں
صفحات - ۱۹۲
ہدیہ بیس روپے ۲۰
تیسرا ایڈیشن زیر طبع ہے
ملنے کا پتہ
مکتبہ رضویہ ۔ آرام باغ ۔ ۔ ۔ کراچی
مکتبہ قادریہ - اندرون لوہاری دروازہ - لاہور

پروفیسر منظور حسین شور ________ کراچی

صابر براری بڑے سنجیدہ اور معتدل مزاج کے مالک ہیں۔ اُن کی دیگر ادبی کاوشات بھی ہند و پاک میں قبولِ عام سے بہرہ ور ہو چکی ہیں۔ تاریخِ رفتگاں کو ان کی ادبی سرگرمیوں میں سب سے زیادہ قابلِ قدر اور اہم تاریخی دستاویز کہنا چاہیے۔ اس کتاب کی حیثیت ایک ایسے مختصر BOOK OF REFERANCE کی سی ہے جو یقیناً قدر کی نگاہ سے دیکھی جائے گی اور اس کی افادیت چونکہ تاریخی بھی ہے، معلوماتی بھی ہے اور ادبی بھی، اس لئے صابر براری کا یہ خصوصی ادبی کارنامہ اُن کی ادبی سرگرمیوں میں ایک ایسا سنگِ میل ہے جو ایک خوش آئند پیشرفت کا آئینہ دار معلوم ہوتا ہے۔

O

پروفیسر آفاق صدیقی ________ کراچی

صابر براری ایک روشن خیال، خوش فکر اور کہنہ مشق شاعر و ادیب ہیں۔ اُن کی قادر الکلامی کا ایک نقشِ جمیل "جام طہور" کی صورت میں منظر نواز ہو چکا ہے، اور اب ان کی یہ تازہ تصنیف فنِ تاریخ گوئی کے حسن آفریں کمالات کی مظہر ہے۔ مرحومین کو خراجِ حسن و عقیدت پیش کرنے کے لئے نثری اور شعری مادہ تاریخ وضع کرنے اور خوبصورت قطعات کہنے میں صابر براری صاحب نے جس خلوص و محبت اور مشاقی و مہارت کا ثبوت دیا ہے، وہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ موصوف اس فن کو بیشتر فنی و فکری محاسن کے ساتھ زندہ رکھنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں اور ان کی یہ قابلِ قدر تصنیف شائقینِ شعر و ادب کے لئے ایک بیش بہا شاہکار ہے۔

O

ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی، صدر شعبۂ اردو ـــ کراچی یونیورسٹی

جناب صابر براری کو میں جام طہور کے حوالے سے جانتا ہوں اور دُعا کرتا ہوں کہ روزِ جزا انہیں مدحِ قسیم کوثر صلی اللہ علیہ وسلم کی جزا میں انہی کے ہاتھوں سے جام طہور عطا ہو۔ ان کی نئی کتاب "تاریخ رفتگاں" تاریخ گوئی کا عمدہ نمونہ بھی ہے اور ہمارے ان اکابر کا تذکرہ بھی جو ۱۹۴۷ء سے ۱۹۸۵ء کے وسط تک ہم سے رخصت ہوئے۔ یوں میرے علم کی حد تک یہ عہدِ جدید میں اپنے طرز کی پہلی کتاب ہے۔ مجھے سب سے زیادہ جناب صابر براری کی وسعتِ فکر و نظر نے متاثر کیا۔ انہوں نے اکابر کے درمیان کسی قسم کی تفریق نہیں کی۔ اس میں بریلوی جماعت کے بزرگوں کے ساتھ بھی انصاف کیا گیا ہے اور حلقۂ دیوبند کے بزرگوں کے کارناموں کا اعتراف بھی کیا گیا ہے۔ علماء، صوفیاء اور اربابِ دانش کے ساتھ ساتھ ادیبوں اور شاعروں نوابوں اور سیاست دانوں کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ میرے خیال میں ۱۹۴۷ء سے ۱۹۸۵ء کے وسط تک کی شاید ہی کوئی قابلِ ذکر شخصیت ایسی ہو جس کا تذکرہ "تاریخ رفتگاں" میں موجود نہ ہو۔ مجھے یقین ہے کہ یہ کتاب آئندہ ادبی اور ثقافتی مورخ کے کام آئے گی۔ اور لوگ اس کو حوالہ کی کتاب کے طور پر استعمال کریں گے۔ اور فنِ تاریخ گوئی میں جناب صابر براری کے فن کی داد بھی دیں گے۔

ڈاکٹر وقار راشدی ـــ کراچی

جناب صابر براری صاحبِ علم و صاحبِ دیں سخنور ہیں، تاریخ گوئی میں ید طولیٰ رکھتے ہیں، ان کی یہ تصنیف جدتِ طبع اور طرزِ فکر کی آئینہ دار ہے جو بڑی محنت، لگن، خلوص اور عقیدت سے لکھی گئی ہے۔ حسنِ ترتیب اور شعری محاسن اہلِ دل کو محو و متاثر کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ بلاشبہ تاریخ رفتگاں صابر براری کی پاکیزہ شاعری اور اعلیٰ فکر و فن کی مظہر ہے۔

حضرت درد اسعدی ـــ حیدرآباد

سنتے آئے تھے کہ تاریخ اور ادب دو الگ الگ مضمون ہیں، مگر جناب صابر براری نے قیامِ پاکستان کے بعد سے ۱۹۸۵ء تک مرحومین مشاہیر کی مختصر سوانح حیات اور قطعاتِ تاریخ پر مشتمل "تاریخ رفتگاں" کے نام سے کتاب شائع کر کے اس مقولہ کو غلط ثابت کر دیا ہے۔ صابر براری کی یہ کاوش ایک انمول تحفہ اور آئندہ نسلوں کے لئے مشعلِ راہ اور خزینۂ معلومات ثابت ہوگی۔

مولانا مظہر علی خاں مدنی ـــ مدینہ منورہ

مکرمی صابر براری نے تاریخ رفتگاں میں بڑی سادگی، خوبی اور برجستگی سے تاثرات قلمبند کیا ہے اور بھرپور انداز سے تاریخی قطعات کہہ کر دنیائے شاعری میں ایک مثال قائم کر دی ہے۔ اب تاریخ گوئی کا فن ختم ہوتا جا رہا ہے لیکن صابر براری کی تصنیف دیکھ کر امید بندھ جاتی ہے کہ فنِ تاریخ گوئی کو سہارا ملتا رہے گا۔